

محری چوکھٹ پار کرنے سے پہلے چندو نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھروہ گل میں نکل آیا۔ گل میں کوئی بچر کوئی کام نہیں تھا۔ آیا۔ گل میں کوئی بچر بھی نہیں تھا۔ بچ دھا چوکڑی منا رہے ہوتے تھے۔ شاید اس کا سبب بارش تھی۔ بچ کھیلے 'نمانے اور بیر بہوٹیاں پکڑنے کے لئے شاید میدان کی طرف نکل گئے تھے۔

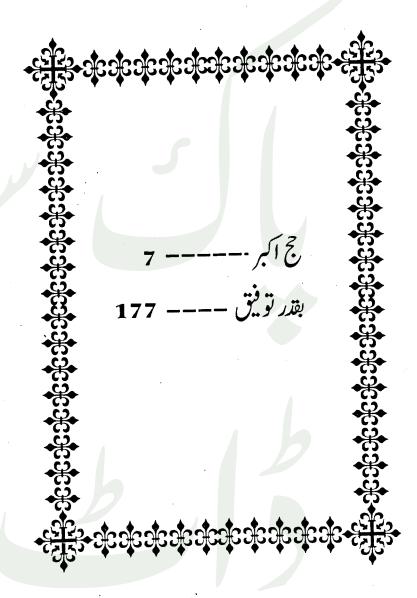
پندو کو مایوی ہوئی۔ خاموثی اور بے رونقی اے بھی اچھی نہیں لگتی تھی۔ وہ متانہ انداز میں شکل ہوا گلی کے کار کی طرف بوھا۔ بارش کی وجہ سے جگہ جگہ پانی بھر کیا تھا' چھوٹے جھوٹے الاب سے بن گئے تھے۔ وہ پانی سے پچ کر چل رہا تھا مگر سے ممکن نہیں تھا۔ زمین تو بسرحال کیلی ہو رہی تھی۔ اس کا بتیجہ سے لکلا کہ فوری طور پر اے ایک چھینک آئی اور پھروو سری ۔

ای وقت عبدالعمد کی بوی زیب النما اینے دروازے پر آئی۔ چندو اس وقت اس کے دروازے کے مامنے سے گزر رہا تھا۔ زیب النمائے اسے پکارا "اے چندو" کمال جا رہا ہے؟"

چندو نے آواز سی محر صرف کن آکھیوں سے زیب النماکو دیکھنے پر اکتفاکیا۔ وہ اس وقت رک کر اپنا راستہ کھوٹا کرنے کے موڈ میں نمیں تھا۔

"نخرے تو دیکھو اس کے۔ دیکھتا بھی نہیں ہماری طرف۔ مطلی ہے مطلی۔" نیب النسانے جل کر کما "اپنا مطلب ہو تو کیسے آکر خوشاریں کرتا ہے ہماری۔ آنے دے باتی کو۔ آج انہیں بتاؤں گی کہ تو کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔"

چندو کی چال کی بے نیازی اور نمایاں ہو گئی۔ پلٹ کر دیکھنے کا بھی سوال نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔



گل سے نطلتے ہی اس کی چال تبدیل ہوگئ۔ تک گلی اور چوڑی سوک میں میں تو فرق ہوتے کا احساس ہوتا ہے اور سوک پر اپنا آپ بہت برا اور بہت چھیلا ہوا لگنے لگتا ہے۔

چندو نے گمری سانس لے کر سینہ پھلا لیا۔ گل سے چوڑی سے سڑک اسے اس لئے بھی اچھی ایکی پند نہیں تھا۔ لئے بھی اچھی لگتی تھی کہ وہ کچی تھی۔ کی سڑک پر چلنا اسے بالکل پند نہیں تھا۔ سڑک پر گل کے مقابلے میں رونق تھی۔ اگرچہ روز کے مقابلے میں کم تھی۔ اس کچی سڑک پر دو رویہ وکانیں تھیں۔ یہ سڑک آگے جا کر مین روڈ سے ملتی تھی۔ وہیں بس اسٹاپ بھی تھا۔

چندو کی چال میں ہانکین آگیا۔ اب وہ اس انداز سے چل رہا تھا میسے کوئی پولیس والا اپنے علاقے میں پڑولنگ کر رہا ہو۔ چلتے چلتے اسے پھر ایک چھینک آئی۔ اس کے بعد دو مری چھینک بھی آئی تھی۔ یہ عجیب بات تھی کہ اسے ایک چھینک بھی میں آئی تھیں۔ میس آئی تھیں۔

اسے اپنے نقنوں کے نیچے نمی کا احساس ہونے لگا۔

"ارے چندو' چھیکیں آ رہی ہیں تجھے۔" ایک وکان دار نے پکارا "نزلہ زکام ہو جائے گا بگلے۔ برسات کے موسم میں ایسے نہیں پھرتے۔ احتیاط کیا کر۔"

چندو نے سر گھما کر بوے باد قار انداز میں دکان دار کو دیکھا۔ اس لیمے پھر دو چھنکیں آئیں۔ اس کا باد قار انداز ملیامیٹ ہو گیا۔ چھیکیں ہوتی ہی ایسی چز ہیں۔ لجلیا کر کے رکھ دیتی ہیں۔ چندو نے دکان دارکی طرف دیکھتے ہوئے بدی مشکل سے سر ہلا کر گویا اس کی بات کی رسید عطاکی ادر آگے چل دیا۔

"چندو کو زکام ہونے والا ہے۔" وکان دار نے بری فکر مندی سے اپنے بروی کو مطلع کیا۔

"برسات میں اس طرح نکنا ہی نہیں چاہیے۔" دوسرے دکان دار نے تبعرہ کیا "بیه زکام بہت بریشان کرتا ہے۔"

"اور کیا مرچندو کو کون سمجھائے۔ بے پروا ہے بے پروا۔ بیار ہوگا تو پا چلے

"الى باتى منه سے نہيں نكالتے يار۔ تحقیم تو پا ہے، وہ بابى كى جان ہے۔۔۔ اكلو آ بيٹا ہے ان كا۔"

چندو کو ان تبصروں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ آگے بردھتا رہا۔ دین مجمد کی وکان کے قریب پہنچ کروہ ٹھنگ گیا۔

C

اس علاقے میں دین محمد کی وکان سب سے زیادہ چلتی تھی۔ مشہور تھا کہ کمی چیز کی بھی ضرورت ہوا ، وین محمد کی وکان پر ضرور ملے گی۔ دین محمد بیٹے کی نعمت سے محروم تھا اور اب وکان اس سے اکیلے سنبھالی نہیں جاتی تھی۔ بری تلاش کے بعد اسے اپنے مطلب کا ایک ایمان وار لڑکا مل گیا۔ یہ تمین دن پہلے ہی کی بات تھی۔ لڑکے کی عمر اٹھارہ انیس کے لگ بھگ تھی۔ وہ بہت تندرست اور توانا تھا۔ بری بری بوریاں اٹھا کر ادھر سے اوھر رکھ وینا اس کے لئے کوئی مسئلہ می نہیں تھا۔ دین محمد نے اپنا ہے تھی باتھ بٹانے کے لئے اسے رکھ لیا۔

ابھی کچھ ہی دیر پہلے دین محمد کو خیال آیا کہ بادام اور پستے جس طرف رکھے ہیں وہاں تو پُکا لگتا ہے۔ اس نے جاکر دیکھا۔ چیزیں فیکے سے محفوظ رہی تھیں مگر سیلن کا اثر بسرحال ہوا تھا۔

دین محمد نے باہر دیکھا۔ وحوب نکل آئی تھی "ویکھ بیٹا کامل ایہ ڈرائی فروٹ کی بوریاں باہر وحوب میں رکھ دے۔" اس نے اڑکے سے کما "اور پھریہ جو پیچھے فیکے کا بانی جمع ہے اس سے اس خوش کے ذرا پوچھا لگا دے۔ میں استے میں گھرسے کھانا لے کر آآ ، موں۔ فرش بالکل خلک کر دیتا۔"

"اجِها بھائی جی !" کامل نے کہا۔

دین محمہ جا گیا۔ کال نے پچلے جمے میں جاکر ڈرائی فردٹ کا جائزہ لیا۔ دہاں بادام بے اور افردٹ کی جائزہ لیا۔ دہاں بادام بے اور افردٹ کی گری ایس چیزیں تھیں، جو سیان سے متاثر ہوئی تھیں۔ اس نے حب نوت پہلے چکنے کی رسم اداکی پھر ایک ایک کر کے بوریاں باہر لایا۔ انہیں دھوب میں رکھنے کے بعد اس نے تیوں چیزیں تھوڑی تھوڑی تھوڑی کی جیب میں رکھیں اور

پانی سوتے ' پوچا لگانے اور فرش خنگ کرنے کے لئے اندر چلا گیا۔ اسے چندو کی آمد کا پا ہی نہیں جلا!

 C

چندہ پہلے تو طنکا۔ پھراس کے نصنے پھڑکنے گئے۔ آنے والی دو چھینکس اس کے سلم ہے خود بہ خود حذف ہو گئیں۔ اس نے آگے بردھ کر تینوں بوریوں کا معائنہ کیا۔ بادام 'پتے اور سب سے بردھ کر اخروث کی گری۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چندو ندیدا نہیں تھا اور یہ بھی نہیں کہ ڈرائی فروث اس کے لئے خواب جیسی کوئی چیز ہو۔ باجی یہ سب چیزس اے روز ہی کھلاتی تھیں گر ہر چیز صاب کتاب سے ملتی تھی۔ جب کہ چندو کا جی چاہتا کہ ایک بار تو ان چیزوں سے لباب بھر جائے۔ پیدو ہے حد لاؤلا تھا۔ باجی اس کے لئے پچھ بھی کر سمتی تھیں۔ گروہ اسکول فیچر بھی تھیں۔ گروہ اسکول فیچر بھی تھیں۔ کس وقت وہ چندو کو سمجھاتیں 'پوسی تھیں۔ جس وقت وہ چندو کو سمجھاتیں 'پوسی تھیں۔ جس وقت وہ چندو کو سمجھاتیں 'پوسی کی گئی کہ کلاس کو پچھ ذبین نشین کرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایسے میں پڑوی ایک دوسرے سے کتے۔ باجی چندو کی کلاس لے رہی ہیں۔

بابی کو را سے بال کی گری دیتیں۔

بابی کن کر چندو کو سات بادام 'سات پنے اور تین اخروٹوں کی گری دیتیں۔

اس کے نتیج میں چندو کی طلب بھڑک اٹھتی تو وہ اسے سمجھاتیں "دیکھو چندو' میرے
بیٹے' اعتدال بری چیز ہے۔ اعتدال ہر نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ اعتدال میں ہی

ماذہ ہے۔ سے۔"

چندو اپنی بری بری آنکھوں میں التجا سجائے انہیں کمنا رہتا۔ "بیٹے" آدی
اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے تو بری سے بری نعت کو بھی اپنے لیے زحمت بنا
لیتا ہے۔" بابی کا لیکچر جاری رہتا "اب اخروث کی گری بی کو لے۔ زیادہ کھائے گا تو
پافانے میں خون آنے گئے گا۔ ڈاکٹروں کے چگر آئیس گے۔ کڑوی دوائی ملے گی اور
طبیعت ٹھیک ہونے تک کھانے کی چھٹی۔ بادام بھی گری کرتا ہے۔ حکما نے سات
بادام کا فائدہ جایا ہے اور اس کے بعد ہر بادام فائدہ کم کرتا اور نقصان برھاتا ہے۔"

سو ڈرائی فروٹ کی بوریاں دکھ کر چندہ کو ایبا لگا کہ اس کا خواب سچا ہوگیا ہے۔ سب سے پہلے وہ افزوٹ کی گری پر پل پڑا۔ گرید نہیں تھا کہ بادام اور پستوں کے معاطے میں اس کے کفران نعمت کیا ہو۔ اسے دنیا و مافیما کا ہوش ہی نہیں رہا۔ اچا تک کمی نے اس کی گردن کچڑئی۔ گرفت بہت سخت تھی۔ اندازہ ہو آ تھا کہ گردن کچڑنے والا کوئی جان وار آوی ہے۔ چندو کے لئے یہ بات نئی تھی۔ آج تک کمی کو اس طرح کی جرات نہیں ہوئی تھی۔

چندو نے جھرجھری می لی' پھر زور لگایا۔ اس کی گردن آزاد ہوگئ۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کامل اس کے سامنے کمڑا تھا۔ وہ اس سے بڑا بھی تھا اور جان دار بھی۔ چندو بے خونی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

ابے باپ کا مال سمجھ کر کھائے جا رہا ہے۔" کائل غرایا۔ "ایک ایک بیر۔ نکلواؤں گا تیرے باپ سے۔" اس نے پھر چندو کی گردن کی طرف ہاتھ بردھایا۔

چندو بہت غیر محموس طور پر تھوڑا سا پیچے ہنا۔ گردن ہاتھ میں نہ آنے کی وجہ سے کامل کا توازن تھوڑا سا جُڑا۔ ای لیے چندو نے ایک ککر اس کے سینے پر رسید کدی۔ کامل کم از کم چار فٹ پیچے جاگرا۔ اب وہ چت پڑا آسان کو دیکھے جا رہا تھا۔
کامل کی سمجھ میں ہی کچھ نہ آیا کہ سے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اس کر میں اتن قوت تھی کہ اسے لگا' دو ایک پہلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ آکھوں کے سامنے آسان پر اسے ستارے ناچے نظر آرہے تھے۔ مقام شکر تھا کہ اس وقت کوئی راہ گیر نہیں تھا۔ دکان دار بھی معروف تھے۔ کی نے اس کا سے تو بین آمیز تماشا نہیں دیکھا تھا۔ وکان دار بھی معروف تھے۔ کی نے اس کا سے تو بین آمیز تماشا نہیں دیکھا تھا۔ اس کا چندو مداخلت کار سے نمٹ کر پھر ڈرائی فروٹ کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ اس کا

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

انهاك ديدني تھا۔

کال کو سنبطنے میں کچے در کی۔ جب تک وہ بے بس بردا اسان کو تک رہا تھا تب تک تو خربت تھی مر درا ساستبطتے ہی اس کا وجود غصے اور اشتعال سے بمرتے لگا۔ وہ اٹھا اور اس نے سر جھنک کر وہاغ پر چھائی ہوئی دھند کو صاف کیا۔ یہ دیکھ کر ، اس کا خون کھول اٹھا کہ چندو پھرای مشغلے میں منهمک ہوگیا ہے۔

وہ دبے پاؤں چندو کی طرف بردھا۔ اس نے مضبوطی سے چندو کے ودنوں کان تهام ليے اور غراكر كما "اب ويكمنا مول بينا تحقيد دماغ تھيك كردول كا-"

باجی بس سے اتریں اور اس سوک کی طرف چل دیں ، جو ان کے گھر کی طرف جاتی تھی۔ وہ سر جھکائے ہوئے چل رہی تھیں۔ ان کے قدم وهرے وهرے اٹھ رہے تھے۔ اسکول کے بچ انہیں تھکا دیتے تھے۔

گر چرجو انہوں نے نظریں اٹھا کر سامنے کی ست دیکھا تو پہلے ان کے قدم تیز ہوئے پھر وہ با قاعدہ دوڑنے گیں۔ برقع پنے ہوئے دوڑنا عجیب معلوم ہو تا ہے۔ اس کے لئے تو دوڑنا ہی ناقابل تصور تھا۔ محر جو منظر انہوں نے دیکھا تھا' اس کے بعد انهیں تمی بات کا خیال نہیں رہا تھا۔

وہ باننے لکیں۔ وہ چیخنا چاہتی تھیں۔ ارے بد بخت سے کیا کر رہا ہے۔ میرے نازوں کے لیے بیٹے پر ہاتھ اٹھا آ ہے مگر ہاننے کی وجہ سے ان کے لیے منہ سے ایک لفظ نکالنا بھی نامکن تھا۔ البتہ میں الفاظ ان کے اندر چلا رہے تھے۔ جسم کی دیواروں سے مر مکرا رہے تھے۔

وہ آندھی طوفان کی طرح کامل کے سر پر پہنچیں۔ جو مضبوطی سے چندو کے دونوں کان تھامے اس سے اہانت آمیز مفتگو کر رہا تھا۔ مجھی وہ اس کے پھول سے رخماروں پر تھیر بھی رسید کر دیتا۔ اسے پائی نہ تھا کہ کوئی سائیکون اس کی طرف

باجی نے اپنا بیک اندھا دھند تھماکر مارا جو کائل کے مریر لگا۔ ای افاد سے

بو کھلا کر اس نے چندو کے کان چھوڑ دیے۔ اتن در میں اس کے جم کے مختف حصوں یر تین چار بار بیک کا ہنٹر بڑچکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سراور چرے کو یناہ دیتے ہوئے "طوفان کے مرکز" کو دیکھا۔ برقع پوش کو دیکھ کر وہ اور بو کھلا گیا۔ "آ آپ کول مار ربی بین مم سد مجھے؟" "میں تو تیرا خون بی جاؤں گی الو کے سٹھے۔" باجی وہاؤیں۔ "بب بات كيا ہے؟"

"ميرك بيني كو مار رہا ب اور چر پوچھتا ہے كه بات كيا ہے_" ".... یه هارا دُرانی فروٹ کھا رہا تھا۔" کال نے فریاد کی۔ ''نو ہے کون؟''

"میں اس وکان پر ملازم ہوں۔"

"جو جرات اس وکان کا مالک نہیں کرسکیا وہ تو نے مازم ہو کر کی ہے۔" باجی نے پھر بیک کا کوڑا چلایا۔

اس دوران چندو مجھی باجی کو دیکھا اور مجھی کامل کو۔ اس کی نظروں میں اور اس کے انداز میں بری معصومیت تھی۔

"وكان ميرى ذم دارى ب المال-"كال في كما

"المال ہوگی تیری ماں۔" باجی کا غصہ اور بردھ گیا۔ وہ باجی تھیں سب کی۔ انہیں امال کنے کی ہمت مجھی ممی بچے نے بھی نہیں کی تھی" اور یہ وکان تیری ذھے واری ہے ایں - دین محمد کمال ہے۔" "وه جي ڪهانا لينے گھر مجتے ہيں۔"

" فيرسد تجفي توين زنده نهيس جهو رول كي-" باجي پهر شروع مو كئين-

دین محمد نفن کیریر لے کر گل سے نظا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اے ایا مظرویکھنے کو ملے گا۔ دکان کے سامنے باجی بیک کو کوڑے کی طرح محمامحما کر کائل کو مار رہی تھیں اور کائل بندروں کی طرح امھیل کود کرکے خود کو بچانے کی

کوشش کر رہا تھا۔ سب سے بڑا ستم ہے کہ چندو ڈرائی فروٹ کی تین بوریوں کو باری باری ادر بے حد خشوع و خضوع سے نواز رہا تھا۔

یہ ہوش رہا منظر دیکھتے ہی دین محمد کے تو اسپرنگ لگ گئے۔ وہ اتنا تیز دوڑا کہ زندگی میں بھی نمیں دوڑا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ پھرتی سے باجی اور کامل کے درمیان آگیا۔ اس کے نتیج میں باجی کے بیگ نے اس کی بھی تواضع کرڈالی۔ ہانپ رہا تھا۔ ابتدا میں اس سے پچھ بولا بھی نمیں گیا۔

باجی کو تو کئی سینڈ بعد یہ احساس ہوا کہ ان کے سامنے دین محمد آگیا ہے۔ انہوں نے ہاتھ روکا۔

"کیا ہوا بابی؟ بات کیا ہے؟" دین محمد نے ہائیتے ہوئے پوچھا۔
"یہ لڑکا کون ہے؟" بابی نے جواب دینے کے بجائے جو اب طلبی کی۔
اپنا ہاتھ بٹانے کے لئے رکھا ہے بابی !"
"ہاتھ بٹانے کے لئے یا شرفا کے بچوں پر ہاتھ چھوڑنے کے لیے؟"

"کیا مطلب؟ آپ بات تو ہاکیں باجی-"
" یہ میرے چندو کو مار رہا تھا۔ اس کے دونوں کان ایسے بکڑے تھے تصائی نے
کہ" باجی کا گلا رندھ گیا۔

دین محمر نے ایک نظر چندو کو دیکھا' جو اس وقت اخردت کی مری سے کام و دبن کی تو ایک نظر چندو کو دیکھا' جو اس وقت اخردت کی مری سے کام و دبن کی تواضع کر رہا تھا۔ بھروہ کامل کی طرف مڑا' جو حواس باختہ کھڑا تھا ''کیوں بھی کامل' یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ تو چندو کو مار رہا تھا۔"

" بھائی جی ' یہ ڈرائی فروٹ ایسے کھا رہا تھا' جیسے سونف کی پھنگی لگا رہا ہو۔ میں نے روکا تو اس نے مجھے کر مار کر گرا دیا۔" کائل نے فریاد کی۔ بابی نے بھر بیک محمایا " تجھے تو میں ٹھیک کرکے رہوں گی۔"

"باجی معاف کریں۔ نیا ہے نا۔" وین محمد نے سفارش کی۔ "نہ آپ کو جانا ہے نہ چندو سے واقف ہے۔ معاف کریں!"

' ' ''اے معاف کردوں۔ یہ چندو کے ساتھ بدسلوکی کر رہا تھا جب کہ چندو کو مجھی میں نے پھولوں کی چندو کو مجھی میں نے پھولوں کی چھڑی ہے۔''

"بن تو ٹھیک ہے۔ میں اسے نوکری سے فارغ کرتا ہوں۔" دین محمد نے خشکیں لہج میں کما بھروہ کامل کی طرف مڑا اور بائیں آکھ دباتے ہوئے بولا "جا اب بھوکا مر۔ مجھے کیا۔ میں تو تین دن کے پہنے دے کر تجھے رخصت کردوں گا۔ اب تو جان اور تیرے بھائی بن جانیں۔"

کال نے جو اشارہ پایا تو بوری اواکاری شروع کردی "جمائی جی سے ظلم نہ کرد۔ ممارے تو گھریں فاقے ہو جاکیں گے۔"

"میں کچھ نہیں کرسکتا۔" دین محمد نے سرد کہتے میں کما "تو نے باجی کو خفا کیا" چندو کو مارا۔ مجھے اب تجھ پر رحم نہیں آسکتا۔" حالال کہ وہ اتنا جان دار ملازم نہیں کھونا چاہتا تھا۔

اتی در میں بابی کے چرے کے عصلات نرم ہو بھی تھے۔ وہ کامل کی طرف مرس "تو بت غریب ہے بیٹے؟" انہول نے بے صد نرم لیج میں پوچھا۔

کال نے منہ لئکایا اور اثبات میں مرہلا دیا "اب ہمارے گھر پھر فاقے شروع ہو جائیں گے۔" اس نے لہج میں رفت پیدا کرنے کی کوشش کی "ہم سات بھائی بمن بیں باجی۔" اس بار اس نے باجی کو امال کمنے کی غلطی بھی نہیں گی۔

"ایا نہیں ہوگا۔" باجی نے کہا اور دین محمد کی طرف مرس۔ "اسے نہ نکالو۔ یہ تو ظلم ہوگا۔"

"ظلم تو اس نے کیا ہے۔ میں اسے نہیں رکھوں گا۔" "میری خاطر رکھ لو ہے۔"

خاصی رد و قدح کے بعد دین محمد راضی ہوگیا "جا تجھے باجی کی خاطر بخشا۔ چندو بابا کو بیار کر۔"

کائل نے فورا" چندو کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کی پیشانی پر ایک بوسہ بھی رسید کردیا "سوری چندو بابا!"

ا تن در بعد کہلی بار باجی نے چندو کی طرف دیکھا "ارے چندو' اتنی بدتمیزی! کتی بار بھے سمجھایا کہ پوچھے بغیر بھی کمی کی چیز نہیں کھاتے۔ کھے تو میں گھر چل کر دیکھوں گی۔ جل اب سیدھا گھر چل۔ چل فورا۔" اور صاحب بولے۔

" بي سب كمنا آسان ب- آپ لوگول كاكيا مجزا ب- نقصان تو ميرا موا ب-" دينو كاپيانه صرلبريز مونے لگا۔

و کتنا نقصان ہوا ہے ' بتا دو۔ ہم پورا کردیں گے۔ " ایک اور صاحب بولے ووگر اب چندو کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کمنا۔"

رین محمد بهت اچھا دکان دار تھا۔ جانتا تھا کہ جھگزالو بین دکان داری کو تباہ کر دیتا ہے۔ وہ تو تبھی سمی سے اونچی آواز میں بات بھی ضمیں کرتا تھا اور یمال تو معاملہ چندو كا تھا، جس سے بورا علاقہ محبت كرما تھا۔ وہ تين سو روپ كى خاطر وكان چوپ كرنا سراس خارے کا سودا تھا۔ اس نے جلدی سے پینترا بدلا "کیسی باتیں کرتے ہیں اشفاق بھائی۔ بیٹے کی اہمیت کو مجھ سے زیادہ کون سمجھتا ہوگا۔ میں اس چیز کے یمیے لوں گا'جو چندو نے کھائی ہو۔ توبہ توبہ۔" وہ اپنا منہ پیٹنے لگا۔

ٹھیک ای وقت شرکے ایک اور علاقے میں' ایک گھرمیں سلی بیم میز پر کھانا لگا رہی تھیں۔ بجے اسکول سے واپس آکر ہاتھ منہ وھو رہے تھے "آجاؤ بھی" کھانا کھالو۔" انہوں نے پکارا۔

تین ماله فیاض پہلے ہی انچل کر کری پر بیٹھ گیا۔ "ای جلدی سے کھانا دیں۔ مجھے بہت بھوک ملی ہے۔"

"وراسا مبر كراوبيد - آيا اور بهائي آجائين-"سلى بيم نے اسے تىلى دى-اتن دریمین اسکول سے آنے والے دونوں بچ بھی ڈائنگ ٹیبل پر آبیٹھ۔ سلمی بیم نے ڈش پہلے نو سالہ میمونہ کی طرف بردھائی" آپ لیس نا ای۔" میمونہ نے

"تم نکالو۔ میں لے لوں گی۔"

میمونہ نے وش کا ڈھکنا اٹھایا۔ ایک لیح کو اس کے چرے پر مایوی جھلی مگر فورا " بى ده تاثر مك كيا- ملى بيكم اس بت غور سے ديكھ ربى تھيں- ده مسكرا ديں چندو نے بری معصومیت سے باجی کو دیکھا جیسے اس کی سمجھ میں ان کے غصے کا سبب نہیں آرہا ہو۔ بھراس نے کامل وین محمد اور ان تمام لوگوں کو دیکھا جو اتن ور میں جمع ہوگئے تھے۔ اس کے بعد اس نے باجی کو شکایت بھری نظروں سے دیکھا کہ وہ اسے اتنے سارے لوگوں کے سامنے ڈانٹ رہی ہیں۔

"سنا نہیں تونے۔ گھر چل۔"

اس بار چندو بلنا اور سر جھاتے ہوئے واپس چل دیا۔ اس کی جال سے شرم ساری کا اظهار ہو رہا تھا۔ اس کے بیچیے بیچیے باجی بھی چل دیں۔

ان کے جانے کے بعد دین محمد نے شرمندگی سے جمع ہونے والوں کو دیکھا۔ وہ مب محلے ہی کے لوگ تھے۔

"ب سب كيا تفا بمائي جي؟" كامل نے وين محمر سے بوچھا۔ اس كے ليج ميں حیرت ہی نہیں' جانے اور کیا کیا تھا۔

"تو نمیں سمجا۔ ان باجی کو بہ گوارا نمیں کہ کوئی ان کے چندو کو شیرهی نظر ے بھی وکھے جب کہ تونے توات مارا تھا۔"

''مگر بھائی جی"

"اب تو دماغ نه کھیا۔ جا اپنا کام کر۔" وین محمد نے اسے ڈپٹا۔ وہ وکان میں چلا گیا تو دین خمے نے تماشائیوں سے کما "ویسے یہ زیادتی ہے باجی کی۔ چندو نے میرا بت نقصان کیا ہے۔" یہ کم کر اس نے بوریوں کا جائزہ لیا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ بادام ' پتے اور اخروٹ کی گری میں کتنی کمی واقع ہوئی ہے۔

"كيول بهيئ كيا نقصان موا بي؟" ايك صاحب في بوجها- وه باجي كي كل من ہی رہتے تھے۔

"ابی سے بادام ' پتے اور افروث کی مری سب متلی چین ہیں۔ کتنا کما کیا کم

"دينو' زبان سنبحال كے" ايك صاحب في اس للكارا۔ "چندو مارے لئے بھی بیٹوں کی طرح ہے۔"

"اے تو اللہ نے بیٹے سے محروم رکھا ہے۔ یہ کیا جانے بیٹے کی محبت..." ایک

" چلو ' اب تم دونوں اپ بید روم میں جاکر سو جاؤ۔ " سلمی بیکم نے دونوں میں جاکر سو جاؤ۔ " سلمی بیکم نے دونوں میں

" مجھے نیز نہیں آرہی ہے اماں!" فیاض بولا۔ " ٹھیک ہے ' اشعرتم سو جاؤ۔ پھر اٹھ کر ہوم ورک کرلیا۔"

اشعرائ بیر روم میں چلا گیا۔ میمونہ نے برتن دھلوانے میں مال کی مدد کی۔ فیاض ادھر ادھر ڈولٹا پھرا۔ پھراس نے کہا "ای میں آنگن میں سائیل چلا لول؟"

«حِلا لو<u>سٹے۔</u>»

"بنت اچھا کیا آپ نے۔ بھی کوئی کام نہ ہو تو میرا بھی ول گھبرانے لگتا ہے۔ آئے ورائک روم میں بیٹھے ہیں۔"

دونوں ڈرائگ روم میں چلی آئیں۔ ڈرائگ روم کی آرائش دیکھ کر صغیہ کی آئی ہے ۔ "انہوں نے ستائش لیج میں کہا "صوفے تو بہت ہی خوب صورت ہیں۔ "

"جي ٻاں-"

صفیہ ٹی وی ٹرالی کی طرف متوجہ ہوگئی "اوہ یہ سونی ۲۱ انچ ہے نا؟" "جی ہاں۔" سلمی بیکم کو وحشت ہونے گلی "یہ بتائیں" چائے پیکس گی یا مصندا؟"

" تکلف کی ضرورت نہیں۔ آپ بیٹھیں۔ میں تو باتیں کرنے آئی ہوں۔" "باتیں کرلیں گے۔ آپ بائمی تو۔" "عائے یا دس۔" مراس مسراہٹ میں وکھ بھی تھا۔ ان کی بچی وقت سے پہلے بڑی اور سمجھ وار ہوگئی تھی۔ تھی۔

میونہ نے پلیٹ میں سالن نکالا اور روثی لی پھراس نے ڈش چھ سالہ اشعر کی طرف بردھا دی "ای!" اشعر کے لیج میں احتجاج تھا۔

سلمی بیم سبب جانتی تھیں۔ ان کا دل کٹ کر رہ گیا "سبیٹے" میری جان" کھانا کھالو اور اللہ کا شکر ادا کرد۔"

اشعرنے خاموشی سے سالن نکالا بہت تھوڑا سا۔ اس کے انداز میں بے دلی تھی۔

"اور او احجی طرح کھانا کھاؤ۔" "بس ای' زیادہ بھوک نہیں ہے۔"

سلمی بیگم کو اندازہ تھا کہ بھوک کتنی تھی ... اور اس کے اڑنے کا سبب کیا ہے۔ وہ ملول ہو کر اسے دیکھتی رہیں۔ بھرانہوں نے اپنی پلیٹ میں سالن نکالا' روثی لی اور پہلا نوالہ تو ژکر فیاض کی طرف بڑھایا "لو بیٹے' منہ کھولو۔"

"امی میں یہ نہیں کھاؤں گا۔ مجھے گوشت چاہیے۔" تین سالہ فیاض کو حالات سے غرض نہیں تھی۔ مبر کا مفہوم اسے نہیں معلوم تھا۔ وہ تو بس ول کی بات کمہ رہا تھا۔

"آج بیہ کھالو۔ میرا وعدہ ہے کہ سمی دن منہیں جی بھر کے موشت کھلاؤں میں۔" سلی بیٹم نے کہا "اب منہ کھولو۔"

"آپ روز ين كهتى بين- آج مين كوشت كماؤن كا بس-"

"بیٹے" کچھ دن صبر کرلو۔ میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی۔ اچھا کل میں محوشت سے بھی زیادہ مزے کی ایک چیز لکاؤں گی۔"

گوشت سے زیادہ مزے کی کوئی چیز شیں ہوتی۔ میں تو گوشت ہی کھاؤں گا۔" ض نے ضد کی۔

سلمی بیگم نے بہلا بھسلا کر فیاض کو کھانا کھلایا۔ انہوں نے اصرار کرکے اشعر کو بھی ٹھیک طرح سے کھانا کھایا تھا۔ بھی ٹھیک طرح سے کھانے کھانا کھایا تھا۔

سلمی بیم کچن میں گئیں اور چائے بنا کرلے آئیں۔ چائے کی پیالی انہوں نے سائیڈ میبل پر رکھ دی۔ سائیڈ میبل پر رکھ دی۔ "آپ نہیں پیس گی؟"

"من تو ابھی کھانے کے بعد چائے پی کر بیٹھی ہوں۔ ایسی عاوت ہے کہ کھانے کے بعد چائے بی کر بیٹھی ہوں۔ ایسی عاوت ہے کہ کھانے کے بعد چائے کے بغیر رہا ہی نہیں جا آ۔" سلمی بیٹم نے کما۔ حالا نکہ وہ پریثان تھیں۔ چائے کی تی اور چینی دونوں ختم ہونے والی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ صبح تک کام چل سکا تھا۔

"آپ کا گھر اور گھر کی ہر چیز مجھے بہت اچھی گلی ہے۔" صغیبہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کما "آپ کا ذوق بھی بہت اچھا ہے۔"
"جی شکریہ۔"

"الله بيه دے تو ذوق بھی دے ورنہ میں نے تو برے برے بے وطف لوگوں کے پاس دولت ضائع ہوتے ویکھی ہے۔"

"الله كاشكر ب بن- اس كاكرم ب-" سلى بيكم في ول بين المحف والى ليس كو دبات موئ كها-

عین ای وقت شرکے ایک بہت برے یہم خانے میں بچوں کو کھانا ویا جا رہا تھا۔ تھا۔ بچوں کی لبی قطاریں تھیں۔ باورچی پلیٹ میں پتلی وال ڈال کر رکھے جا رہا تھا۔ میم خانے کا ایک ملازم سامنے آنے والے بچے کو روٹی کھڑا آ۔ بچہ وال کی پلیٹ اٹھا آ اور ایک طرف جا بیٹھا۔

اصغرنے پہلا لقمہ توڑا ہی تھا کہ اس کی نظر اختر پر پڑی۔ وہ کھانا لینے بھی نہیں گیا تھا اور مند پھلائے بیٹھا تھا "تم کھانا نہیں کھاؤ گے؟"

"نبیں۔ مجھے یہ پلی وال نہیں کھانی۔" اختر نے تند کہے میں کما۔ " اختر نے تند کہے میں کما۔ "تو اور کیا کھاؤ کے؟"

"میں گوشت کھاؤں گا۔" "وہ کمال سے ملے گا؟"

"جھے بتا ہے 'باور چی خانے میں ہر روز گوشت ہو تا ہے۔ گوشت بکتا ہے۔" "گروہ ہمارے لئے نہیں ہو تا۔" اصغر نے وکھے ول سے کما۔ "میں ابھی بات کروں گا۔"

امغرنے بمدردی سے اسے دیکھا اور بے دلی سے کھانا کھانے لگا۔

اخر ادر امغریں ابتدا ہی ہے دوستی ہوگئی تھی۔ دونوں ہم عمر تھے۔ ان کی عمر نو سال کے لگ بھگ تھی۔ انہوں نے ہوش یتیم خانے ہی میں سنبھالا تھا۔ اس سے پہلے کا انہیں پھھ یاد نہیں تھا۔ دونوں کے مزاج میں بہت فرق تھا ای لئے ان کی دوستی پر سب حرت کرتے تھے۔ اخر بہت تیز و طرار ادر چالاک تھا۔ وہ ضدی اور خود سمر بھی تھا ای لئے اس کی اکثر پائی بھی ہوتی تھی۔ اس کے بر عمس امغر ڈرپوک تھا۔ وہ

میرے۔" اصغر نے برے پیار سے کما۔ "تو چپ رہ۔ میں وال نہیں کھاؤں گا۔"

مر پنچ کر باجی نے واقعی چندو کی اچھی طرح خبرلی۔ ایبا کم بی ہو تا تھا۔ وہ تو ان کا لاڈلا تھا۔ وہ ان کی آنکھوں کا نور ول کا سرور اور زندگی کی رونق تھا۔ وہ تو اسے دکھے کر جیتی تھیں۔ کسی بوی سے بوی شرارت پر بھی انہوں نے کبھی اسے مارا نہیں تھا۔ معالمہ نا تابل برداشت ہو تا تو وہ اسے خوب ڈانتیں اور کبھی سزا بھی دیتیں۔ سخت ترین سزا وہ اسے آج دینے والی تھیں۔

وہ مجت یک طرفہ نہیں تھی۔ چندو بھی ان سے محبت کریا تھا۔ وہ ان کا ایسا فرماں بردار تھا کہ مجھی انہیں کوئی بات دہرانے کی ضرورت نہیں بڑی۔ وہ ان کی ہر بات نہ صرف سجھتا تھا بلکہ جانیا تھا۔

اس وقت بھی وہ سمجھ کمیا تھا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے اور باجی غصے میں ہیں۔ وہ سرجھکائے چلتا ہوا گھر آیا تھا۔

گریں داخل ہوتے ہی باجی نے کما "چندو" آپ میرے کمرے میں چلیں۔" چندو مجرموں کی طرح مرچھائے ان کے کمرے میں چلا گیا۔ باجی نے اپنا بیگ ایک طرف رکھا اور اپنی مسری پر بیٹھ گئیں۔ چندو ان کے سامنے کھڑا تھا" چندو" آج آپ نے بری حرکت کی ہے۔ مجھے بہت شرمندگی ہوئی ہے۔"

چندو انہیں دیکھ رہا تھا گر جب انہوں نے چندو کی طرف ویکھا تو اس نے نظرس جھکالیں۔

"آپ نے باہر بلا اجازت کمی کی چیز کھا کر کیا ثابت کیا۔" باجی شدید غصے کے عالم میں آپ جناب کرتی تھیں "بی ناکہ آپ کے ماں باپ نے آپ کی اچھی تربیت نہیں کی اور یہ بھی کہ آپ کو گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ آپ بھوکے رہتے ہیں اس لئے آپ کو چوری کرتی پردتی ہے۔" وہ کہتے کہتے رکیں "جی ہاں یہ چوری ہے جناب۔ بغیر اجازت کے کمی کی چیز لینا چوری ہے اور اسلام میں اس کی مزا ہاتھ کاٹنا جناب۔ بغیر اجازت کے کمی کی چیز لینا چوری ہے اور اسلام میں اس کی مزا ہاتھ کاٹنا

تحمی ہے ابھتا ہی نہیں تھا۔

تمام بچ نمٺ گئے۔ کاؤنٹر خالی ہو گیا۔ کاؤنٹر پر البتہ دال کی پلیٹی اب بھی رکھی تھیں۔ اختر اٹھا اور اس طرف چل دیا۔ سبب

باور چی نے اسے حیرت سے دیکھا "تونے کھانا نہیں لیا۔"

"مجھے گوشت کھانا ہے۔"

باور چی کی آکھوں میں ایک بل کو جیرت جھکی اور پھر غصے کی چیک نظر آئی "دماغ ٹھیک ہے تیرا؟"

" محیک ہے۔ بس میں موشت کھاؤں گا۔"

"تو کھالیا۔ پہلے اپنا کوشت کاٹ کر مجھے وے ماکہ وہ میں تیرے لئے لکا دول۔" باور چی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"گوشت تو پکا ہے۔" اخر نے بوے سکون سے کما۔ "تم لوگوں نے کھایا بھی ہے۔ بیجے ہوئے میں سے مجھے بھی دے دو۔ تمہاراکیا جائے گا۔"

''بیہ جائے گا کہ تیری دیکھا دیکھی سب مانگیں کے اور بیٹیم خانہ مچھلی مارکیٹ حائے گا۔''

"تم مجھے نہیں دو کے تو بھی سب کو معلوم ہو جائے گا۔" اخر نے و همکی دی۔
"دھونس جما آ ہے۔" بادر چی کو غصہ آگیا "جا ... جا کے شاہ صاحب سے بات
کر۔ وہ مجھے گوشت کھلائیں گے اچھی طرح۔"

اخر کھیا گیا۔ شاہ صاحب یہم خانے کے منتظم سے۔ سب ان سے ڈرتے سے۔
ان کے کرے سے کمی بچ کا بلاوا آیا تو اس کا پیثاب خطا ہو جایا۔ شاہ صاحب بری
بدوردی سے مرمت کرتے سے اور سے مج کھال ایار کر رکھ دیتے ہے۔

"یہ وال لے جا' میں تجھے روئی ویتا ہوں۔ جا' کھانا کھا لے۔" باور چی نے نرم لیج میں کہا۔

" نہیں کھانی مجھے وال۔" اخر نے چلا کر کہا۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا گیا اور اپنی مجلہ جا

"کھا لو یار۔ تمهارے بھوکے رہے کا کمی کو دکھ نہیں ہوگا.... سوائے

ہے۔ مجھے بچے۔"

چندو شرم سار کموا تھا۔

"لین آپ سزا کے بغیر سمجھیں مے بھی نہیں۔ ہے نا بیٹے۔ تو آج پھر آپ کو سخت سزا ملے گا۔ اب آپ الیا بیجئے کہ اس کونے میں جائے اور دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو جائے اور جب تک میں نہ بلاؤں کیوں ہی کھڑے دہے۔"

چندو خاموثی سے کمرے کے اس کونے میں چلا گیا، جس کی طرف باجی نے اشارہ کیا تھا۔ دہ دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا۔ اس کے انداز تک سے شرمندگی ہویدا تھی۔ باجی نے ایک نظراسے دیکھا۔ اس کا ول فخراور محبت سے سرشار ہوگیا۔ آج کل ایسے سعادت مند بیٹے کمال ہوتے ہیں۔ چول بھی نہیں کی بیچ نے ادر کونے میں جاکر کھڑا ہوگیا۔

گر چند من بعد بابی کا دل دکھنے لگا۔ چندہ ساکت وصامت کوا تھا۔ دہ اپی مگر چند من بعد بابی کو اپنا دل مگھ سے ہلا تھا' نہ اس نے پہلو بدلا تھا۔ معصوم بچ کو ایس کری سزا ! بابی کو اپنا دل کتنا محسوس ہوا۔ ان کا جی چاہا کہ اسے بلائمیں اور لپٹا کر پیار کریں گر نہیں۔ انہوں نے سوچا' یہ سزا ضروری ہے۔ یہ بہلا موقع تھا کہ باہر کمی کو چندو سے نقصان پہنچا تھا۔ آئدہ ایسا نہیں ہوتا چاہیے اس لئے سزا ضروری ہے۔ گر اب ان کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ اسے یوں کھڑا دیکھی رہیں۔ وہ ادھر ادھر پھرتی پھریں۔ سوچا کوئی کام ہی کرلیں گر بچھ نہیں سوجھا۔ اچا تک انہیں خیال آیا کہ چندو نے جانے کتنا نقصان کیا ہوگا۔ اس کی خلاف پہلے کر دیں۔ انہوں نے بیگ کو شؤلا۔ اس میں چھ سوسے ذاکد ہوگا۔ اس کی خلاف پہلے کر دیں۔ انہوں نے بیگ انہوں نے چندو سے کہا "دیکھو چندو' روپ تھے۔ بیگ لے کر گھرسے نگلنے سے پہلے انہوں نے چندو سے کہا "دیکھو چندو' میں تیرا کیا دھرا بھگتے جا رہی ہوں۔ تو یہاں سے ہلا بھی تو بہت پٹائی کروں گی۔ میں والیں آؤں تو بہیں کھڑا سلے تو۔ سمجھ گیا۔ " اب جب کہ ان کا غصہ سرد ہو چکا تھا تو والیں آؤں تو بہیں کھڑا سلے تو۔ سمجھ گیا۔ " اب جب کہ ان کا غصہ سرد ہو چکا تھا تو والیں آؤں تو بہیں کھڑا سلے تو۔ سمجھ گیا۔ " اب جب کہ ان کا غصہ سرد ہو چکا تھا تو بین جناب کی بھی گوائش نہیں رہی تھی۔

چندو نے بلٹ کو ایک نظر انہیں دیکھا' سربلایا اور دوبارہ پہلے ہی کی طرح کھڑا ہوگیا۔ باجی گھرسے نکل آئیں۔ گلی میں چند قدم چلنے کے بعد انہیں خیال آیا کہ چندو موقع پاکر کونے سے ہٹ تو نہیں جائے گا۔ ذرا چل کر دیکھا جائے۔ حالاں کہ انہیں

چدو کی فرماں برداری پر اندھا بھین تھا مگر تربیت کرنے والے کو ایسے بھین پر انحصار نمیں کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کردہ گھر کی طرف پلیس "باجی 'چندو کیا ہے؟" حینہ نے انہیں لکار کر پوچھا۔ وہ اس وقت دروازے

> ں ہے۔ "میک ہے۔ بس ذرا بدتمیز ہوگیا ہے۔"

"ارے بابی اتنا تو نیک ہے۔"
بابی اپنے گھر کی طرف چل دیں۔ صحن میں پہنچ کر وہ دیے قدموں کمرے کی طرف گئی تھیں۔ وہ طرف گئیں اور جھانک کر دیکھا۔ چندد اس طرح کھڑا تھا 'جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھیں۔ وہ مسکرائیں اور پراعتاد قدموں سے گھرسے نکل آئیں۔

 C

بادری نظام نے ظاہر تو نہیں کیا لیکن در حقیقت وہ اخری ضد سے ڈر میا تھا۔
وہ جانتا تھا کہ اخر کتنا سرکش اور سخت جان لڑکا ہے۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ معاملات
کے مجڑنے سے پہلے شاہ صاحب کو سب پچھ بتا دینے ہی میں عافیت ہے۔ اس نے اس
سلسلے میں فیفو سے بات کی "دیکھو فیفو شاہ صاحب کو یہ بتانا ضروری ہے۔" اس نے
کما۔

'دکوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ چاتا رہتا ہے یہاں۔" نیفونے بے پروائی سے کما ''ایبا ہوگا تو لڑکے دھمکی بھی دیں گے۔ ہے تو یہ نیاوتی نا۔" یہ کہتے ہی نیفو کو احساس ہوا کہ اس نے بہت مخدوش بات کمہ دی ہے۔ شاہ صاحب تو اس کی بھی کھال کھنچ دیں گے۔ اس نے جلدی سے بات بنانے کی کوشش کی ''یہ دھمکیاں تو چلتی رہتی ہیں گر بھی پچھ ہوا نہیں۔"

"ليكن اس لؤكے كے تيور بهت خراب ہيں۔"

"ارے وہ اختر! وہ تو پرا ہے پدا۔ یماں تو برے برے ٹھیک ہو گئے۔"
"دہ ہے تو چھوٹا گرمیں جانتا ہوں وہ بہت خطرناک ہے۔"
نظام نے کما۔

دی باتیں چھوڑو۔ چدو میرا بیٹا ہے تسمارا نہیں۔ تھوڑے سے بادام پتے کے بدلے تم میرے بیٹے یں حصہ بٹانا چاہتے ہو۔ " باجی نے خراب لیج میں کما۔
بدلے تم میرے بیٹے میں حصہ بٹانا و وہ آپ ہی کا ہے۔ ہم تو اسے دیکھ کر خوش ہونے
"میر بات نہیں باجی۔ بیٹا تو وہ آپ ہی کا ہے۔ ہم تو اسے دیکھ کر خوش ہونے

والول میں سے ہیں۔"
" باجی نے زم لیج میں کما "مر میرے لیے تمارا یہ

نقصان بورا کرنا ضروری ہے۔"

دین محر سمجھ گیا کہ باجی نہیں مانیں گی "اب میں حساب کیسے لگاؤں باجی۔ چندو نے قول کر تو نہیں کھایا تھا۔"

باجی سوچ میں پڑ گئیں۔ بات دین محمد کی درست تھی "تم اندازے سے بتا دو۔
کی بیشی ہم دونوں اللہ کے سامنے ایک دوسرے پر معاف کدیں گے۔"
"میں تو کتا ہوں' اس کی ضرورت ہی نہیں باجی۔ گھر کی بات ہے۔"
"ضرورت ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری زندگی میں چندو کسی اور کی کوئی چیز

"تو پر جو جی چاہے اوے دیں۔" دین محمد نے مرے مرے لیج میں کما۔ باجی نے دو سو روپے نکال کر اس کی طرف بردھائے "اس کے بعد بھی اگر تمہارا حباب میرے طرف نکلے تو ابھی معاف کردو۔"

"بي تو زياده بين باجى-" دين محمد في احتجاج كيا-"بس ركه لو-" باجى في كما "اب مين چلتى مول-"

دین محد انہیں جاتے ہوئے دیکھا رہا۔ اس کی نگاہوں میں جرت تھی۔
اس بار بھی بابی دبے پاؤل گریں داخل ہوئیں اور کمرے کی طرف گئیں۔
چندو اس طرح کونے میں کھڑا تھا۔ صاف پا چل رہا تھا کہ وہ ہلا بھی نہیں ہے۔ بابی
نے بیک ڈریسر پر رکھا اور مسمری پر بیٹھ گئیں۔ اب کے انہیں چندو پر بری شدت
سے پیار آیا۔ "چندو اے چندو۔" انہوں نے محبت بھرے لیجے میں پکارا۔
لیکن چندو نے لیٹ کر نہیں دیکھا۔ ایک لیح کے لئے بابی کو گمان ہوا کہ چندو

ان سے ناراض ہوگیا ہے۔ مر فورا" ہی ان کے زہن نے اس خیال کو رو کر وا۔

"شاه صاحب تو ابھی ہیں نہیں۔ میں چاہتا ہوں 'تم ذرا اختر پر نظر رکھو۔"
"محک ہے۔ یہ میں کرلوں گا۔"

فیفو اختری تلاش میں نکلا۔ سب سے پہلے تو یہ پتا چلا کہ اختر نے صرف کھانے پینے سے ہی نہیں ، پڑھنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ وہ کمی سے بات بھی نہیں کر رہا تھا۔ ہربات کے جواب میں وہ یمی کہتا تھا کہ میں تو گوشت کھاؤں گا۔

نیضو نظام سے متفق ہو گیا۔ معاملہ واقعی خطرناک تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی ویر بعد نظام کو رپورٹ دیتا رہا۔

شام كو نظام في اسلام الدين سے جو شاہ صاحب كے وفتر كا انظام سنبال آقا، شاہ صاحب كے متعلق بوچھا "شاہ صاحب آتو كئے ہيں۔" اسلام الدين في بنايا "ليكن اس وقت ايك مهمان ہے ان كے پاس۔"

عام طور پر ایسے موقعول پر شاہ صاحب کو ڈسٹرب نہیں کیا جاتا تھا لیکن نظام کے نزدیک اخر والا معالمہ ایمرجنسی کا تھا۔ جیسے جیسے رات کے کھانے کا وقت قریب آرہا تھا' اسے ہول چڑھ رہا تھا' اسے شاہ صاحب سے جلد از جلد لمنا تھا۔

0

دین محد نے باجی کو روبرو دیکھا تو گھرا گیا۔ اس نے سوچا شاید کال کی برائی کی دوسری قبط منظر عام پر آنے والی ہے مگر پھر باجی کے چرے کو دیکھ کر اسے اطمینان موا۔ ان کے چرے پر نرمی ہی نرمی تھی۔

'کیا تھم ہے باجی؟'' اس نے مجر بھی ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ''تم یہ بتاؤ کہ چندو نے تہمارا کتنا نقصان کیا ہے۔''

"نقصان كيما باجى- نقصان تو ضائع ہونے والی چزكا ہوتا۔ جو پيد ميں كيا ،وه نقصان تو نسي كملائے گا۔" دين محمد نے كما "اور چندو تو ميرے ليے بھی بيٹے كی طرح ہے۔ آپ تو جانتی ہيں كه اللہ نے مجھے بيٹے سے نہيں نوازا ہے۔" اس نے لیج میں رفت سمونے كى كوشش كى۔

چندو بلٹ کر آیا اور ان کی پنڈلیوں پر بیشانی رگڑنے لگا۔

"آپ جیسے لوگ بوے اجر کا کام کرتے ہیں۔" شاہ صاحب صدیقی صاحب سے کمہ رہے تھے "تیموں کے مرپر ہاتھ رکھنا" ان کی مدو کرنا حضور صلی الد علیہ وسلم کو رہے دیں ہے۔"

ب پر ہے۔ ہیں۔ آپ ان "آپ خوش نصیب ہیں شاہ جی ! سرر ان کے آپ ہاتھ رکھتے ہیں۔ آپ ان کی دل جوئی کرتے ہیں۔ آپ ان کی دل جوئی کرتے ہیں۔ "مدیقی صاحب بولے "ہم تو بس پیمے سے مدد کرتے ہیں اور پیمہ تو آنی جانی چیز ہے۔ کبھی بہت جی چاہتا ہے کہ عملاً " بھی پچھے کوں۔ یہ لیجے اس ماہ سا کہ س

تاہ صاحب نے چیک کا جائزہ لیا اور مایوی سے بولے "وہی ایک لاکھ۔ ممثگائی اتنی برھ گئی ہے جناب کہ گزارہ مشکل ہوگیا ہے۔ پچھلے ماہ آپ نے فرمایا تھا"

" بجھے یاد ہے اور بجھے منگائی کا احساس بھی ہے شاہ صاحب " صدیقی صاحب کے لیجے میں نجالت تھی "آپ تو جانتے ہیں کہ ہم سات آدمی مل کریہ رقم دیتے ہیں۔ میں نے ساتھیوں سے بات کی تھی۔ وہ فی الحال رقم بردھانے کی پوزیش میں میں بیر ۔ "

"الله مالك ہے۔ وہى آبرد ركنے والا ہے۔" شاہ صاحب رفت آميز ليج ميں بولے والا ہے۔" شاہ صاحب رفت آميز ليج ميں بولے وال ہے وقت كا بھى فاقد نہيں ہونے ديا۔ يہ نوبت آئى تو ان بول سے والے ميرے اپنے بچ فاقد كريں گے۔" ان كى آئكھيں ؛ برا انكئيں۔

"آپ فکر نہ کریں شاہ صاحب!" صدیقی صاحب ان کا ہاتھ مقبتیاتے ہوئے کہا "میں نے کچھ اور لوگوں سے بھی ہات کی ہے۔ ایک دو ماہ میں رقم بڑھ جائے گی انشاء اللہ۔"

ای وقت دروازے پر دستک ہوئی اور اگلے ہی ملح نظام اندر آگیا۔ اس نے اوب سے دونوں کو سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔

"كيا بات ب نظام؟" شاه صاحب نے بے حد زم ليج ميں پوچھا-

انہوں نے چندو سے کما تھا کہ جب تک وہ نہ کمیں 'وہ بلے بھی نہیں۔ وہ محض ان کی پکار پر پلٹ کر تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ انہوں نے اسے پلٹنے کو تو نہیں کما تھا۔ "چندو 'مڑ کر کھڑا ہو اور میرے طرف دیکھ۔"

چندو نے اس بار رخ ان کی طرف کر لیا لیکن نظریں نہیں اٹھائیں۔ "میری طرف دیکھ۔" باجی نے بڑے لاؤ سے کما۔

اس بار چندو نے بوی بردی آنکھیں اٹھائیں اور انہیں ویکھا۔

"پتا ہے 'میں دکان دار کو پیے دے آئی ہوں۔ میرا چندو کوئی مفت کی چیز نہیں کھا تا ہے۔" باجی نے کما "اور ہاں 'وکھ آئندہ الیا بھی نہ کرنا۔"

چندو نے سم بلا کر وعدہ کرلیا۔ اب تک اس کے منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔ "مجھ سے ناراض ہے؟"

چندو نے دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں مرملایا۔ "ادھر آئ میں کھے بار کردل۔"

چندو دهرے دهرے باجی کو طرف برها۔ باجی نے اسے لپٹاتے ہوئے نتھے منے بوسوں سے بھو دیا۔ وہ اسے دیوانہ وار بار کر رہی تھیں۔

پھر اچانک چندو دونوں پچیل ٹانگوں پر کھڑا ہوا' اس نے دونوں اگلے پیر باجی کے کندھوں پر رکھے اور ان کے چرے پر پیار کرنے لگا۔ وہ انہیں پچ کچ پیار کر رہا تھا' چاٹ نہیں رہا تھا۔ جانور تو عموا" چاٹے ہی ہیں۔ کوئی اس وقت اے دیکھا تو ایک لیے کے لئے یہ سلیم کرنے سے انکار کر دیتا کہ وہ دنیہ ہے۔ وہ باجی کے رضار پر تھو تھی رکھ کر زبان نکالے بغیر انہیں یار کر رہا تھا۔

"میرا بیٹا میرا چندو میری جان!" باجی کو اس پر لاڈ آنے لگا "چندو" مجھے ناج کر تو دکھا۔"

چندو اترا' اس نے دو سری طرف رخ کیا اور چکتی ہلا ہلا کر اپنے مخصوص انداز میں تھرکنے لگا۔ باجی ہنتے ہنتے بے حال ہو گئیں۔ "چکتی تیری بہت بری ہو گئی ہے رے چندو۔ پچھ باتی جم میں بھی لگالیا کر۔ کاش میرے پاس بہت پیے ہوتا اور میں تجھے خوب اچھی طرح کھلا بلا کتے۔" ہوتی ان ۔۔ انہیں تو اپ یتم ہونے کا احماس بھی نہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ ایسے فرمائیس کرتے ہیں، جینے اپ گھر میں اپ والدین سے بچ کرتے ہیں۔ "
مدیقی صاحب کی آنکھیں بھیک سکیں "اللہ آپ کو لمبی عمر اور لامحدود وسائل عظا فرمائے شاہ صاحب!" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ "اب میں چانا ہوں۔"
مدیق صاحب شاہ صاحب سے مصافحہ کرکے رفصت ہو رہے تھ کہ شاہ صاحب نے انہیں پکارا "حضرت ایک التجا ہے۔"
مدیقی صاحب نے پلٹ کر انہیں دیکھا "حکم سجیح شاہ صاحب"
مدیقی صاحب نے پلٹ کر انہیں دیکھا "حکم سجیح شاہ صاحب"
مدیقی صاحب نے پلٹ کر انہیں دیکھا "حکم سجیح شاہ صاحب"
مدیقی صاحب نے بلٹ کر انہیں دیکھا "حکم سیح شاہ صاحب"

ھیے ہے۔ "آپ بے فکر رہیں شاہ صاحب!"

صدیقی صاحب کے مرے سے نکلتے ہی شاہ صاحب کے آثرات بدل گئے۔ اب وہ بے حد غضب ناک نظر آرہے تھے۔ "اسلام الدین!" انہوں نے چیخ کر پکارا۔ اسلام الدین کرے میں آیا تو انہوں نے کما "جاؤ نظام کو بلا کرلاؤ۔"

 C

"کوشت کو چھوڑو۔ بس پیٹ بھر جائے 'اتا کانی ہے۔ "اصغر اخر کو سمجھا رہا تھا۔ اس وقت وہ نو سال کا بچہ ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔ "کوشت کھانے کو صرف تہمارا بی نہیں 'میرا بھی دل چاہتا ہے۔ سب کا چاہتا ہوگا۔"

"ميري طرح نهيں چاہتا ہوگا۔"

" " " " امغر نے آ ، بھر کے کما "میرا تو بھی بھی ایسا ول چاہتا ہے کہ اپنا ہی گوشت نکا کر کھالوں مگر میں جانا ہوں کہ مانکنے کا پچھ فائدہ نہیں۔ زیادہ تمن پانچ کم کمد کے تو شاہ جی کھال تھنچ لیں سے ای لئے میں صبر کرلیتا ہوں۔ صبر کا میہ مطلب نہیں کہ میرا جی نہیں جاہتا۔"

" پھر تو بردل ہے۔" اخر نے جوش اور غصے سے کما "میں سب کچھ و مکھ کر چپ کول رہوں۔ یمال مفت کا گوشت آیا ہے ہمارے لیے اور ہمارے سوا سب کھا ''وہ جی شاہ صاحب ' اخر بہت گڑ ہو کر رہا ہے۔ ''نظام نے کما۔ ''اس نے جی دوپہر کھانا نہیں کھایا ہے ' کہتا ہے رات کو بھی نہیں کھاؤں گا۔'' ''لیکن کیوں؟''

نظام نے کن انکیوں سے صدیقی صاحب کو دیکھا، جو یہ مختلک برے غور سے من رہے تھے بھربولا "وہ کھانے کو گوشت ما تکتا ہے جی۔"

شاہ صاحب کی رنگت ایک لمح کو متغیر ہوئمی پھر بدی تیزی سے انہوں نے خور کو سنجال لیا "اچھا 'تم جاؤ۔ میں بلا کر سمجھا دوں گا اسے۔"
"بهتر جناب!" نظام چلاگیا۔

شاہ صاحب نے محسوس کیا کہ صدیقی صاحب انہیں متنفرانہ نگاہوں سے دکھ رہے ہیں۔ انہوں نے سرد آہ بحر کے کہا۔ "اب آپ ہی دیکھ لیں صدیقی صاحب! ہم تو ان محردم لوگوں کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا بتاؤں آپ کو پل صراط پر چلنا پڑتا ہے۔ ہر لیح۔ سوچیں کہ یہ اختر کس مان سے گوشت کا تقاضا کر بہا ہے۔ اس وقت میرا دل کٹ کر رہ گیا ہے اور میں اس کی یہ خواہش پوری کروں گا۔ ہوٹل سے گوشت منگوا کر کھلاؤں گا اسے۔"

صدیق صاحب بت متاثر ہوئے۔ شاہ صاحب کا جذبہ دل کو چھو لینے والا تھا" آپ بہت عظیم انسان ہیں شاہ صاحب۔ آپ بہت برا کام کر رہے ہیں لیکن گوشت تو باقاعدگی سے آیا ہے آپ کے ہاں۔ ابھی کل ہی قریثی صاحب سے بات ہوئی تھی میری۔"

بورا کمال برتا ہے صدیق صاحب ہزار سے اور بیج ہیں ہارے پاس۔ جسے تیسے کام چلا لیتے ہیں۔" شاہ صاحب نے ورو ناک لیج میں کما۔

صدیق صاحب شرمندہ نظر آنے گئے ''اللہ بھتر کرے گا۔ ویسے و میکیں بھی تو آتی رہتی ہیں۔ میں تو ہر جگہ آپ کی ہی بات کر آ ہوں۔''

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" شاہ صاحب نے پینترا بدلا۔ "آپ کی عنایت سے بچے روز گوشت کھانے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ایک دن بھی وال برداشت نہیں

جاتے ہیں۔ ہمیں ایک بوٹی بھی نہیں ملتی۔ ویکیں بھی ہمارے نام پر آتی ہیں۔ یہ لوگر کھاتے بھی ہیں اور پیچتے بھی ہیں۔ ہمیں ایک نوالہ بھی نہیں ملا۔" "مگر ہم کچھ کر نہیں سکتے۔"

"تو نہیں کرسکنا ہوگا۔ میں بہت کچھ کرسکنا ہوں اور کروں گا۔" ای لیحے اسلام الدین آگیا "چل اخر" تجھے شاہ جی نے بلایا ہے۔" اصغر کا تو رنگ فق ہوگیا لیکن اخر" کوشت کی طلب کے نشے میں سرشار تھا۔ لا کھڑا ہوا۔

لیکن شاہ جی کے مرے میں شاہ جی کے تیور دیکھ کروہ بھی ڈر گیا۔ شاہ جی لے اسلام الدین سے کما "تو باہر جا۔ میں بعد میں مجھے آواز دے لوں گا۔"

اسلام الدین کے جانے کے بعد شاہ جی نے اختر کو بہت غور سے دیکھا "ہاں شنراوے او بہت کرور لگ رہا ہے۔ کیا بات ہے؟"

وہ نرم لہجہ اور ڈرا وینے والا تھا۔ اختر نے ول کڑا کرکے کما۔ "ایسی کوئی بات میں شاہ جی۔"

"سنا ہے" آج تو نے کھانا بھی نہیں کھایا؟" شاہ جی بولے۔ "جھے اس کی کوئی پروا نہیں گر میں نے بچھ اور تشویش ناک باتیں سنی ہیں۔ نظام بتا رہا تھا کہ جب تک گوشت نہیں ملے گا' تو کھانا نہیں کھائے گا۔ کیا یہ ورست ہے؟"

"جی شاہ صاحب۔"

"جھے افسوس ہے اس لئے کہ اس صورت میں تو بھوک کی وجہ سے مرجائے گا۔ زندہ رہنا ہے تو تجھے ضد چھوڑنی ہوگی' جو طے گا کھانا ہوگا ورنہ تو بھوکا مرجائے گا۔ کمی کو کوئی فرق بھی نہیں پڑے گا اس لئے کہ تیرا کوئی رونے والا بھی نہیں۔" شاہ جی نے سرد لہے میں کہا۔

یتیم خانے کی زندگی نے نو سالہ اخر کو عمرے بوا بنا دیا تھا گر آخر وہ تھا تو بچہ بی دوہ سم گیا۔ موت کا تصور ہی بہت خوف ناک تھا۔ اس نے سوچا، واقعی میرا تو کوئی رونے والا بھی نہیں، سوائے اصغر کے۔ وہ تو لازما سروئے گا "دشاہ جی، میں بیٹ

بحرے موشت نمیں مانگنا۔ بس مجھے ایک بوئی اور تموڑا سا سالن لادو۔ بچھلی بقر عید سے بھی پہلے میں نے موشت کھایا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک موشت دیکھا بھی نمیں "وہ کر کرایا۔

سیں وہ تراریا۔ "میں تجھے خواہ مخواہ کمزور سمجھ رہا تھا۔ تجھ میں تو بری طاقت ہے۔ ہال تو نے ساری طاقت زبان میں لگا دی ہے۔ کیسے فرفر بولٹا ہے۔"

ساری مات روی می ای ای ایک می ایک بوئی دے دو۔" اختر کی ساری اکر نکل گئی۔
"شاہ جی خدا کے لئے ، مجھے ایک بوئی دے دو۔" اختر کی ساری اکر نکل گئی۔
وہ ایسے گڑگزا رہا تھا ، جیسے بھیک مانگ رہا ہو۔

وہ بیسے رو منہ ہی کے تیور بدل گئے "سالے حرام زادے" تیرا باپ یمال کوشت رکھوا کر میا تھا کہ میں تجھے کوشت کھلاؤں۔ کتے کے لیے" کھا تا ہے اور غرا تا ہے۔ اپنی او قات بھی نہیں بہانا۔ یہ نہ بھولا کر کہ تو یتیم ہے بلکہ ہوسکتا ہے "حرامی ہی

گالیوں سے اخر کا بچھ بھی نہیں گر سکتا تھا۔ یہ سب بچھ ننے کا تو دہ بجین ہی سے عادی تھا۔ البتہ اس کی اکر عود کر آئی۔ اس نے کما۔ "شاہ بی میں گوشت کے بغیر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چاہے مرجاؤں۔"

"تو بھوک سے نہیں میرے ہاتھوں سے مرے گا۔"

"ويكس شاہ بى اتا كوشت آ با ہے۔ سارے نوكر كھاتے ہیں۔ آپ كے گھر بھى جا تا ہے۔ ايك بوئى مجھے ویں۔ قشم ہے میں كب سے ترس رہا ہوں ايك بوئى كے لئے۔ آپ كاكيا جائے گا۔ شاہى بى۔ "اس نے بے حد لجاجت سے كھا۔ اپ كھر كوشت جانے كا حوالہ س كر شاہ بى كا چرہ لال بھبو كا ہوگيا۔ وہ المارى كى طرف كے اور بيدكى چھڑى نكال لى۔

اخر کو اندازہ ہوگیا کہ اب پٹائی ہوگی اور شنوائی نہیں ہوگی۔ اس نے سوچا ' جلدی جلدی اپنی بات تو کمہ وے۔ دل میں کچھ نہ رہ جائے۔ اس نے ویکوں کا حوالہ ویا۔ بیٹم خانے کے لئے آنے والے عطیات اور چندے کا تذکرہ کیا۔ بوں وہ شاہ صاحب کی آتش غضب کو اور بھڑکا تا رہا۔

Scanned By Wagar Azeem Pabsitaningint

شاہ جی اب غصے سے تقر تقر کانپ رہے تھے "تو سمجھتا ہے" یہ سب تیرے لیے آیا ہے ۔... تیری وجہ سے آیا ہے۔" ان کی آواز لرز رہی تھی۔

"نئیں شاہ جی میری نہیں سب تیموں کی وجہ سے آیا ہے۔" اختر اب بھی گو کڑا رہا تھا۔

"غلط" شاہ جی دہاڑے "یہ سب میرے تعلقات کی وجہ سے ہے۔ اگر میں نکال دول سب کو تو کوئی نہیں پوچھ گا تمہیں۔ بھیک مانگتے بھرو گے، بھیک بھی نہیں طلے گی۔ کتے کے لیے، حرام کے جنے؛ گندی نالی کے کیڑے مجھے میں پناہ نہ دیتا تو جھاڑو لگا رہا ہو تا کمیں"

"شاہ جی ! خدا کے لئے 'مجھے ایک بوٹی دلوا دیں۔" آخر پھر گر گرایا۔ اس کی سوئی وہیں اسکی ہوئی تھی۔

"ابھی دیتا ہول لیکن تیرے اپنے جم سے اتار کر۔" شاہ جی نے غوا کر کما۔ اس کے ماتھ ہی انہوں نے چھڑی سے اندھا دھند اس کی دھنائی شروع کر دی۔

اخرے بہلی بارشاہ صاحب کا چھڑی والا ہاتھ بلند ہوتے دیکھا تو خوف نے اے جکڑایا گر بہلی چھڑی جسم پر لگتے ہی اس کے وجود میں سرکشی اور بغاوت کی ایک تند موج اٹھی۔ اے ایبا لگا، جیسے اس کا جسم پھڑ کا ہوگیا ہے۔ اے تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوا۔ بس اس نے اتناکیا کہ دونوں ہاتھوں سے سراور چرہ چھپالیا۔ شاہ جی مارنے کے ساتھ ساتھ مخلقات بھی بک رہے تھے۔

"شاہ جی اجر چھڑی کی ہر چوٹ سے بلیا کر چینا "بو میں سب کو بتاؤں گاکہ ہمیں کیا ملتا ہے۔ " اخر چھڑی کی ہر چوٹ سے بلیا کر چینا "بو لوگ ہارے لئے تہیں چندہ دینے آتے ہیں میں انہیں بناؤں گا۔ جو دیکیں لے کر آتے ہیں میں انہیں بناؤں گا۔ میں میٹیم خانے کے تمام بچوں کو بتاؤں گا۔ وہ سب پوری دیلے کو بتاکیں گے۔ " اسے احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کیا بول رہا ہے "تم ہارا گوشت کھا رہے ہو۔ تم آدم خور ہو۔ " اس کا بڑیان برھتا گیا "میں سب کو بتاؤں گاکہ تم کیا ہو"

شاہ بی کا ہاتھ مشینی انداز میں چل رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہے تھے گر ورحقیقت کچھ بھی نہیں سن رہے تھے۔ ہاں' ان کا ذہن اختر کے کیے ہوئے جرلفظ کو رحقیقت کچھ بھی نہیں سن رہے تھے۔ ہاں' ان کا ذہن اختر کے کیے ہوئے جرلفظ کو ریکارڈ کر رہا تھا۔ اختر گر گیا۔ وہ پھر بھی اے مارتے رہے گر دھمکی سن کر ان کا ہاتھ رک گیا ''تو کی ہے بچھ نہیں کے گا۔'' انہوں نے وحثیانہ لیجے میں کما ''اس لیے کہ اس سے پہلے ہی میں تجھے مار کر بیتم خانے کے صحن میں گاڑ دوں گا۔ کمی کو بتا نہیں طلے گا۔ کمی کو بتا نہیں جے گا۔ کمی کو بتا نہیں ہوگا۔ تیرا ہے ہی کون۔''

ب اول المسلم ال

ایں ہے۔ شاہ صاحب کی چھڑی پھر حرکت میں آگئ۔ یہ احساس بھی انہیں پچھ دیر بعد ہوا کہ اخر دیر سے خاموش ہے۔ انہوں نے ہاتھ روکا اور نیچے پڑے ہوئے اخر کو دیکھا۔ انہیں ڈر لگا کہ کمیں دہ مربی نہ گیا ہو۔ وہ سوچنا چاہتے تھے۔ کرسی کی طرف بڑھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ وہ ہانپ رہے ہیں۔

وہ ساکت وصامت بڑے اخر کو دیکھتے اور سوچتے رہے۔ لڑکا بہت سرکش اور سخت جان تھا۔ وہ اپی وهمکی کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا۔ انہیں اس کے لئے کچھ کرنا

کھ در بعد انہوں نے اسلام الدین کو پکارا۔ اسلام الدین آیا تو انہوں نے فرش پر پڑے ہوئے اخری طرف اشارہ کرتے ہوئے کما "اے لے جاؤ اور کو تھری میں بند کردد۔ خیال رکھنا کوئی لڑکا اس سے ملنے نہ پائے۔ اسے تنا اور قید رکھنا ہے۔"

اسلام الدین نے اخر کو دیکھا اور جھرجھری لے کر رہ ممیا۔ پٹنے کے بعد استے برے حال میں اس نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

 \bigcirc

ریاض احمد بہت زیادہ تھے ہوئے تھے۔ بس اساب سے گھر تک کا فاصلہ بمشکل پون کلومیٹر تھا گروہ انہیں بہت بھاری لگ رہا تھا اور تو اور بریف کیس انہیں بوجھ

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

لگ رہا تھا۔ حالاتکہ اس میں انشورنس کلیم کے کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کے سوا کھے بھی ہیں تھا۔ میں تھا۔

ان کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ قدموں سے تھکن کا اظہار ہو رہا تھا گریہ سب کچھ جسمانی نہیں تھا۔ کندھے ان کے حالات نے جھکا دیے تھے اور وقت کی گروش نے قدموں کو بوجھل کر دیا تھا۔

لیکن جیسے ہی وہ اپنی گلی میں داخل ہوئے ، جیسے جادو کے زور سے سب کھ تبدیل ہوگیا۔ ان کے جھکے ہوئے کندھے اٹھ گئے۔ قدموں میں چتی آئی۔ چربے سے تھکن مٹ گئی۔ یہ تبدیلی لاشعوری تھی۔ وہ پڑوسیوں پر کسی پریشان حال آدمی کا تاثر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنی پریشانیاں گھر بھی نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنی پریشانیاں گھر بھی نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنی کی اتنا ہی کانی تھا۔

گل میں داخل ہوتے ہی انہیں اماد صاحب نظر آگئے۔ اماد صاحب برابر دائے گھر میں رہتے تھے۔ علاقے کے اور لوگوں کی طرح اماد صاحب بھی خوش حال کاروباری تھے "السلام علیم اماد صاحب!" ریاض احمد نے اپنی گونج دار آواز میں انہیں پکارا۔

اراد صاحب نے سرعماکر اشیں دیکھا "آبا ریاض صاحب ہیں۔" انہوں فے بردھ کر ریاض احمد سے مصافحہ کیا۔

"اور کیے مزاج ہیں؟" ریاض احد نے پوچھا۔

ود كس سلسل مين جناب؟"

"اب می دیکھیے کہ آپ مج کے گئے رات کو واپس آرہ ہیں مگر ماشاء اللہ

کتے فریش لگ رہے ہیں۔ میں تو دکان سے آنا ہوں تو اتا برا طال ہو آ ہے کہ کل میں کوئی جانے والا مل جائے تو شرمندگی ہونے لگتی ہے۔"

"- الله كاكرم ب اور النج بارے ميں آپ اكسار سے كام لے رہے ہيں-"
رياض احمد نے مسراتے ہوئے كما اور ول ميں خدا كا شكر اواكياكم اس نے انہيں
بھرم ركھنے كا ظرف عطا فرمايا-

"جی نہیں۔ یہ سے ہے۔" اداد صاحب بولے "بھی سے پوچیس تو مجھے آپ کی آمدی بری فوق ہے ایک اللہ کی بری نعمتوں میں سے ایک ہو تا ہے۔ بردس کا کمر غیر آباد ہو تو بہت برا گتا ہے مگر برا بردی اس سے زیادہ تکلیف دہ ہو تا ہے۔ ہم خوش نعیب ہیں کہ ہمیں آپ جیے اجھے بردی طے۔"

"آپ شرمنده کر رہے ہیں مجھے۔"

''ہر گز نہیں۔ میری بیوی کو بھی آپ لوگ بہت اچھے گلے ہیں۔ آپ کے گھر اور بیوی بچوں کی بہت تعریف کر رہی تھیں وہ۔''

"اصل میں آپ لوگ ایھے ہیں۔"

"اور ریاض صاحب ' محمی وقت ہارے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف تھم سیجئے گا۔ آپ تو جانتے ہیں ' بروی کا کتنا حق ہو آ ہے۔"

"جی ہاں۔ کیوں نہیں۔" ریاض احمد نے کہا۔ ول میں انہوں نے سوچا سب کمنے کی باتیں ہیں۔ یہاں تو آدی کو اپنی سولی آپ اٹھانی پڑتی ہے۔ سفید پوشی کا بھرم بھی کوئی چز ہے۔

"کی دن جارے ہاں تشریف لائے نا۔" اراد صاحب نے کما۔ "انشاء الله آول گا۔ بس معروفیت ہی اتن ہے۔"

ریاض احمد نے اپنے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ ان کی بیٹی میونہ نے کھولا "السلام علیم ابو۔"

"وعليكم السلام بيثا- كيسى مو-" رياض صاحب مسرائ-" تحليك مون ابو-"

دونوں بیٹے بھی آگئے۔ انہوں نے سلام کیا۔ ریاض احمد کو دکھ ہوا۔ کتنے دن ہوگئے، بچول نے یہ نہیں پوچھا کہ ابو، میرے لیے کیا لائے ہو۔ پھر انہیں خوشی بھی ہوئی کہ بچول کو سمجھو تاکرنا آتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں ان کی بیوی کی تربیت کا بھی دخل ہے۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ میمونہ ان کے جوتے اٹارنے گئی۔ اس نے موزے اٹار کر باہر لے جاکر پھیلا دیے۔ اس وقت ملمی بیگم ان کے لئے چائے لے آئیں پھروہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئیں "تم لوگ جاؤ۔ کھیا۔"

"دل نہیں جاہ رہا ہے ای۔" اشعرنے کما۔

"یہ لوگ گھرسے نکلتے ہی نہیں۔ حالاں کہ اتنا اچھا محلّہ ہے۔" سلمی بیکم نے شکایتا" کما۔

"ابو" آپ برا کول نہیں لائے۔" فیاض نے باپ سے کما۔

"يهال تو سب ك بال دو دو تين تين كرے بيں۔ يج انہيں نملانے لے باتے بس۔"

"بينے عابول بھی تو نہیں لاسکا۔ انشاء اللہ اسکلے سال میں تمہیں وہ برے لا کردول گا۔"

"ابو ' آپ تو ہر سال قربانی کرتے ہیں۔" اشعر بولا۔

"اچھا' اب تم لوگ ابو کو تنگ نہ کرو۔ یہ سب تو میں حمیس سمجھا پکی ہوں۔" "سوری ابو۔" اشعرنے کہا اور ریاض احمہ کے رخسار پر بوسہ دیا۔ اس کی دیکھا ویکھی فیاض نے بھی ایبا ہی کیا بھراشعرنے کہا۔

''چلو آنگن میں سائکل چلاتے ہیں۔''

دونوں علم سن تو ملمی بیم نے شوہرسے بوچھا داکیا رہا؟"

"کھ نیں۔ جھے لگنا ہے کہ ایک ہفتہ گئے گا کلیم منظور ہونے میں۔" ریاض احمد نے انردگی سے کہا۔

"تو پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ ول چھوٹا نہ کریں۔ بس چند ہی روز کی تو

بات ہے۔"

"دو تو ٹھیک ہے مرعید سرپر آئی ہے۔ بچوں کے کپڑے بھی نہیں ہے۔"

"بھرعید پر ضروری بھی نہیں ہوتے کپڑے۔" سلمی بیکم نے بے پروائی سے کما

"اور ہر بچ کے باس کم از کم دو تین جوڑے کپڑے ایسے ہیں 'جو کبھی نہیں پئے۔

"باس کی فکر نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ عید سے پہلے کام ہو جائے۔"

"ب اس کی فکر نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ عید سے پہلے کام ہو جائے۔"

"الله كرے اليا بى ہو مكر عيد ميں صرف تين دن رہ مكتے ہيں۔ اور ايك دن يہلے ہے چھياں شروع ہو ربى ہيں۔ دو دن ميں كام بننے كا تو امكان شيں۔"
در يكھا جائے گا۔ چھوڑيں اس بات كو۔"

رات کے کھانے پر ریاض احمد کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ان کے بچے گوشت کو ترس رہے ہیں۔ فیاض بہت چھوٹا تھا۔ وہ تو حالات نہیں سجھتا تھا۔ وہ گوشت کا مطالبہ کر رہا تھا۔ سلمی بیکم اسے بہلا رہی تھیں۔ ریاض احمد کو افسوس ہوا کہ بچوں نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا۔

دونوں بیٹے ریاض احمہ سے لیٹ کر سوئے کے عادی تھے۔ سوتے وقت وہ بھشہ کمانی شانے کا مطالبہ بھی کرتے تھے۔ اس رات ریاض احمہ نے انہیں اس بادشاہ کی کمانی شائی جس کی سلطنت چھن گئی تھی اور وہ اپنے بچوں کو لے کر مارا مارا بھر رہا تھا۔ اس کمانی کے ذریعے انہوں نے بچوں کو سمجھایا کہ وقت بھی ایک سا نہیں رہتا۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے بھر اللہ مشکل وقت کو آسان کر وہتا ہے۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ آدی کو نعموں کی قدر کرنا بھی آجا تا ہے۔

بچوں کی سمجھ میں بچھ آیا ، بچھ نہیں آیا گر ریاض احد کو بھین تھا کہ بچوں سے کمی گئی کوئی بات را نگال نہیں جاتی۔ جو اب سمجھ میں نہیں آئے گا ، بعد میں سمجھ جائیں مے۔

بچ سو مجے گروہ در تک جا گتے رہے۔ سلمی بیگم ان کے پاس آگئیں" نیند نہیں آری ہے۔" "آجائے گی۔"

"لائیں 'میں آپ کے سرمیں جیل لگا دوں۔" "آپ نے اپنی پڑوین کو خوب متاثر کیا۔" تیل لگوانے کے دوران ریاض امر نے کما۔

"آپ کو کیے معلوم ہوا؟"

"اراد صاحب بنا رے تھے"

"بال 'وه صوفول سے فی وی سے مکان کی آرائش سے بہت متاثر نظر آرہی سے " تھیں۔"

"الله كيما روه ركفتا ب-" رياض احمد كے ليج مين تشكر تھا-

 \bigcirc

اخر کو ہوش آیا تو وہ قبر میں تھا!

وہاں ایا گھپ اندھرا تھا کہ اے اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اے یاد آیا کہ شاہ بی نے اسے مار کر بیٹم خانے کے صحن میں گاڑ دینے کی بات کی تھی۔ اور شاہ بی عل بھی کرلیا تھا۔ کرامت بابا نے جو بچوں کو سپارہ اور دینیات پڑھاتے شاید اس پر عمل بھی کرلیا تھا۔ سے اس جو بچھ بایا تھا' یہ جگہ اس پر پوری اترتی تھی۔ بس اسے اس

کی تنگی چیک کرنی تھی۔ اس نے اوپر دائیں بائیں قبر کی گنجائش چیک کرنے کی غرض سے باتھ ہلانے کی کوشش کی تو اس کی چنخ نکل گئے۔ اس کا بورا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ ایسی تکلیف

مھی کہ وہ ملنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

مراسے بھی ہوگیا کہ وہ مرا نہیں ہے۔ کرامت بابائے بتایا تھا کہ مرئے کے بعد آدی ہر تکلیف میں تھا۔ ایسے بعد آدی ہر تکلیف میں تھا۔ ایسے میں اس کی سمجھ میں ایک بات آسکتی تھی اور وہ یہ کہ شاہ جی نے اسے مردہ سمجھ کر نشن میں گاڑ دیا ہے جب کہ در حقیقت وہ مرا نہیں تھا۔

یہ اور بری مصبت تھی۔ جب تک وہ بلنے جلنے کے قابل نہ ہو تا جر کے متعلق تفتیش بھی کہ سانس لینے میں متعلق تفتیش بھی کہ سانس لینے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ قبر میں محمن بالکل نہیں تھی۔

کھ دیر بعد اسے البحن ہوئے گئی۔ وہ عمر بھریوں ہی پڑا تو نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے پوری قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اشخے کی کوشش کی۔ یہ اندازہ لگانا نامکن تھا کہ جم میں کمال کمال ٹیسیں اٹھی ہیں۔ بسرکیف ذرا سا طبخے کی کوشش میں

اس نے اپی شامت بلالی تھی۔ انیت کی الیمی تندو تیز لریں اٹھی تھیں کہ اگر ب ہوٹی نے اسے اپی زم گرم آغوش میں نہ سمیٹ لیا ہو آ تو شاید وہ مربی جا آ۔

 \bigcirc

اسلام الدین نے اخر کو نیفوکی تحویل میں دے دیا تھا۔ نیفو تو اس کا حشرد کھ کر کانپ اٹھا تھا۔ اس کے پورے بدن پر نیل بی نیل تھے۔ جم کا کوئی عضو ایسا نہیں تھا' جمال نیل نہ پڑے ہوں۔ جا بجا جلد ابھر آئی تھی اور وہ بے ہوش تھا گر فیفو کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اس جیرت اس بات پر تھی کہ وہ زندہ کیے ہے۔ فیضو نے کوٹھری کا دروازہ بند کیا اور لیکا ہوا نظام کے پاس آیا۔ اس نے نظام کو کوٹھری میں لے جاکر اختر کا حشر دکھایا۔ "میرا دل دکھ رہا ہے اس کے لیے " فیفو

نے کما" یار' اس نے گوشت ہی تو مانگا تھا۔ کون می بری بات تھی۔"
" تجھے اتن ہدروی کیوں ہو رہی ہے؟" نظام نے جل کر کما۔

"میرے این بھی بچے ہیں۔ یار وہ مجھ سے اس طرح سے گوشت کو کمیں تو خدا کی فتم" اپنا گوشت کاٹ کر دے ووں۔"

"تو اسے بھی دے رینا تھا۔"

فیفونے جیے اس کی بات سی ہی نہیں " یہ تو یار ' بن ماں باپ کے بچے ہیں اور ہم جو کھاتے ہیں 'وہ انہی کے لئے تو آیا ہے۔ "

"تونه كهاياكر-" نظام كواس كى باتون يرغصه آرما تها-

"خیر 'اب دال تو وے۔ سوتے میں ہی اس کے حلق میں انڈیل دوں گا ورنہ یہ تو برا ضدی ہے۔ بھوکا ہی مرجائے گا۔"

نیفونے جیسے تیسے وال کا پانی اخر کے حلق میں انٹیلا۔ وہ بالکل بدل کر رہ گیا تھا۔ اس بار وہ واپس آیا تو اس نے نظام سے کما۔ "یار" وہ بری تکلیف میں ہے۔ اس کی تو سکائی بہت ضروری ہے۔"

"اس بر شاہ جی کا عماب ہے۔ تو اس سے مدردی نہ کر۔" نظام نے اے محورہ دیا۔

ای لیح اسلام الدین آگیا۔ اس نے ہتایا کہ شاہ جی کا تھم ہے' اختر کے ساتھ کوئی زی نہ برتی جائے۔ اس کے بعد نیفو کچھ مختاط ہوگیا۔ "دیکھا تو نے۔" نظام نے نیفوے کہا۔

دیما و اس طرح چھوڑا تو نہیں جاسکا۔ " نیفو سوچ میں پڑگیا کھراس دگر یار' اے اس طرح چھوڑا تو نہیں جاسکا۔ " نیفو سوچ میں پڑگیا کھراس کی آکھیں جہنے لگیں ''اس لڑکے اصغرے اس کی بوی دوئی ہے۔ وہ ہج بھی اچھا۔ اکرو نہیں ہے ذرا بھی۔ اس سے مختلف ہے۔ اسے اس کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ وہ اس کی سنکائی بھی کردے گا۔ مرہم بھی لادوں گا اسے۔ " اس کی سنکائی بھی کردے گا۔ مرہم بھی لادوں گا اسے۔ " سرچ لے۔ شاہ جی کو پتا چل گیا تو"

نظام الچکوایا مگر مان گیا۔ انسان تو وہ مجمی تھا۔ اس کا ول مجمی و کھ رہا تھا۔

0

اصغر بہت پریشان تھا بلکہ پریشان سے زیادہ وہ خوف زدہ تھا۔ جب سے اختر شاہ صاحب کے پاس گیا تھا، واپس نہیں آیا تھا۔ جب کہ اب رات ہوگئ تھی۔ پہلے بھی کمی کو مزاجی ملتی تھی تو وہ پٹ پٹا کر واپس آجا تا تھا گر اختر کا تو پچھ پتا ہی نہیں تھا۔ وہ کمرے میں سما ہوا سا بیٹا تھا فیفو نے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا۔ اصغر اس کے پاس گیا دمن امغز کمی سے پچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تو میرے ساتھ چل خاموثی ہے۔ "

امغراس کے ساتھ چل پڑا۔ نیفونے اسے لائین تھائی 'خود گرم پانی کا برتن لیا اور کو تھری کی طرف چل دیا۔ کو تھری میتم خانے کی عمارت کے پچھوا ڑے تھی۔ اس طرف کوئی جاتا بھی نہیں تھا۔ اس طرف کوئی جاتا بھی نہیں تھا۔ کو تھری کی جی کہ دہاں اندھیرا رہتا تھا۔ کو تھری کی مٹی کی بن ہوئی تھی۔ نیفو وروازے پر رکا۔ اس نے جیب سے چانی نکان ''تو اخر کا دوست سے نا؟''

اصغرنے اثبات میں مرملا دیا۔

''اختر کا طال و کیمہ کر مبر کرنا۔ اے تیری مدد کی ضرورت ہے۔'' اصغرنے پھراثبات میں سم ہلایا۔ وہ بدترین ہی کی توقع کر رہا تھا۔ گراہے ان_{دال چند}ھیائیں گرپھراس ہے ہم آہنگ ہو گئیں۔ نہیں تھا کہ بدترین کیا ہوسکتا ہے۔ نہیں تھا کہ بدترین کیا ہوسکتا ہے۔ نہیں تھا کہ بدترین کیا ہوسکتا ہے۔

فیفونے آلا کھول کر نکالا 'کنڈی کھولی پھر دروازے کے بٹ و حکیلے۔

 \circ

ووسری بار اخر کو ہوش آیا تو بھی وہ اس قبر میں تھا گراس بار جسمانی ازر اللہ تھی کہ اس نے خود کو قبر میں تشلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بلنے جلنے کی ہر کو شر اس کی اندے میں اضافہ کر رہی تھی۔ وہ ہاتھ پاؤں چھوڑ کر ساکت لیٹ گیا۔

یچھ دیر گزری تو اس کی آئیس اندھرے سے مانوس ہونے لگیں۔ اس از

اندازہ ہوگیا کہ اگر یہ قبرہی ہے تو کانی کشادہ ہے۔ اس کی چھت تو اچھی خاصی بلند} پر تھی بلکہ اسے یقین ہوگیا کہ یہ قبر نہیں ہے۔ شاہ جی نے اسے کہیں قید کر دیا ہے۔

اور کھ دیر گزری تو اپنے دائیں جانب سے اسے پہلے انسانی آوازیں سال دیں۔ آواز تو داضح تھی مگر الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس کے بعد کمر کمراہا کی سائی دی۔ وہ آواز کی طرف دیکھنے لگا۔ اچاتک اسے آسان نظر آیا۔ اگرچہ باہر مجل اندھیرا بی تھا لیکن آسان کو پہچانے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

پھر آسان کی بھی بچھی روشنی کے پیش منظر میں اسے دو ہیولے نظر آئے۔
ای لیے اس کی سمجھ میں بہت کچھ آگیا۔ آسان اسے دروازہ کھلنے کی دجہ سے نظر آبا
تھا اور دراصل وہ ایک کمرے میں تھا۔ دروازہ کھولنے والے اب کمرے میں آرب

دروازہ پھر بند ہوگیا۔ اب وہ پھر اندھیرے میں تھا۔ اچاتک روشنی می ہوگی۔ اندر آنے والوں میں سے کمی نے دیا سلائی جلائی تھی۔ دو سرے کے ہاتھ میں لالئین تھی۔ دو سرے کے ہاتھ میں لالئین تھی۔ دیا سلائی کی مدد سے لالئین روشن کر دی گئی۔

روشن ہوئی تو اپن تمام تر اندت کے باوجود اختر نے سکون کی سانس لی۔ مملی باد اسے احساس ہوا کہ روشن کتنی بڑی نعمت ہے۔ روشن سے پہلے تو اس کی آلکھیں

چندهیائیں گر بجراس ہے ہم آئیک ہوگئیں۔
اس نے اندر آنے والوں کو بجان لیا۔ ایک تو اصغر تھا اور دو سرا بیٹیم فانے کا
ملازم نیفو۔ بھراس نے کرے کا جائزہ لیا۔ ذرا بی دیر میں اس کی سمجھ میں آگیا کہ
ملازم نیفو۔ بھراس نے کرے کا جائزہ لیا۔ ذرا بی دیر میں اس کی سمجھ میں آگیا کہ
اے کوٹھری میں رکھا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے اسے کال کوٹھری بنا رکھا تھا۔ جے سزا
دینا ہوتی اے اس الگ تھلگ اور اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا جاتا۔
دینا ہوتی اے اس الگ تھلگ اور اندھیری کوٹھری میں آگیا؟" نیفونے پوچھا۔
نیفو اور اصغراس کے پاس آگئے "تو ہوش میں آگیا؟" نیفونے پوچھا۔
دینا ہوتی ان از خواب دیا۔ اپنی آواز خود اس سے نہیں بجانی جا رہی تھی۔
دیاں۔" اذر نے جواب دیا۔ اپنی آواز خود اس سے نہیں بجانی جا رہی تھی۔

سیسور اور استران کے پی اور خود اس سے نہیں پہانی جا رہی تھی۔ اسے نہیں پہانی جا رہی تھی۔ دونوں اس کے پاس بیٹھ گئے۔ امغر مم مم تھا۔ اس کے چرے پر ہوائیاں اثر رہی تھیں۔ اس سے پچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ دکھی نظروں سے اختر کو تکے جا رہا

"دیکھو امغر' پہلے گرم پانی کی بھاپ سے اس کی سنکائی کرنی ہے۔" نیفو نے اصغر سے کہا۔ اس نے اسے کی سنگالی کرنی ہے۔" نیفو نے اصغر سے کہا۔ اس نے اسے کپڑے کے تین چار بردے بردے کردے دیے "پانی فحصداً مو جائے تو اس کے جہم پر ہلدی کا یہ لیپ کر دینا۔ میں کوشش کردل گا کہ بعد میں بھی تجھے گرم پانی لادوں۔ نہ لاسکوں تو کپڑا لائٹین کے اوپر رکھنا اور اس سے سنکائی کرنا۔" اصغر نے کچھے کما نہیں۔ بس اثبات میں سملایا۔

"تم مجھ پریہ مربانی کوں کر رہے ہو؟" اختر نے نیفو سے بمشکل بوچھا۔ نیفو چند کمھے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا پھر بولا "دیکھ اختر" تو مجھے بددعا نہ دینا۔ مجھے بددعا سے بوا ڈر لگتا ہے۔"

ب میری بدوعا ہے کمی کو ڈر نہیں لگتا ورنہ میرا بید حشرنہ ہوتا۔" اختر کی آگھول سے آنسو سنے گئے۔

" میتم کی بدرعا بری خطرناک ہوتی ہے۔" نیفو نے کما "بس تو مجھے بدرعا نہ وینا۔ تو بھوکا ہوگا۔ میں کھانا لادوں تجھے؟"

"نمیں- میں گوشت کے سوا کچھ نمیں کھاؤں گا۔" "نمیں کھائے گا تو کزور ہو جائے گا۔ اتنی تکلیف تو ویسے ہی ہے" "میں نے کمہ دما نا۔" 47

"اچھا میں مجھے گوشت لا دیتا ہوں۔"
"چوری کرکے لاؤ گے۔ مجھے نہیں چاہیے۔" اس وقت اختر پوری طرح بچئ گیا تھا۔ اس پر ضد سوار تھی۔ "مند نہ کر اختر۔ مان جا۔" اصغر نے پہلی بار زبان کھولی۔

"اچھا میں ہو ٹل سے لا دول گا اپنے پیموں سے۔" "فھیک ہے۔"

نیضو اٹھ کھڑا ہوا "میں ایک عصفے میں آؤں گا۔ کوئی چادر بھی لے آؤں ا تمارے لیے۔" وہ چلا گیا اور باہرے دروازہ بند کر گیا۔

"دیکھ 'گوشت کی ضد میں تو نے اپنا کیا حال کرلیا ہے۔" اصغر نے اخرے کا

"ليكونه دے- ميرے ليے كھ كر_" افر ير كر بولا۔

اصغر خاموثی سے نیفو کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سنکائی کی تیارا کرنے لگا گر جیسے ہی اصغر نے گرم کپڑا اختر کے معزوب بدن پر رکھا' اختر کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی ... طویل چیخ! پھروہ چیخا چلا گیا۔ ب کتے ہیں' میٹم کی فریاد عرش کو بھی ہلا دیتی ہے!

بین میں میں میں ہے ہوں ہے ہوں ہے ہوں ہے ہوں چلے گئے اور چندو صحن کی دیوار کے ساتھ بے ٹین کے اس شیڈ میں بیٹے گیا ہو اس کی اسٹڈی تھا۔ یمال وہ صرف خور و گر اور جگالی کی غرض سے بیٹھتا تھا۔ ورنہ تو پورے گر میں دندنانا اس کا معمول تھا لیکن رات کی چل قدمی کے بعد وہ لازی طور پر یمال بیٹھتا تھا۔ شاید دن بھر کے معاملات پر غور کرنے کے لئے۔

بھائی جان نے کرے میں داخل ہوتے ہی باجی سے کما ''اور بھی' اب چائے بلا دو جلدی ہے۔"

بابی چائے کا پانی پہلے ہی چو لھے پر رکھ چکی تھیں۔ دو منٹ میں وہ چائے لے آئیں دونوں بیٹھ کر چائے بینے لگے۔

"آج بتا ہے ' چندو نے کتنی بری حرکت کی۔ " باجی نے کما اور انہیں بورا واقعہ سنا دیا "اتن شرمندگی ہوئی مجھے۔ "

"پھر آپ نے کیا کیا؟" بھائی جان نے ولچپی سے پوچھا۔ "میں نے اسے سخت سزا دی۔ اس کونے میں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا کر «بھئی آپ نے چیلنج ہی سے کیا ہے۔" «نہیں جی' کوئی وقت کی حد بھی تو و سیجئے۔"

بھائی جان کچھ ویر سوچنے کی اداکاری کرتے رہے پھربولے۔ "جانور کا ... میرا مطلب ہے، چندد کا معالمہ ہے۔ آزمائش وقت تو زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ اچھا، ایک سال محک رہے گا؟"

"جی نہیں۔ یہ بہت زیادہ ہے۔"

"چلیں ... ماڑھے کیارہ مینے سی-" بھائی جان نے خاصی سوچ بچار کے بعد

كمار

"میر کیا۔ کسی دکان پر بھاؤ آؤ کر رہے ہیں کیا۔" باتی پڑ گئیں۔
"بھاؤ آؤ تو آپ کرتی ہیں۔ میں تو آپ کو احساس دلا رہا ہوں کہ دکان دار کیے
عاجز آجاتے ہوں گے۔"

"بس ایک ممینه کانی ہے۔" باجی نے فیصلہ سا ویا۔ "نہیں بھی۔ یہ تو بہت کم ہے۔"

ود مینے برانقاق ہوگیا "چلیس اب سو جائیں۔" باجی نے کما۔

بھائی جان دانت برش کرنے کے لئے باتھ روم میں چلے گئے۔ باجی نے باہر کا رخ کیا۔ شیڈ میں بلب جل رہا تھا اور چندو بیٹا جگالی کررہا تھا۔ اس کے اندازے لگ رہا تھا کہ وہ کمی مسئلے پر غور و فکر کر رہا ہے "چندو بیٹا" آجا اب سوئیں گے۔ رات ہو رہی ہے۔" باجی نے اے لیکارا۔

چندو ائی جگہ سے ہلا بھی نہیں بلکہ شاید اس نے ان کی آواز بھی نہیں سئ-"آجائے سونا نہیں ہے۔"

اس بار چندو نے سر اٹھا کر بوی بے نیازی سے انسیں دیکھا۔ اس بار بھی وہ اپنی جگہ سے نسیں ہلا۔

" ٹھیک ہے۔ میں لائٹ بند کر رہی ہوں۔ آج تو اکیلے ہی سونا۔ میں دروازہ بھی بند کر رہی ہوں۔ آج تو اکیلے ہی سونا۔ میں

اب کے چدو بڑی پھرتی سے اٹھا۔ وہ بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا اور ان کی

دیا۔ پورے ایک گھنٹے کھڑا رہا بے چارہ۔" "زیادتی کی۔" بھائی جان نے تاسف سے کما۔

" یہ سب تربیت کا حصد ہو آ ہے۔" باجی فورا" اسکول ٹیچر بن گئیں " بیچ کر اور کئیں اسکول ٹیچر بن گئیں " بیچ کر اور بھلے کا ضووری ہے۔ خواہ وہ سمجھ دار نہ ہو۔ اسے لاشعوری طور پر برے اور بھلے کا احساس ہو آ رہتا ہے۔ بیچ کو بے لگام تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"بھی دہ تو جانور ہے۔ تا سمجھ ہے۔ صرف محبت کیا کرد اس ہے۔" "آپ اسے جانور نہ کما کریں۔" باجی نے چڑ کر کما "دہ بیٹا ہے ہمارا۔" "ہے۔ مگر جانور تو جانور ہی رہتا ہے۔"

"نسیں رہتا۔ انسان کی مجی محبت طے تو آدمی کا بچہ بن جاتا ہے۔ دیکھتے نمیں آپ کتنا سمجھ دار ہے۔ ہربات سمجھتا اور مانتا ہے۔ جیسا کہو ویسا کرتا ہے اور سب سمجھتا اور مانتا ہے۔ جیسا کو کہ آپ سے اور مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے۔ باقاعدہ پیار کرتا ہے۔ " بھائی جان نے اداس نظروں سے بیوی کو دیکھا "کب تک خود کو بملاؤگی شمہ بھائی جان نے اداس نظروں سے بیوی کو دیکھا "کب تک خود کو بملاؤگی شمہ بھم۔ "

"آپ نہیں سمجھیں گے۔ میرے لیے تو وہ اس بیٹے کی طرح ہے 'جے میں نے نو ماہ پیٹ میں رکھا ہو اور اذبیت سبب کر جنم دیا ہو اور وہ بھی مجھے ماں بی سمجھتا ہے۔ اب دیکھ لیجئے گا۔ آئندہ وہ اس طرح باہر بھی منہ نہیں مارے گا۔"
"اب آپ اس پر شرط بھی لگائیں گی۔" بھائی جان نے آہ بھر کے کما۔
"بالکل لگا سکتی ہوں۔"

"جھے منظور ہے۔" بھائی جان نے کما "آئندہ جس دن بھی وہ کہیں منہ مارے' آپ جمھے قیمہ پراٹھے لِکا کر کھلائیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ شرط تو دو طرفہ ہوتی ہے۔" باجی نے کہا۔ "یہ شرط بھی دد طرفہ ہے۔" بھائی جان مسکرائے "وہ زندگی بھر ہاہر کمیں منہ نہیں مارے گا تو آپ شرط جیت جائیں گی اور جو آپ ما تکیں گی، وہ میں دوں گا۔"

"تُعیک ہے۔" آپانے کما لیکن کتے بی چونکیں "مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔ یہ ساری زندگی کی شرط! مجھے تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔" ''لوری نے گا۔'' بسترہل کر رہ گیا۔ چندو نے سرہلانے کی کوشش کی تھی۔ ''آپ نے اس کی عادثیں خراب کر دی ہیں۔'' بھائی جان نیند میں ڈونی آواز

میں بدیرائے۔ "آپ سو جائے۔"

بھائی جان نے جواب تہیں دیا۔ وہ کچ کچ سوچکے تھے۔ باجی نے لوری شروع کردی۔ چندا کے ہنڈولے میں اڑن کھٹولے میں۔ ای کا ولارا ابو جی کا پیارا سوئے۔ تندیا جھلائے کچھے جھولے وہ ایسے جذبے سے گارہی تھیں کہ خود اپنی آواز انہیں بہت اچھی لگ رہی تھی۔ چندو کا ہاتھ ان کے سینے پر تھا

اور اس کی آنگھیں مندتی جا رہی تھیں۔

باجی کو خود بھی احساس نہیں ہوا کہ کتنی دیر ہوگئی ہے۔ وہ ایک کے بعد دو سری اور دوسری کے بعد واس کا آیک سمندر تھا 'جو ان اور دوسری کے بعد تیسری لوری گاتی چلی گئیں۔ اندر مامتا کا ایک سمندر تھا 'جو ان کے سینے میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ایک بے خودی سی طاری تھی ان پر۔

جب وہ اس کیفیت سے نکلیں تو سب سے پہلے ان کی نظر چندو پر پڑی۔ وہ بے خبرسو رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اب بھی ان کے سینے پر تھا اور اس کے خوب صورت چرے پر معصومیت تھی۔ باجی کو اچانک ہی ایک خیال آگیا۔ شوہر کی بات ان کے ول میں چھے رہی تھی۔

"سنتے ہیں ابی سنتے ہیں۔" انہوں نے ملے بغیر شوہر کو نکارا۔ اصولا" انہیں اٹھ کر شوہر کو بکارا۔ اصولا" انہیں اٹھ کر شوہر کو جھنبوڑ دینا چاہیے تھا گروہ الیمی پوزیشن میں تھیں کہ اٹھتیں تو چندو کی نید خراب ہوتی۔ چناں چہ وہ لکارتی رہیں سنتے ابی سنتے ہیں ہربار ان کی آواز پہلے سے بلند ہو جاتی۔

بردی مشکل سے بھائی جان کی آنکھ کھلی۔ آنکھ کیا کھلی وہ ہڑ برا کر اٹھ بیٹھے "کیا ہوا سے کیا ہوا کہ اٹھ بیٹھے "کیا ہوا سے کیا ہوا شمسہ بیگم؟" انہوں نے گھرائے ہوئے لیج میں پوچھا "خیر تو ہے؟"
"ہال سے کچھ دکھانا چاہتی ہوں آپ کو۔"

"كمال ... كدهر كيا بي بعائى جان نيند سے اٹھے تھے اور كمبرائے ہوئے

ٹاگوں سے سر رگڑنے لگا۔ باجی بیٹھ گئیں "تو ناراض ہے مجھ سے۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ چندو نے ہاقاعدہ اوپر نیچ سر ہلایا۔ "پگلا کہیں کا۔" باجی نے بڑے پیار سے کما "نیچ بدتمیزی کرتے ہیں تو مال باپ کی بے عزتی ہوتی ہے اس لیے انہیں سزا دیتا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں ان کی بمتری ہوتی ہے۔ اب قر آئندہ الی بدتمیزی بھی نہ کرنا۔"

چندو نے اس بار سر کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے وائیں حرکت دی۔ باجی نے اس کا منہ اور اٹھا کر اس کی آئھوں میں دیکھا۔ اس کی آئھیں ڈبڈیا رہی تھیں۔ انہوں نے اسے پیار کیا۔ "رو آ ہے ای سے ناراض ہو آ ہے۔ بے وقوف کیں کا۔ چل کرے میں 'آج میں تجے بہت اچھی اوری ساؤں گی۔"

اس بار چندو نے ان کے رضار پر پیار کیا اور سیدھا کمرے میں چلا گیا۔ بابی نے آگن والے وروازے کی کنڈی چیک کی ' پھر لائٹ آف کردی۔ وہ کمرے میں آئیں تو چندو مسمری پر اپنی مخصوص جگہ پر لیٹ چکا تھا۔ وہ بھائی جان اور بابی کے ورمیان سوتا تھا۔

ای وقت بھائی جان باتھ روم سے نکل آئے "آگیا آپ کا لاڈلا۔"

بابی نے کرے کی لائٹ آف کی اور زیرو کا بلب روش کر دیا۔ پھروہ اپنی جگہ آئیسں۔ چندو نے ان کے لیٹے بی برے لاڈ سے اپنا ایک ہاتھ ان کی گرون میں جمائل کردیا۔ وو سرا ہاتھ اس نے اپنے پہلو میں سمیٹ کر رکھا تھا ٹاکہ ساتھ سونے والے ماں باپ میں سے کی کو بھی پریشانی نہ ہو۔

کچھ دیر خاموثی رہی کھر چندد مضطرب ہوکر کمسانے لگا۔ بابی اس کا سبب جانی تصین گر دانستہ نظر انداز کرتی رہیں۔ بالاخر چندو سے رہا نہیں گیا۔ اس نے بری باریک سی کی آواز نکال۔ وہ محض آواز نہیں تھی۔ اس میں لہم بھی تھا۔ وہ التجاکر رہا تھا۔

"کیا بات ہے چندو؟ نیند نہیں آرہی ہے؟"

چندو نے اس بار موثی سی میں نکالی۔ اس میں شکایت تھی۔ پھر اس کے بعد باریک سی میں

تھے۔ ان کا خیال تھا کہ گھر میں ڈاکو تھس آئے ہیں اور باجی نے ان کی آہٹ س إ تھی۔

> "ارے اوھر دیکھیے میرے چندو کو۔" "کک کیا ہوا زندہ تو ہے؟"

"کیا وائی تباہی کے جا رہے ہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔"

بھائی جان نے زور زور سے آکھیں ملیں اور پھر آکھیں بھاڑ بھاڑ کر چندو کر دیکھا۔ بظاہر تو وہ خیریت سے تھا "و کھ تو رہا ہوں۔ صاف نظر آرہا ہے مگر ہوا کیا ہے اسے۔ خیریت تو ہے۔"

"فيريت ہے۔ ذرا اے ويھ كرب تو بتائے كه كيا جانور آيے ہوتے ہيں ... ايے سوتے ہيں۔"

بھائی جان کو ان کی بات سیھنے میں ایک منٹ لگا اور جب بات سمجھ میں آئی ز وہ بھنا گئے "بیہ بتائے کے لئے میری نیند خراب کی ہے آپ نے؟"

"آپ ہی تو اسے جانور کے جا رہے تھے۔" باجی نے شکایت کی۔

"دہ تو میں نداق کر رہا تھا درنہ آپ جانتی ہیں کہ میں اس سے کتنا پیار کرنا ہوں۔ نہ کرنا ہو تا تو یوں سو تا جملا اس کے ساتھ۔"

دلیل کچی اور عملی تھی۔ باجی کے دل پر اثر کر گئی پھر بھی شک کا کاٹا انہیں بے چین کر رہا تھا۔

بھائی جان بری محبت سے چندو کو دیکھ رہے تھے "اسے میں جانور سمجموں گا" انہوں نے سوئے ہوئے چندو کے سرپر ہاتھ پھیرتے ہوئے کما "ارے بیہ تو میرا بیٹا ب بیٹا۔"

یہ کمہ کر وہ لینے اور لیٹتے ہی سو مختے۔ باجی کے وجود میں مجیب می ملمانیت ہم گئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کرکے بڑی سچائی سے زیر لب کما "اے اللہ تیرا شکر ہے۔ میرا چندو بہت اچھا بیٹا ہے۔" چند لمحول کے اندر وہ سو بھی گئیں۔

کن پوٹوں پر ہلدی کا لیپ پہلے لگا دیا۔ اس سے بحت برا قرق پڑا۔ ہلدی تے جسے جادو کے کن پوٹوں پر ہلدی کے جسے جادو ک زور پر بورا درد کھنچ لیا۔ تکلیف اب بھی تھی گر پہلے کے مقابلے میں تو اسے آرام

ی کہا جاسلا ھا۔

نوانے کتنی دیر کے بعد نیفو آیا۔ وہ کھانا لایا تھا۔ ایک دری بھی تھی 'جو اس

نوانے کتنی دیر کے بعد فرش پر بچھا دی۔ "میری بیوی کمہ رہی تھی کہ پہلے

نے کوٹھری کے لیچ ہوئے کچ فرش پر بچھا دی۔ "میری بیوی کمہ رہی تھی کہ پہلے

ہدی لگانی چاہیے۔ اس کے بعد جمال درد کا احساس ہو ادر سوجن بھی ہو' وہال سنکائی

س کا ہے ہے۔ "سنکائی تو اس سے برداشت ہی شیں ہو رہی تھی فیفو بھائی۔" اصغرنے اسے بتایا "مجرمیں نے ہلدی کا لیپ لگا دیا۔"

ابی المرسی است اچھاکیا۔ میری بوی تو مجھے برا بھلا کہ دبی تھی۔ اب میں کیا جانوں ان معالمات کو۔ " نیفو اخر کی طرف مڑا "اب کیا حال ہے تیرا؟"

اخرنے شرمزاری سے اسے دیکھا "تکلیف بہت کم ہوگئ ہے نیفو بھائی۔" "چل اٹھ کر بیٹے۔ کھانا کھالے۔"

"مجھے دال نمیں کھانی۔" اخری اکر اب بھی قائم تھی۔
"اٹھ تو سی۔ دیکھ میں کیا لایا ہوں تیرے لیے۔"

نیفونے اخبار کو دستر خوان کی طرح بچھا دیا۔ ایک بردی پلیٹ میں بھنا ہوا تیمہ تھا ، جس سے اشتما انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اختر اٹھ تو بیشا مگر اس کی چینیں نکل سکی۔ بظاہر تو درد تھنچ چکا تھا مگر در حقیقت وہ سویا ہوا تھا اور اس کے جوڑ دکھ رہے سے۔ بھرکیف وہ اٹھ بیشا۔ اس نے بے تابی سے چپاتی سے نوالہ توڑا مگر نوالہ تیے کی طرف برھاتے ہوھاتے اس کا ہاتھ رک گیا۔

و کیا ہوا؟ " نیضو نے بوجھا۔

"دل نہیں چاہتا نیفو بھائی۔ اب میں نے سوچا تھا کہ بیتم خانے کا پچھ بھی میں کماؤں گا۔"

"اب سي يتيم خانے كا مال نهيں ہے۔ سيد ميں لايا مول-" فيضونے سينه محو كلتے كا كا ا

سنکائی تو اختر برداشت نہیں کرسکا تھا۔ چناں چہ امغرنے اس کے بجائے اس ک

رسا ھا۔ چنان چہ امغربے اس نے بچائے اس فی Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

امغر کا بھی دل چاہ رہا تھا کہ وہ تیے پر ٹوٹ پڑے مگروہ صبط کرتا رہا۔ اخری بلا نواله ليا "واه نيفو بهائي كون سے موثل كا ہے؟" اس نے چارا ليتے موت كمار "ير مول كا نيس محركا كهانا ب بيد مي قيمد لي ميا تعا- تيري بعالي ا

"مزه آگیا۔" اخر نے کما۔ بوری روٹی کھانے کے بعد پیٹ کچھ بوجھل ہوا إ اسے خود سے ہٹ کر بھی کچھ دیکھنے کی تونیق ہوئی۔ اسے اصغر کا خیال آیا۔ وہ مجی أ موشت کے لئے ترس رہا تھا "امغر' تو بھی تو کھا۔" اس نے امغر کو دعوت دی۔ "نہیں یار " تو کھا۔ میں تو کھانا کھا چکا ہوں۔ پیٹ محرا ہوا ہے۔" اصغرنے ال ير پھر رکھتے ہوئے کیا۔

"كما لے يار۔ تو بھي تو كوشت كو ترس رہا تھا۔"

"كريار ايك بار پيك بحركر كھانے كے بعد مجھ سے مجھ نيس كھايا جاتا." امغر كا خيال تھاكه دن بحرك بحوك اخرك لئے بى يد كھاناكم ب بحروه كيوں ال

نیضوجو باہر چلا گیا تھا' جک میں پانی اور گلاس لے آیا۔ اتن وریمی اخر پورا کمانا چٹ کرچکا تھا۔ اس نے پانی بیا اور نورا" بی دری پر لیٹ کیا۔ "ابھی مت لیٹ۔ پہلے یہ پی لے۔" نیفونے اس کی طرف ایک بری بول

"بيه كيا ہے فيضو بھائي۔"

"دوده ہے۔ اس میں بلدی ملائی ہے۔ میری بیوی کمتی تھی " بیہ سارا درد سیخ ك كا- جلدى سے لي لے-"

اخر اب الهناجي نهيل چاہتا تھا محر نيفوك امرارير اس نے وہ دودھ لي ليا-دودھ لی کروہ جو لیٹا تو اسے فورا" ہی نیند آگئ۔ "میں اب چاتا ہوں۔" فیفونے اصر ہے کما "تو اس کے پاس رہ اور اس کا خیال رکھ۔ کمیں ورو ہو تو سنگائی کر دیتا۔" "تم دردازه بابرے بند كرجاد كے؟" اس بار اصغر خوف زوه بوكيا۔ "صرف بند كرك نسي جاؤل كا "آلا مجى لكاؤل كا_"

" نیفر بھائی ، ہمیں ڈر کے گا۔" امغرنے کما پھراسے ایک اور بمانہ بھی مل میا "اور جو مجھے یا اخر کو بیثاب لگا تو؟"

"يس جي نيس كرسكا_" فيفون كما "يا ع، شاه صاحب في كملوا والم تماك اخرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنی۔ ان کا تھم تھا کہ اسے اس کو تحری میں اکیلا ڈال را جائے پر بھی میں جو کرسکا تھا' میں نے اس سے زیادہ کیا ہے۔ اب میں وروازہ كلا چمور دول اور تم لوك بعاك جاؤ " يه كت كت اس كا لهد معنى خيز موكيا-ور او میری تو شاہ جی چمڑی اوھیر دیں مے نا۔ اس کتے میں وروازہ بھی بند کروں گا اور تالا بھی لگاؤں گا۔ اب کوٹھری میں ایک کدال بردی ہے 'اس کی مدو سے تم دیوار تو كر نكل جاؤ تو اور بات ہے۔ نه وہ كدال ميں نے يمال ركمي نه ميں اس كا ذھے دار ہوں۔ بلکہ میں کمہ دول گاکہ میں نے تواے دیکھا بھی نہیں تھا۔ سمجے کچھ؟" نو سالہ اصغری سمجھ میں مجھ نہیں آیا چربھی اس نے سر کو تفہی جنبش دی-" یہ بادی درد تو تھینے لے گ مراس کے جم پر زخم بھی ہیں۔ ان پر مرجم لگاتے رہنا۔ ہدی بھی لگا دینا اور سنکائی بھی کرنا۔ ابھی کل تک تو سے چلنے پھرنے کے

قابل ہوگا مر مشکل ہے۔ تو اس کا خیال رکھنا۔ تیری یہاں موجودگی کا میرے اور نظام کے سوائمی کو پا نہیں ہے۔"

" نھیک ہے نیفو بھائی !"

"اب میں چاتا ہوں۔" نیفونے کما۔

یفوچلا کمیا تو امغرنے جاکر دروازے کی آزمائش کی۔ دروازہ دافعی بند تھا پھر اس نے کو تھری کا جائزہ لیا۔ ایک کونے میں اسے وہ کدال نظر آئی، جس کا تذکرہ فیضو فے کیا تھا۔ اس نے جاکر کدال کو اٹھایا اور ہاتھوں میں نول کر ویکھا۔ کدال خاصی بھاری تھی۔ اس نے آزمائش کے طور پر کدال زمین پر ماری۔ اس خوشی ہوئی کہ بھاری ہونے کے باوجود وہ کدال استعال کرسکتا تھا۔ اسے خیال آیا کہ نیفونے کدال سے دیوار تور کر نکلنے کا امکان بھی ظاہر کیا تھا۔ چناں چہ اس نے کدال کی وهار کو کچی ويوار پر مجمی آزمایا۔ اس کا متیجہ بھی حوصلہ افزا تھا۔ لینی دیوار توڑی جاسکتی تھی۔ امغرے کدال کو ایک طرف رکھا اور اخرے قریب آبیشا۔ وہ نیفو کی باتوں

یر غور کر رہا تھا۔ اس کی باتوں سے ایک بات تو سمجھ میں آئی متمی اور وہ سے کہ یمال ے بھاگا جاسکتا ہے مگر بھاگ کر کمال جائیں مے وہ؟ ونیا میں ان کا کوئی ہے ہی شیں۔ کوئی ٹھکانا نہیں۔ کمال پناہ ملے گی انہیں؟ اس نے اس خیال کو رد کر دیا۔ مزورت بھی کیا ہے بھاگنے گی۔

وقت کا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا مر بھنی طور پر رات کانی ہو بھی تھی۔ اے نیند أربی تقی- دری خاصی بری تھی- وہ وہیں بر کمیا۔ اس کی آکسیں مندتی جل

اخر کا درد تو بت کم ہوگیا تھا گرجس طرح کی اے مار کی تھی اس کے نتیج میں جم کے بیش ترجعے بری طرح دکھ رہے تھے۔ سوتے میں بے خیالی میں جو اس نے پہلو بدلا تو اس کی چیخ نکل گئی۔

اس کی چیخ س کر اصغر جاگا۔ اس بار اس نے زخوں پر مرہم بھی لگایا اور بند چوٹوں پر بھی ہاری کا لیپ کیا۔

دونوں بچوں کی رات اس طرح گزری۔ جانے کتنی بار اختر ایسے ہی جی ار کر جاگا تھی تکلیف کی وجہ سے اور تھی سمی ڈراؤنے خواب کی وجہ ہے۔ اس کا نتیجہ میہ نکلا کہ اصغر کو تقریبا '' بوری رات جاگنا پڑا۔

"صرف گوشت کی ضدیس تونے اپنا به حال کرالیا-" ایک بار اصغرنے اے ملامت کی "کیا بالی دال کھانے سے مرجا آ۔ بلی وال کھا کر بھی زندہ رہا جاسکا ہے۔" "عمر بحر يلى دال كهاكرى تو زنده ربا مول-" اخترف جواب ديا "مكراب سوچا مول کیا یہ زندہ رہنا ہے کہ آدی ابنا حق مجی نہ مانگ سکے۔ اس سے تو بھر ہے کہ حق ما تکتے ہوئے مرجائے۔" چھوٹا سا بچہ اپنی عمرے بہت بردی بات کر رہا تھا۔ یا تو وہ ا مل منہوم سے بے خبر تھا اور محض لفظ ادا کر رہا تھا یا پھر زندگی نے اسے وقت سے میلے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔

"كيا حاصل ہوا تھے؟"

"یار امغر عین اس موٹے پیك والے شاہ جی سے صرف ایك صرف ایك بوئی مانگ رہا تھا۔" اختر رد دیا "وہ مجھے گوشت میں تکوا سکتا تھا کر اس نے مجھے ایک

بوقی مجی شیں دی۔ پا ہے کول سیں دی۔" اصغرنے نفی میں سرہلایا۔ وراس لیے نہیں وی کہ کہیں مجھے اپنا حق مانگنے کی عادت نہ بڑ جائے اور جانتا ہے'اس نے مجھے اتا کیوں مارا؟"

وراس لیے کہ میں دو سرول کو ان کے حق کے بارے میں نہ بتاؤں۔ انہیں سے نہ بتاؤں کہ جو پچھ ان کے لئے آیا ہے وہ دوسرے کھا جاتے ہیں اور اس لئے کہ میں نے غصے میں اس سے کما تھا کہ میں دینے والوں کو بھی بتا دول گا۔"

"مراس ب کے بعد مجھے تو بچھ بھی نہیں ملا۔" اصغرنے تاسف سے کہا۔ " بھے بت زر لگا۔ اب بھی لگ رہا ہے۔ پائے اس نے کما تھا کہ وہ مجھے مار كريتيم خانے كے صحن ميں گارؤ دے كا اور سمى كوبتا بھى نسيں چلے گا-" اختر كے ليج میں خوف تھا " مجھے اس وقت بھی ڈر لگ رہا ہے۔"

امغراس سے زیادہ خوف زدہ ہوگیا "شاہ جی ایما کر بھی سکتا ہے۔"

"ہاں' کرسکتا ہے محمر اصغراب ہم یہاں نہیں رہیں گئے۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو اصغر اس کی مخالفت کرتا محمر اس وقت تو اس پر شاہ جی کا خوف طاری تھا "مگر ہم جائیں گے کمان؟"

"ديكسيل گے- دنيا بت برى ہے اور جم باہر جاكر خوب جى بحركر كوشت كھائيں

میں باتیں کرتے کرتے صبح ہو گئی۔

ہنگامہ ہے۔ سر میں درد ہو جائے گا آپ کے۔"
ریاض احمد نے مت سے بجوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتا نہیں کیا تھا۔ بہت دل
چاہ رہا تھا ان کا لیکن بیگم کے لیج میں ایبا اصرار تھا کہ وہ اسے رو نہ کرسکے۔ باتھ
ردم سے باہر آکر وہ بستر پر بیٹھ گئے۔ ڈاکنگ روم کی آوازیں صاف سنائی دے ری

"جاری کرو بینے ورنہ لیٹ ہو جاؤ گے۔" سلمی بیکم کمہ رہی تھیں۔
"ای بچھ سے خالی ڈبل روٹی نہیں کھائی جاتی۔" اشعر نے تنک کر کما۔
"تم ٹھیک طرح سے کھاتے نہیں ہوتا' اس لیے۔ چائے میں بھگو کر کھاؤ۔"
"ای کتنے دن ہوگئے' مکھن نہیں کھایا۔"
"تموڑے دن کی بات ہے پھر جی بھر کے مکھن کھلاؤں گی تہیں۔"
"اور بنیر بھی۔" یہ فیاض کی آواز تھی۔
"اور بنیر بھی۔"
"اور جا اور جلی بھی اور انڈا بھی۔"

"اور جام ادر جیلی بھی ... اور انڈا بھی۔" "ہاں ہاں' سب کچھ طے گا انشاء اللہ۔"

"آپ روز يى كمتى بير- تھوڑے دن كب بورے ہول مے-" اشعربولا-" درد يى مرضى موكى 'بورے مو جائيں مے-"

"ای ' پہلے ابو روز رہ سب چزیں لے کر آتے تھے۔ اب مچھے شیں لاتے۔ اب تو ہمیں شد اور بادام بھی شیں ماتا۔" فیاض نے شکایت کی۔

"سب کھ اللہ میاں دیتے ہیں بیٹے۔ آدمی کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ پھر اللہ میاں بھے اور یہ بھی میاں بھی میاں کھی موم کر دیتے ہیں باکہ آدمی کو ان چیزوں کی اہمیت کا پا چلے اور یہ بھی سمجھ میں آئے کہ سب کچھ اللہ میاں دیتے ہیں۔"

"هاری توسمجھ میں آگیا ای۔"

"تواب تمہیں سب کھ مل جائے گا انشاء اللہ۔" کمیاں کم کین کی میں ہوئی میاں میں میں

کرسیال کھسکانے کی آواز آئی پھر ملی بیگم نے کما "اور لونا۔" "نہیں ای- مجھ سے زیارہ نہیں کھایا جاتا۔" یہ اشعر تھا "اور ای 'آج کوشت اس صبح ریاض احمد کی آنکھ سورے ہی کھل گئی۔ رات بھی وہ ٹھیک طرح ہے سوئے نہیں سے۔ اس کے نتیج میں وہ محکن اور بردھ گئی تھی، جے دن بھر سمیننے کے بعد وہ بستر تک لے گئے تھے۔ اب جاگے تو بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔

وہ مج سورے اٹھنے کے عادی تھے لیکن جب سے وہ لوگ اس گریس آئے تھ 'ملی بیکم انہیں سورے اٹھنے ہی نہیں دیتی تھیں۔

"اتی خصن ہوتی ہے۔ آپ سوتو احجی طرح لیا کریں۔" وہ کہتیں۔ "اور آپ
کو کون سا جلدی جانا ہو تا ہے۔" بات ورست تھی۔ الذا ریاض احمد لیٹے رہتے۔
اس صبح وہ کچھ زیادہ ہی جلدی اٹھ گئے۔ دونوں بڑے نیچ اسکول جانے کا
تیاری کر رہے تھے۔ چھوٹا فیاض ہنگامہ کر رہا تھا۔ انہیں حرت ہوئی کہ سلمی بیگم تیزں
کو کیسے نمٹاتی ہیں۔

ملی بیم کرے میں آئیں تو وہ اٹھ کر بیٹھ چکے تھے اور باتھ روم جانے ا ارادہ کر رہے تھے؟ اربے آپ اتن جلدی اٹھ مجے؟"

"بان " آکھ کل مئی۔ رات نیز بھی ٹھیک سے سیس آئی۔"

سلمی بیگم نے ان کا ہاتھ چھو کر دیکھا اور تشویش سے بولیں۔ "آپ کو آ ت ہے۔"

> "بان 'جم بھی ٹوٹ رہا ہے۔" "آپ باعظ روم سے فارغ ہوکرلیٹ جائیں"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ناشتا بچوں کے ساتھ کروں۔"

"ارے نہیں۔ آپ لیٹیں۔ میں آپ کو سمیں ناشتا وے دوں گی۔ وہاں تو با

ضرور ایکائے گا۔"

"آج میں تمهارے لیے کوشت سے بھی اچھی چز پکاؤں گی۔"
"آپ روز یمی کہتی ہیں۔ کوشت نہیں پکا تیں۔"
"اچھا بیٹے" اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ ای۔"

این کرے میں بیڈ پر بیٹے ریاض احمد کا چرو فق ہوگیا تھا۔ بچوں کا کہا ہوا ایک ایک لفظ ان پر گھونما بن کر لگا تھا۔ اتنے دنوں میں انہوں نے اس زاویے سے ز سوچاہی نہیں تھا۔ بچوں کی محروی تو بہت بڑی ہے۔ انہیں کیا پتا کہ حالات بدلنا کے کتے ہیں اور برا وقت کیاہو تا ہے۔

گر پھر ان کا ول کٹنے لگا۔ بچ ناشتے میں خالی ڈیل روٹی کھا رہے تھے۔ وہ ان کے طق میں پھن رہی ہوگی گر فورا" ہی انہیں یہ خیال آیا کہ یہ ڈیل روٹی کماں سے آئی۔ انہوں نے تو ایک ماہ سے سلمی بیگم کو چیے ہی نہیں دیے تھے۔ آخری بار جو پیے ان کے ہاتھ میں آئے تھے' اس سے انہوں نے گھر میں راش ڈلوا لیا تھا اور اپ پیے ان کے ہاتھ میں آئے تھے' اس سے انہوں نے گھر میں راش ڈلوا لیا تھا اور اپ کرائے کے لئے بیسے سنبھال کر رکھ لیے تھے اور اس کے بعد انہیں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ ممکن ہے' راش ختم ہوگیا ہو۔ وہ باہر کی پریٹانیوں میں گم ہوگئے۔ گھر کا خیال ہی نہیں رہا انہیں۔ سلمی بیگم نجانے کیے گھر چلا رہی ہیں۔

ملی بیم ان کے لئے چائے اور سمی بیں سکے ہوئے ملائس لے کر آئیں۔ ریاض احمد نے دیکھا کہ ممی برائے نام ہی استعال کیا گیا ہے۔ انہوں نے بے دلی ے ناشتا کیا۔ اور بیوی کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے رہے "نیچ بہت فرسٹریٹ ہوگئے ہیں۔" انہوں نے اچانک کہا۔

"جی نہیں۔" سلمی بیم مسرائیں "خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو

اسے سمجھ دار بچ عطا فرائے۔ اتن می عمر میں حالات سے سمجھو ناکرنا آسان نہیں۔"
"اللہ کا شکر ہے۔" ریاض احمد نے بے حد خلوص سے کما "مگر آج مجھے شرمندگی بت ہوئی ہے۔ میں اپنی نظروں سے گر گیا ہوں۔"

سلی بیم نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا "ایسے نہ سوچیں۔ وقت اچھا ہو یا برائ آپ تو ان کے مہران باپ ہیں اور بچ "آپ کے بچے تو بہت پیارے ہیں۔ کب سے اکول جاتے وقت میں نے انہیں پیے نہیں دیے۔ ایک دن ناشتا بھی نہیں کرکے مجے۔ دیر سے سو کر اٹھے تھے ہم لوگ۔" انہوں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "اس روز میں بریک میں ان کے لئے لئے باکس لے کر مجئی تو جانے ہیں کیا دیکھا میں نے؟" ریاض احمد نم آکھوں اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔

"سب بچ ادھرادھر چزیں خرید آور کھاتے پھر رہے تھے۔ اشعراور میونہ بے فکروں کی طرح سب سے الگ تھلگ پکڑم پکڑی کھیل رہے تھے۔ انہیں گردوپیش کا ہوش ہی نہیں تھا۔ مجھے اس وقت ان پر ایبا پیار آیا کہ کیا بناؤں۔ سے ... بہت اچھے بے ہیں۔"

"ادر آپ بت اچھی ہوی ہیں سلمی بیگم!" ریاض احمد نے ان کا ہاتھ تھام لیا
"یہ بتائیں کہ میں نے کب سے آپ کو پینے نہیں دیے۔ آپ کیسے کام چلا رہی ہیں؟"
"اسے چھوڑیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ
مکرائیں "لیکن آپ میرے مقروض ہو رہے ہیں۔"

"دہ تویس ہوں اور رہوں گا۔" ریاض آجمہ نے کما "مگر ایک بات کموں۔" "کئے۔"

"آج آپ مجھے کچھ نہ دیں۔ گوشت پکالیں۔ بچ ہڑک مجے ہیں گوشت کو۔"
"میں یہ کردیق لیکن سوچیں تو، صرف کل کا دن بچ میں ہے۔ پرسول بقرعید
ہے۔ انشاء اللہ خوب اچھی طرح گوشت کھالیں مجے۔ آج میں انہیں بملالوں گی۔
موجا ہے، بین کی گھنڈویاں پکالوں گی بہت اچھی طرح۔ آپ بے فکر رہیں۔"
ریاض احمد ممنونیت سے انہیں دیکھتے رہے۔

ے نقصان گنوانے شروع کیے تو چندہ زور زور سے سربلانے لگا۔ باجی کی سمجھ میں پچھ منیں آیا مر بھروہ سمجھ گئیں۔ چندو بے زبان ضرور تھا۔ اس کے باوجود بوری وضاحت اور مراحت سے انہیں جا رہا تھا کہ گزشتہ روز اس نے جی بھر کے بادام ' پستہ اور اخردث كهاياتها بحربهي خون آياتها نه كوئي نقصان مواتما-

ماجي شرمنده ہو گئيں۔ ان کي آگھول ميں آنسو آگئے "چندو بيٹے" محمل ب باجی صبح ہی اٹھیں۔ انہوں نے جلدی جلدی شوہر کے لئے ناشتا تیار کیا۔ انہ سی تھے نصان نہیں ہوا لیکن تھے یہ تو نہیں معلوم کہ یہ چیزیں کتنی متلی ہیں اور تیرے جلدی نکلنا ہو آ تھا۔ پک اپ پوائٹ سے سمینی کی گاڑی میں بیٹے تو وفتر سیتے۔ ایر ماں باپ بچ مچ اسے امیر نہیں کہ ان چیزوں کی بوریاں خرید سکیں۔ کیوں میرا ول دکھا آیا ہے۔ اللہ نے ریا تو بوریوں کے حساب سے بھی کھلاؤں گی مجھے مگر ابھی تو اتنی حیثیت نهیں میری-"

چندو نے باجی کا وامن چھوڑا اور ان کی پٹرلیوں سے سر رگڑنے لگا۔ جیے کمہ رہا ہو میں سب سبھتا ہوں ای۔ معاف کر دیں آئندہ آپ کو تک شیں کروں گا۔ باجی نے اس کے سریر ہاتھ رکھا اور بولیں "ابھی میں تیرے لیے ناشتا لاتی

چندو کا ناشتا دو مرحلول میں تکمل ہو آ تھا۔ پہلا انسانی ناشتا ہو آ تھا۔ اس میں ویل روئی کے سلائس ' دودھ ' شد' بالائی اور مکھن ہو تا تھا۔ چندو یہ تمام چیزیں بری ر غبت سے اور حتی الوسع بے حد تمذیب سے کھانا تھا۔ دو سرے مرطے میں اسے دنے کا ناشتا ملتا تھا۔ چنے کی وال رات کو بھگو دی جاتی تھی پھر ہری بھری تازہ کھاس ہوتی تھی۔ تبھی دانہ بھی ہو تا تھا۔

چندو کو ناشتا کرانے کے بعد باجی نے کما "جا چندو اب کھیل۔" پھرانموں نے اپنے ناشتے کی فکر کی۔ چائے کا پانی چو کھے ہر رکھ کر انہوں نے رات کا سالن نکالا اور اسے رات کی بی ہوئی روثی کے ساتھ سوارت کرنے لگیں۔ اتنی ور میں چائے بن منی- چائے کی پیالی لے کروہ آنگن میں آئٹیں۔

آئن میں بلکی ہلکی دھوب نکل آئی تھی۔ باجی کے انداز میں عجلت نہیں تھی ورنہ وہ عام طور پر ٹھیک سے ناشتا نہیں کر سکتی تھیں۔ اسکول کے لئے لیٹ ہو جانا بھی

ہو جاتے اور گاڑی نکل جاتی تو بری دشواری ہوتی۔ سمپنی کے وفاتر شمرسے اچھا خاما بامر سے این طور بر وہال پنچنا آسان نہیں تھا۔ کم از کم دو تین مھنے لکتے۔

وہ رفتر کیلے گئے تو چندو کے معمولات کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے باجی نے چلا کو خوشبو دار صابن سے رگڑ رگڑ کر نملایا۔ تولیے سے اس کا جم اچھی طرح ظک كرنے كے بعد انہوں نے سب سے يملے اسے سويٹر يہنايا۔ چندو كے ياس كئي سوير تھے۔ وہ سب باجی نے خود بے تھے۔ نملانے کے بعد چندو کو سویٹر بہنانا بہت ضروری تھا۔ ذرای تاخر ہو جاتی تو اسے چھیکیں آنے لکتیں۔

اس کام سے خفنے کے بعد باجی ورائی فروث کا وبا تکال لائمیں۔ انہوں نے معمول کے مطابق سات بادام سات پتے اور اخروث کی گری کے تین والے تکال کر پلیٹ میں رکھے۔ یہ بھی ان کی تربیت کا تیجہ تھا کہ چندو نے وہ فورا " ہی ہڑپ نہیں کیے بلکہ سکون سے کھائے۔ شروع میں وہ اسے ٹوکی تھیں "جانوروں کی طرح ایک دا سے سیں کما جاتے۔ خوب چبا چباکر کمایا کر۔"

چندو نے تمام چزیں خوب چبا چبا کر کھائیں۔ مزید کا تقاضا تو وہ بھشہ کرنا فا لیکن گزشتہ دوز کا بے حساب ڈرائی فروٹ کھانے کا تجربہ اسے یاد تھا۔ پاہی ڈیا لے کر ا شخے لگیں تو اس نے دانتوں میں ان کا دامن دبا کر انہیں ملتجی نظروں سے دیکھا۔ باجی نے معمول کے مطابق اس سمجمانا شروع کر دیا۔ پہلے انہوں نے اے غریب والدین کے حوالے سے سمجھایا۔ پھر انہوں نے بادام اور اخروث زیادہ کھانے "ایک مشورہ دینے آئی ہوں چندو کے سلسلے میں۔" "چندو کے سلسلے میں؟ وہ کیا؟" زیب النساء کی آنکھیں جیکنے لگیں "شادی کرائمیں گی اس کی؟"

"دنہیں۔ میں باجی سے کموں گی کہ وہ اس کی قربانی کردیں۔" نعت آیا نے سنجیدگ سے کہا۔

زیب النساء کا ہاتھ سیدھا اپنے ول پر گیا۔ وہ وہل کر رہ گئی تھی۔ و کیسی بات کرتی ہیں آیا۔ اللہ نہ کرے۔" اس نے برا مان کر کھا۔

"کیوں بھی وہ باجی کا ہی نہیں گلی کے ہر گھر کا بیٹا ہے سے مج کا بیٹا۔" "ارے بھی وہ جانور ہے۔ محض ایک ونبہ ہے۔"

"آپ کو لگنا ہوگا۔" زیب النساء نے جذباتی ہوکر کما۔ آپاکی جگہ کوئی اور ہو آ تو وہ او پرتی۔ التے لے ڈالتی اس کے "کون اسے جانور کے گا۔ گھر کو تو چھوٹیں' اس نے باہر بھی بھی گندگی نہیں کی۔ کون سا ایسا جانور ہے' جو رفع حاجت کے لئے بیت الخلا جاتا ہو' جو انسانوں کی طرح بار کرتا ہو' ہربات سجھتا ہو۔"

"اس کے باوجود بھی وہ جانور ہی ہے۔ کپڑے چباکر خراب کرتا ہے یا نہیں۔"

"دہ تو میں نے بچوں کو بھی یہ حرکت کرتے ویکھا ہے۔" زیب النہاء نے مدافعانہ انداز میں دلیل دی "میرے کتنے ہی کپڑے چبا ڈالے اس نے۔ ایسے ایسے کپڑے کہ کوئی اور ہو تا تو میں جان سے مار ڈالتی اسے۔ گر آپا، مجھے چندو سے محبت کرتے ہیں، ہر گھر کا بھی نہ بھی کوئی نہ کوئی نقصان کیا ہے اس نے گر کمی نے اف بھی نہیں گی۔ گلی کی تو رونت ہے۔" وہ کوئی نقصان کیا ہے اس نے گر کمی نے اف بھی نہیں گی۔ گلی کی تو رونت ہے۔" وہ کستے کتے رکی اور گمری سانس نے کر بولی "آپا سوچیں تو چندو ہے کتنا خوب صورت۔" چندو کی تحریفوں میں وہ یہ بھی بھول گئی کہ آپا اسے قربان کرنے کی تجویز لائی ہیں۔

"دنے تو ہوتے ہی خوب صورت ہیں۔ " نعمت آپانے کما۔ " پچھ ہوتے ہیں' کچھ نہیں ہوتے اور جو ہوتے ہیں' وہ بھی چندو جسے خوب انہیں قبول نہیں تھا اور چندو کے معمولات میں کوئی کی رہ جائے 'یہ بھی وہ بردائر نہیں کرسکتی تھیں گراب اسکول کی بقر عید کی چھٹیاں شروع ہو گئی تھیں۔ ناشتے کے بعد وہ کچھ دیر سکون سے بیٹھیں پھر انہیں خیال آیا کہ گھر کی میا کرلی جائے۔ انہیں صفائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ یہ ان کا فرصت کا سب سے پہر مشغلہ تھا۔ وہ فورا "ہی گھر کی جھاڑ یو نچھ میں جت شکیں۔

0

نعمت آبا کو دہ علاقہ چھوڑے دو سال ہو چکے تھے مگر مینے پندر مواڑے میں اب بھی بہر اس کا ایک چکر ضرور لگاتی تھیں۔ کچھ اس لیے کہ ان کی جڑیں اب بھی بہر تھیں۔ یہاں ان کا ایک حلقہ تعاقات تھا جو ابھی تک نے علاقے میں نہیں بن مقا۔ دو سرے باجی سے انہیں بڑی محبت تھی۔ صبحے معنوں میں تو وہ باجی سے لئے تھا۔ دو سرے باجی سے انہیں بڑی محبت تھی۔ صبحے معنوں میں تو وہ باجی سے لئے یہاں آتی تھیں۔

اس روز نعمت آپا گلی میں داخل ہوئیں تو سب سے پہلے زیب النماء الم دروازے پر کھڑی نظر آگئ۔ اس سے علیک سلیک ہوئی پھر لعمت آپا نے کما "باجی کی آج چھٹی ہوگ۔ گھریر ہی ہول گی۔ ہے نا؟"

"جی ہاں۔" زیب النساء نے جواب دیا پھر مسکرائی "مجھے معلوم ہے" آپا سے ملنے آئی ہیں۔ ہم تو آپ کے بچھ لگتے ہی نہیں۔"

"یہ بات نہیں گر باجی سے تعلق بی کچھ اور ہے۔ پھر بھی میں سب سے بی ا ال-"

"میں آپ کو چائے پلائے بغیر نہیں جانے دوں گی۔" "چلو ٹھیک ہے۔ جلدی سے لے آؤ۔ آج دراصل میں ایک کام سے آ

الول**-**"

"بابی کے پاس؟" "ہاں۔"

"خرتو ہے-" زیب النساء نے انہیں جائے کی پالی دیتے ہوئے کہا- Scanned By Wagar Azee

"اچھا میں چلتی ہوں۔"
"باجی سے یہ بات نہ کھئے گا۔ وہ بہت ناراض ہوں گی۔ اپنا بیٹا کوئی قربان کرتا
ہے آپا۔"
"یہ قربانی کی رسم یاوگار ہی بیٹے کو قربان کرنے کی ہے۔" آپا اٹھ کھڑی

صورت نہیں ہوتے۔ آپ یمال رہتی نہیں ہیں نا' اس لئے آپ کو احساس ہی نہیں ہے۔ ہیں نے بین اس کے آپ کو احساس ہی نہیں ہے۔ ہیں نے گرر، اس کی آنکھوں کے گرر، دہانے کے گرد اور چاروں ہاتھ پاؤں پر سیاہ طلقے دیکھیں۔ ایسا میں نے کہیں نہیں دیکھا اور بوی بوی آنکھیں دیکھیں ۔۔۔۔۔"

"دنبول کی آئھیں بری ہی ہوتی ہیں۔" آپا بولیں۔

"بِ شک ہوتی ہیں گراتی خوب صورت نہیں ہوتیں اور چندو تو آگھوں سے تمام باتیں کرتا ہے۔ بتائیں کہیں وہ بے زبان لگتا ہے؟"

"تم ائی باتوں پر غور کرد- تم خود اسے دنبنہ ہی سمجھتی ہو ایک جانور!"
"ده تو ہے آبا گر بھی بھی میں سوچتی ہوں کہ ده دنبے کے بھیس میں کوئی اور

'کیا مطلب؟'' آپا بری طرح چو تکس ''تمهارے خیال میں کون ہے وہ؟'' ''کوئی جن' کوئی بری زاد۔ یہ لوگ تو اس طرح کے بھیس میں ہوتے ہیں نا

"سنا تو ہے گریس نہیں مانی۔ چندو میں الی کون می بات دیکھی ہے تم نے؟"

"اس کی آئیس آپا ججے وہ ایسے دیکھا ہے کہ میں کسی مرد کو اس طرح دیکھتے دیکھ لول تو پانی پانی ہو جاؤں۔ عبدالعمد بھی بھی ایسے دیکھا ہے تو میں اسے ٹوک دیتی ہوں اور چندو بھیے ایسے بی دیکھا ہے اور وہ مجھ سے جیسے لپتا ہے، جیسے بھی پیار کرتا ہے، کسی کو نہیں کرتا۔ آپا یماں چومتا ہے یماں۔" زیب النا نے ہونوں کی انگل سے جھوتے ہوئے کہا پھروہ شراعی۔

آپا اب اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھیں "اچھا" فرض کرلو" وہ دنبے کے جم میں کوئی اور ہے تو تہیں ڈر نہیں لگتا؟"

"وُر لگنا ہے آیا۔" زیب النسائے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "پر اس کی محبت بحیت جاتی ہے۔" جیت جاتی ہے۔ اس کی۔" " بات کی۔ " میت کار رہو۔ میں تمہیں یقین ولاتی ہوں کہ وہ ونبہ ہی ہے۔" آیا نے کما

Scanned By Wagar Azeem Paksitanipoint

تھا۔ چندو کچھ زیادہ ہی شریر ہوگئے ہیں مگر فرمال برداری میں کی نہیں آئی ہے۔ چندو

میاں یہ کرتے ہیں ' چندو میاں وہ کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات تھی بابی میں۔ چندو کے غیب بس وہ اس کے متعلق مفتلو بہت احرام سے کرتی تھیں۔ سامنے تو تراخ ہوتی تھی مگر موجود نہ ہوتے تو چندو میاں محرم ہو جاتے۔

ہاجی نے چندو کا گزشتہ روز والا ایڈوننچر آپا کو سایا۔ ڈرائی فروث والا۔ آپا

باجی نے چندو کا گزشتہ روز والا ایڈو پنچر آپا کو سنایا۔ ڈرائی فروٹ والا۔ آپا مسراتی رہیں مگر دل میں خود کو ملامت کرتی رہیں۔ جو کہنے کا ارادہ کرکے آئی تھیں' کمہ ریتی تو باجی کا تو دل خون ہو جا آ۔ ممکن ہے' تعلقات ہی ختم ہو جاتے۔

ہ رسی میں میں اور ہائے ہائے چلی گئیں۔ باجی نے واسک تکمل کی' اسے کمرے میں رکھا اور چائے بنانے چلی گئیں۔ اس دوران لئمت آپا اپی تبحیز کے سلسلے میں غور و فکر کرتی رہیں۔ آخر وہ اس نتیج پر پنچیں کہ باجی کو اس طرح کا مشورہ دینا مخدوش ضرور ہے مگر ان کی نیت صائب ہے' اس لیے وہ دے سکتی ہیں۔

بابی چائے کے آئیں۔ چائے بی گئی اور اس دوران بھی چندو میاں کی باتیں ہوتی رہیں۔ چائے پیٹے کے بعد آپانے اچاتک کما۔ "مید چندو کمال غائب رہتا ہے۔ کب سے میں نے نہیں دیکھا اے۔"

"ارے سیس گل میں کھیل رہا ہے۔ ایک آواز دوں گی تو چلا آئے گا۔" باجی فے برے مان سے کہا۔

"تو پر زرا بلائيں تو اے۔"

"چنرو چندو بیٹے۔" باجی نے دروازے کی طرف منہ کرکے بکارا "آجا میرے بیٹے۔"

چند سینڈ بعد ہی چندو متانہ وار چتا گھر میں داخل ہوا۔ آتے ہی باجی کی گود میں محس کرلیٹ گیا ''ویکھا' کتا کہنامانا ہے۔ میں نے کما تھا' دور نہ جانا۔ گلی میں ہی کھیلنا۔'' باجی نے گخریہ کہج میں کما۔

نعمت آپا چندو کو بہت غور سے دمکھ رہی تھیں۔ زیب النساء نے سیج کما تھا۔ چندو واقعی بہت خوب صورت ہے۔ آکھوں کے گرد' تھوتھنی کے گرد سیاہ طلقے بہت می خوب صورت لگتے تھے اور اس کی آکھیں وہ واقعی غیر معمولی تھیں۔ وہ بولتی صفائی سے فارغ ہونے کے بعد بابی چندوکی واسکٹ لے بیٹھیں۔ زوہفت کی یہ واسکٹ وہ اسک ہے بیٹھیں۔ زوہفت کی یہ واسکٹ وہ اسے عید کے دن بہنانے کے لیے می رہی تھیں۔ بہت خوب صورت واسکٹ تھی۔ میتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ چندو دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ انہوں نے سراٹھا کراہے دیکھا اور پکارا "چندو؟"
چندو جاتے جاتے رک گیا۔

"دور نه جانا - گلی میں ہی رہنا۔ ایک آواز پر چلے آنا۔ سمجھے چندو۔"

چندو باہر چلا گیا۔ بابی پھر مثین پر جمک گئیں۔ دو منٹ بعد دروازے پر آہٹ ہوئی تو انہوں نے سراٹھا کر دیکھا۔ ان کے خیال میں چندو واپس آیا تھا گر نعمت آپاکو دیکھ کروہ مسکرا دیں ''آؤ نعمت' کیسے رستہ بھول پریس؟"

"آپ سے بات کہ رہی ہیں باجی۔" فعت آپا کے لیج میں شکایت تھی "جب کہ مینے میں دوبار میں لازی طور پر آتی ہوں۔"

"ارے میں تو نداق کر رہی تھی۔ آؤ بیٹھو۔ میں یہ واسکٹ کمل کرکے تہیں چائے بلاؤں گ۔"

"میہ واسکٹ تس کی ہے؟"

"چندو کی ہے۔ عید پر پہناؤں گی اسے۔" باجی نے کما "بس تعور ٹی سی سلائی رہ گئی ہے۔ پرسوں تو عید ہے نا۔"

آپا کا دل بیشنے لگا۔ اب وہ قربانی کی بات کیسے کریں۔ یماں تو عید کی تیاری ہو ۔

باجی تمام وقت چندو کی باتیں کرتی رہیں۔ چندو کے سوا کوئی موضوع ہی نہیں

تھیں۔ وہ اس وقت باجی کو جس محبت سے دیکھ رہا تھا' وہ واضح اور یقینی تھی اور باہی اس سے جو محبت کرتی تھیں' وہ تو اظهر من الشمس تھی۔

"باجی آپ جانتی ہیں کہ میں آپ کا برا چاہنے والی نہیں۔" نعت آپا نے تمید باندھی۔

"جانتی ہوں نعت۔ بات کیا ہے؟"

"میں ایک الی بات کمنا جاہتی ہوں ،جو آپ کو بہت سخت گھ گی۔ ناگوار گزرے گی۔ ہوسکتا ہے ، آپ میری نیت پر بھی شک کریں۔"

"کچھ بھی ہو' تم کمہ دو۔" باجی نے محمبیر لیج میں کما "اس لیے کہ تمہارے نزدیک اسے کمنا ضروری بھی ہے۔ ورنہ تم یہ تمید نہ باند متیں۔"

نعمت آپا سوچ میں پڑ گئیں۔ وہ پوری دنیا میں گھوم پھر کر لفظوں کے حسین ترین پھول جمع کریں اور پھر اس بات کو گل وستے کے روپ میں باجی کو دیں 'تب بھی باجی کے لئے تو وہ تھینج کر مارا ہوا پھر ہی ہوگا "باجی میرے ول میں سے بات آئی ہے کہ آپ اس سال چندوکی قربانی کردیں۔"

پہلے تو باجی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا پھر جب سمجھیں تو وہ بے یقینی سے نعت آپا کو گھورتی رہیں 'کیا مطلب ہے تمہارا؟'' ان کے لب بلے ''چندو کی قربانی کر دوں؟ اپنے بیٹے کی قربانی کردوں؟'' انہوں نے سرجھکا کر گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے چندو کو دیکھا' جو انہیں ہی دکھے رہا تھا۔

"جی باجی- میرے دل میں سے خیال آیا ہے۔"

"نعت مجھے تہارے ظوم پر تہاری نیت پر پورا بحروسا ہے اس لئے یہ بات برداشت کرلی ہے۔" باجی کے لیج میں بے حد تحمراؤ تھا "کلی میں تو کیا اس پورے علاقے میں کوئی اور مجھ سے یہ بات نہیں کہ سکا۔ جانتی ہو کیوں؟ اس لیے نہیں کہ دہ مجھ سے ڈرتے ہیں اس لیے کہ دہ سب چندو سے محبت کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ اور جانتے ہیں کہ چندو کے لئے میری محبت ان سے ہزار گنا بردی ہے اور تم نے یہ بات اس لیے اتن آسانی سے کہہ دی کہ تم یماں سے چلی می تھیں ، جب میں نے چندو کو بالا۔ تم نے اسے بلتے ہی نہیں دیکھا۔ اس کی شرار تیں اس کی محبت بحری

ادائمیں نہیں دیکھیں۔ جس نے یہ سب کھھ دیکھا ہے، مجھ سے یہ کہتے ہوئے اس کا دل چٹ جائے گا۔

دں پہ۔ اس کا دول میں سے اعتراف کرنا پڑا کہ بابی ٹھیک کمہ رہی ہیں۔ انہوں نے تو واقعی چندو کو نہیں دیکھا۔ دیکھنے دالوں میں ایک زیب انساء سے تو وہ بات کرچکی تو واقعی چندو کو نہیں دیکھا وہی تھا' جو بابی بتا رہی تھیں "بابی ... میں اس لئے کمہ رہی ہوں کہ بیہ قربانی کا موقع ہے۔"

اروں میں مان میں صاحب نصاب نہیں ہوں۔ ہوتی تو بھی میں بازار سے جانور درید لاتی۔ اپنا بیٹا تو قربان نہ کرتی۔"

"بازار سے جانور تو سمی لاتے ہیں باجی۔" نعت آپائے مری سانس بے کر کما
"قرانی کی روح کو کون سجھتا ہے۔ اللہ کو کمی کے پینے کی ضرورت تو نہیں نعوذ باللہ
سد ند دو بزار کی ند ایک لاکھ کی۔ وہ تو سے ویکھتا ہے کہ کون اس کا کتنا فرماں بردار
ہے۔کون اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔"

نعت آپائے جس گراز لیج میں بات کی تھی' اس نے باجی کے دل کو چھولیا "تم ٹھیک کمہ ربی ہو نعت۔" انہوں نے بہت زم لیج میں کما "لیکن سوچو تو۔ چندو میرا بیٹا ہے میری کا کتات ہے۔ اسے قربان کرکے تو میرے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔"

"خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں باجی 'جو اللہ کی خاطر مب کھے قرمان کردیں۔ وہ خال ہاتھ تو نمیں سے تو کما بھی خال ہاتھ تو نمیں سکتا کوئی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے نعمت لیکن چندو میرا بیٹا ہے سچے مچ میرے جگر کا کلزا ہے۔ اسے قربان کر دول"

" یمی تو اللہ نے کما ہے باجی۔ اللہ نے حضرت ابراہیم سے ان کی عزیز ترین سے کی قربان طلب کی تھی اور آخر میں کیا طابت ہوا۔ یمی ناکہ انسان کو سب سے زیادہ عزیز اولاد ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم نے یہ قربانی پیش بھی کردی۔ اللہ نے تبول بھی فربائی اور بیٹا بھی واپس دے دیا آپ کو۔ اس محبت اور اطاعت کی یادگار تو تبول بھی فربائی اور بیٹا بھی واپس دے دیا آپ کو۔ اس محبت اور اطاعت کی یادگار تو

ہے یہ قربانی 'جو ہم ہر سال پیش کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ یہ واقعی قربانی ہے جھی یا نہیں۔ " نعمت آپا کہتے کتے رکیں پھر گھری سانس لے کربولیں" آپ خوش نصیب ہیں باجی کہ اللہ نے آپ کو چندو کے لئے اولاد کی سی محبت دی۔ اس لئے کہ کچھ بھی ہو' چندو ہے تو دنبہ ہی ... اور قربانی کے ہر معیار پر پورا اثر آ ہے۔ اللہ نے آپ کے بیم معیار پر پورا اثر آ ہے۔ اللہ نے آپ کے لئے ایک مقبول قربانی کا اجتمام کر دیا۔ اب یہ آپ پر ہے کہ آپ کرور ثابت ہوتی ہیں یا ثابت قدم۔ میری بات مان لیجئے باجی۔"

باجی کا ضبط جواب دے گیا "اب ایک لفظ بھی نہ کمنا۔ میں پہلے ہی کمہ چکی ہوں کہ تمہمارے ظوص اور نیت پر مجھے بقین ہے گر اب تم جتنی بار بھی کمو گی، مجھے گناہ گار کرد گی۔ اس لیے کہ میں سو بار انکار کردں گی، ہزار بار انکار کردں گی۔" باجی کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "جیسے تم مجھے سمجھا رہی ہو، میری جگہ تم ہو تیں تو خود کو بھی نہ سمجھا پاتیں۔ تہیں اپنا آپ برا لگنے لگا۔ وہ بات کمنا بہت آسان ہے، جو خود پر Apply نہ ہوسکے۔"

نعمت آپا کے دل پر چوٹ گی لیکن جانتی تھیں کہ بات تھی ہے۔ اس وقت وہ تصور کرتیں 'خود کو باجی کی جگہ رکھتیں تو بھی اپنے ضمیر کی پوری سچائی کے ساتھ کہ کتی تھیں کہ یہ بات مان لیتیں۔ اس لیے کہ تصور میں سب کچھ ہو تا ہے مگر روح نہیں ہوتی 'محوسات نہیں ہوتے۔ جب تک وہ کمی چندو کو ماں بن کر ایسے ہی نہ پالتیں 'اس سے متعلق اس طرح محسوس نہیں کرسکتیں۔

"اور مثال تم كس كى دے ربى ہو ايك بے حد محترم پنيبركى!" اب بابى بھر مئى تھيں "ميں۔ ہمارے پاس وہ بھر مئى تھيں "ميں۔ ہمارے پاس وہ طرف كمال - بال وہ اوپر والا ہى دے تو دے۔ ہم تو جانور ہى قربانى كركتے ہيں۔ يا يوں كمہ لوكہ ہزارول يا لاكھوں روپ قربان كركتے ہيں جانور كے روپ ميں۔ يہ ضرور ہے كہ تول كرنے والا بہت مربان ہے۔ "وہ كتے كتے ركيں۔" اور نعت اب تم چلى جاؤ۔ تم نے ميرا بہت ول دكھايا ہے۔" يہ كمہ كر انہوں نے منہ كھيرليا۔

" ٹھیک ہے باجی۔ مجھے افسوس ہے کہ ٹاید آج میں نے آپ کو ہمیشہ کے لئے کھودیا گر میرا دل جانتا ہے کہ میں نے یہ بات بھی آپ کی محبت میں آپ کی بھلائی

سليح ي تقى۔ اچھا باجي جاتی ہوں۔"

سیمی کی با با کا کہ کہ کا جواب بھی شیں دیا۔ نمت آپا ہو جھل قدمول سے
دروازے کی طرف چل دیں۔ وروازے پر پہنچ کر انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ باجی وانستہ
ان کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھیں۔ انہول نے چندو کو لپٹا رکھا تھا' اور چندو
بری محبت سے ان کے رضار کو چوم رہا تھا۔
بری محبت سے ان کے رضار کو چوم رہا تھا۔

ندت آپانے اس دید کو اپن نگاموں میں محفوظ کیا اور باہر نکل گئیں۔ وہ ہار گئ

C

دن کی روشی میں کو تھری اتنی خوف ناک نہیں لگ رہی تھی۔ کو تھری کی چھت میں جو روشن دان تھا' اس سے دھوپ اور روشنی اندر آرہی تھی۔ روشنی اور آگی کتنی ہی تکلیف دہ ہوں' آخر میں باعث آرام ہی ٹابت ہوتی ہیں۔ اختر نے دن کی روشنی میں اپنے جسم کا جائزہ لیا تو پہلے تو کانپ گیا۔ امغر کا روعمل بھی میں تھا مگر پھر دھرے دھرے سکون آگیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اندھرے میں تو وہ سوچ رہا تھا کہ ان چوٹوں سے جال بر ہی نہیں ہوسکے گا۔

روشی کا فاکدہ یہ بھی ہوا کہ انہیں معلوم ہوگیا کہ کمال مرہم لگانا ہے کمال ہوگیا کہ کمال مرہم لگانا ہے کمال ہلای کا لیپ کرنا ہے اور کمال سنکائی۔ فیضو لالٹین میں پوری طرح تیل بھر کے لایا تھا۔ اصغرنے بی نیچ کردی۔ دن میں اسے صرف سنکائی کے لئے استعال کرنا تھا۔

امغر کو تو صبح سورے ہی ہے بھوک ستا رہی تھی۔ اخر کی چوٹوں کو ذرا آرام آیا تو اے بھی بھوک آلئے گی۔ وہ ددنوں نیفو کا انظار کر رہے تھے۔ اب دھوپ گئے گئی۔ وہ ددنوں نیفو کا انظار کر رہے تھے۔ اب دھوپ گئر کی بتا رہی تھی کہ دوپر ہونے والی ہے۔ اب انہیں نیفو کے نہ آنے سے پریشانی ہوری تھی کہ ان مجوری تھی کہ ان کے کہ وہ سوچ رہے تھے کہ ان کے بارے میں کوئی خطرناک فیصلہ نہ کرلیا گیا ہو۔

"میں تو کہتا ہوں " تجھے شاہ جی سے معافی ماتک لینی چاہیے۔" اصغر نے کہا۔
"اس حرای سے میں مرجاؤں گا مگر اس سے معانی نہ ماگوں گا۔" رسی جل

مئی تھی مگریل نہیں گئے تھے۔

"کیا پا وہ کچ کچ ہمیں مار کر صحن میں گروا دے۔ تو نے جھے ہمی مروا دیا۔"
گردن کی روشی میں یہ تصور اخر کے لئے بے جان تھا کہ انہیں مار کر مم
میں گاڑ دیا جائے گا "اندھی لگ رہی ہے کیا۔" اخر نے تند لہج میں کما گراس کر
ساتھ ہی اے احساس ہوا کہ یہ اسنے دور کا امکان بھی نہیں ہے" ماریں گے تو راز
کو ہی ماریں گے نا۔" اس نے جلدی سے کما "اور رات ہونے سے پہلے ہم یما
سے نکل جائس گے۔"

امنر کی نظریں کونے میں رکھی کدال کی طرف اٹھ گئیں۔ اس نے اختر کو نیم کی کمی ہوئی تمام باتیں بتا دی تھیں "تو کیا ہم دن میں دیوار تو ژیں گے؟"

"نیں توکیا رات کو صحن میں گاڑے جانے کا انظار کریں گے۔ ای کدال ہے؟" اخرنے چوکر کما۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے یار۔ نیفو بھائی کیوں نہیں آئے؟" اختر کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ دونوں اپنے اپنے خیالوں پر مجم ہوگئے۔ وہ وسوسوں میں گھرے ہوئے تھے۔

خاصی ور کے بعد کو تھری کے باہر کنڈی کی کھڑ کھڑاہٹ سنائی دی۔ ان کے دار زور زور سے دھڑ کئے گئے۔ وہ جانتے تھے 'سے ضروری نہیں کہ آنے والا نیفوہی ہو۔ ممکن ہے ' ان کے لئے کوئی افتادہی ہو۔

نیکن آنے والا نیفو بی تھا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی کیتلی اور پیالیاں الا ایک تھیلی تھی' جس میں پاپے تھے۔ یہ ساری چیزیں اس نے دری پر رکھ دیں۔ "اتن در کر دی نیفو بھائی۔" اصغر نے شکایت کی۔

"اب بھی جان پر کھیل کر آیا ہوں۔" نیفونے کما اور پھروضاحت کی "شاہ آ نے سختی سے حکم دیا ہے کہ کوٹھری میں کھانے کی کوئی چیز نہ جائے۔ مجھے موقع ا نہیں مل رہا تھا آنے کا۔ اگر شاہ جی کو پتا چل جائے کہ میں سے سب پچھ کر رہا ہوں ا وہ مجھے زندہ گاڑ دیں گے زمین میں۔"

گاڑنے کے حوالے نے دونوں بچوں کو لرزا دیا۔ انہوں نے عجیب می نظرال

ے ایک دوسرے کو دیکھا اور سرجھکالیے۔ نیفو نے پالیوں میں چائے انڈیل کر انہیں دی اور پاپوں کی تھیلی کی طرف اشارہ کیا "لو کچھ پیٹ میں ڈال لو۔"

رونوں بچ باب چائے میں بھو بھو کر کھانے گے۔

"اب تیری چوٹیں کیسی ہیں اختر؟"

"اب تو بت آرام ہے نیفو بھائی۔ چل پر بھی سکتا ہوں۔" اخر نے جواب

روں وہ اللہ کا۔ جب اس کو تھری میں میں نے تھے مہلی بار دیکھا تھا تو میں تو مسلم وہ اللہ کا۔ جب اس کو تھری میں میں نے تھے مہلی بار دیکھا تھا تو میں تو سمجھا کہ تو گیا۔ بہت برا حال تھا تیرا۔ " نیفو اصغر کی طرف مڑا "میں گرم بلدی بھی لایا ہوں۔ ناشتا کرتے ہی ہے بھی لگا دینا۔ ورد بالکل ختم ہو جائے گا انشاء اللہ۔"

ا مغرنے اثبات میں سرملایا اور اخر اسے ممنونیت سے دیکھنے لگا "تم نے بردی مریانی کی ہے نیفو بھائی۔"

روں کی ' ، "مریانی کیسی۔" نیفو نے شرم ساری سے کما "میرے اپنے بچے بھی ہیں تم جیسے۔ جیسے وہ دیسے تم۔"

وونوں بچوں نے چائے اور پاپ ختم کرلیے۔

"اب تھوڑی دریس ووپر کا کھانا ہوگا گریس رات سے پہلے تمہارے لیے پچھ لانمیں سکوں گا۔" نیفو نے کما بھراس نے کونے میں پڑی کدال کی طرف دیکھا "گر میری وعا ہے کہ اس سے پہلے ہی تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میرے لیے بھی وعا کرنا۔ شاہ جی بڑا ظالم آدی ہے۔"

دونوں بچوں نے بھی کدال کو دیکھا اور سرملا دیے۔ "اللہ تہمیں خوش رکھے فیم بھائی اور مُحفوظ رکھے۔" اختر نے کما۔

"اب میں چانا ہوں۔" نیفو نے کیتلی اور پالیاں سمیٹنے ہوئے کما "اور ہال " کمی کی کو نہ بتانا کہ میں نے تمہارے ساتھ یہ بھلائی کی ہے۔ نکلنے سے پہلے شاہ جی کے ہتے چڑھ جاؤ تو اس کے سامنے بھی زبان نہ کھولنا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچ اشعرنے چٹارا لیتے ہوئے کہا۔ اب چھوٹا فیاض بھی رغبت سے کھا رہا تھا۔ سلمی بیگم بچوں کو بدی محبت سے ربھتی رہیں۔ آج انہیں بہت خوش ہو رہی تھی۔ اچانک اشعرنے کہا "لیکن ای" آپ گوشت کیوں نہیں پکا تیں؟" "بیٹے' زیادہ گوشت کھانا بھی نقصان دہ ہو آ ہے۔ دانے نکل آتے ہیں اور بھی

> بت کچھ ہو آ ہے۔" سلمی بیگم نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "مگر ہمارے ہاں تو بت دن سے کوشت نہیں لکا ہے۔"

"ایا بھی ہو آ ہے بیٹے۔ بس اللہ کا شکر ادا کیا کرد۔ پتا ہے ' دنیا میں نجانے کتنے بچ ایے ہوتے ہیں ' جنمیں دوپر کا کھانا نہیں ملتا اور ایسے بھی ہوتے ہیں ' جنمیں رات کا کھانا بھی نہیں ملتا۔ "

"پھروہ تو بہت روتے ہوں گے ای۔" فیاض نے پریٹان ہوکر کہا۔
"ان میں جو اچھے بچے ہوتے ہیں وہ اللہ کا شکر ادا کرتے اور رزق کی کشادگی
کی دعا مائلتے ہیں اور جو برے بچ ہوتے ہیں 'وہ روتے اور ضد کرتے ہیں۔"
"میں تو اچھا بچہ ہوں۔" فیاض نے فخریہ لہجے میں کہا "میں نہیں رو آ۔"
"لیکن ای کل گوشت ضرور لکا ہے گا۔" اشعر نے شوشہ چھوڑا۔
"جی ای 'کل گوشت نہیں ہوا تو میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔"
فیاض بھی چسلنے لگا۔

"کل تو میں تہیں ایی مزے کی چیز کھلاؤں گی ، جو گوشت سے بھی اچھی ہوتی ہے۔" ملی بیگم نے بہلانے کی کوشش کی۔
"نہیں۔ مجھے تو گوشت ہی چاہیے۔"

"اس چزیں گوشت سے زیادہ پروٹین ہوتے ہیں۔" سلمی بیکم نے بتایا۔
"ای" ہم گوشت پروٹین کے لیے تو نہیں کھاتے۔" اشعر نے اعتراض کیا۔
"کل تو میں گوشت ہی کھاؤں گا بھی۔" فیاض نے بردن کے سے انداز میں

"کل میں بولومیا پکاؤں گی بھئ اور دیکھنا" تم انگلیاں چانے رہ جاؤ گے۔"

"اییا نہیں ہوگا فیفو بھائی۔ تم بے فکر رہو۔" اختر نے کہا۔ فیفو جلا گیا۔ امغرنے اختر سے کہا "لا میں سے گرم گرم ہلدی لگا دوں۔" "ہاں لگا دے۔" اخر بولا اندھرا ہونے سے پہلے میں جتنا بهتر ہو جاؤں' اہر "

"کیا ارادٰہ ہے؟"

"اندهرا ہونے سے ذرا پہلے ہی کام شروع کدیں گے۔" اخر نے کدال کی طرف دیکھتے ہوئے کما۔

 \bigcirc

پلا نوالہ لیتے ہی میونہ نے کہا "واہ ای- یہ تو برے مزے کا سالن پکایا ہے آپ نے۔" یہ سب کھ ملے شدہ تھا۔ سلمی بیکم نے اسے رات کو ہی اچھی طرم سمجھا دیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ رائے عامہ کو کیسے ہموار کیا جاتا ہے۔

محرجب میونہ نے صحح معنوں میں اس نوالے کا ذاکقہ محسوس کیا تو اس کا دل خوش ہوگیا "دافتی ای" یہ تو بہت مزے کا ہے۔" اس کے لہجے میں مسرت اور استقباب کا عجیب امتزاج تھا"آج تو میں ڈٹ کر کھانا کھاؤں گی۔"

سلمی بیگم نے مسکراتے ہوئے دونوں لڑکوں کو دیکھا' جو ناک بھوں چڑھا رہ تھے "کھا کر تو دیکھو۔"

دونوں اب بھی انچکیا رہے تھے "فیضی اشعر ... واقعی بہت مزے کا ہے۔" میمونہ نے انہیں یقین دلایا۔ وہ خود بھی بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔

اس کے کینے پر اشعر نے پہلا نوالہ لیا۔ اس کی آنکھیں چیکنے لگیں "واقلی مزے کا ہے۔"

فیاض نے بھی پہلا نوالہ لیا اور منہ بنا کر بولا ''اچھا ہے لیکن موشت نہیں .

> " مجھے تو بھی یہ گوشت سے اچھا لگ رہا ہے۔" میونہ نے کہا۔ "گوشت سے اچھا تو نہیں ہے۔ ہاں گوشت جتنا اچھا ہے۔"

"انگلیال چاٹنا تو برتمیزی ہوتی ہے ای۔" فیاض نے جلدی سے کما۔
"ارے بلکے" یہ محاورہ ہے۔" سلمی بلکم نے محبت سے اس کے رخسار پر چرر

لاں۔ "گرائی کل گوشت" فیاض کی سوئی اس جگہ انکی ہوئی تھی۔ "بیٹے کل نہیں۔ بس کل اور صبر کرلو۔ پرسوں میں تنہیں جی بھر کے گوشنہ کھلاؤں گی انشاء اللہ۔"

"بهت سارا_"

"ہاں اتنا کہ گوشت ختم نہیں ہوگا اور تم میزے اٹھ جاؤ گے۔ یہ میرا وہ ا ہے۔"

و مھیک ہے ای۔

"لیکن شرط بیہ ہے کہ تم آج بھی اور کل بھی خوب اچھی طرح پیٹ بھرکے کھانا کھاؤ کے اور اللہ کا فشکر ادا کرو گے۔"

" مھیک ہے ای۔"

سلمی بیگم خوش تھیں کہ بچوں نے اچھی طرح کھانا کھایا ہے۔ ایک دن اور گزر کھانا تھا۔ اب کل ہی کی تو بات ہے۔

ان کے پاس وقت کے اندازے کے لئے بس کو تحری کا روش وان تھا۔ اب روش وان سے روشن نظر نہیں آرہی تھی مگر روشن وان آریک بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ شام ہو بچل ہے اور تھوڑی ور پی سورج غروب ہونے والا ہے۔

مطلب ھا در سم م ہوپی ہے دور وروں دیاسی ویک و بھی ہرے سے لیکن ہدی کے لیپ نے جادو کر دکھایا تھا۔ اخر کے کچھ زخم تو ابھی ہرے سے لیکن ہریں اور جو ژوں سے درد رخصت ہوگیا تھا۔ اس وقت وہ اٹھ کر کو تھری میں ادھر سے ادھر مثل رہا تھا۔ وہ آزمائش چہل قدی تھی دھیں تھیک ٹھاک ہوں۔" اس نے

سے اوسر ان رہا سات وہ ارہ کی کا حدث کی میں اور اسکا ہوں۔" مرت بحرے لیج میں یہ اعلان کیا "میں یہ دیوار بھی تو ڑ سکتا ہوں۔"

امغرنے شک آمیز نظروں سے اسے دیکھا" ابھی چوٹیس نظر آرہی ہیں۔"اس

"ان سے میرا کچھ نہیں جڑے گا۔ میں درد اور تکلیف کی وجہ سے پریشان تھا۔" اخر نے بے پروائی سے کہا۔ اس نے جاکر کدال اٹھائی اور اسے دیوار پر چلایا "دیکھا۔" اس نے انخرید لہج میں دیوار سے گری ہوئی مٹی دکھائی۔

"مريار تو چاہتا كيا ہے؟" "مىس رات مونے سے پہلے يمال سے نكل جانا ہے۔"

یں وت ہوئے ہے یہ یہ ان کوئی ہے ہی نہیں۔" اصغر ڈور رہا تھا "استے بڑے "ہم جائیں گے کماں۔ ہمارا تو کوئی ہے ہی نہیں۔" اصغر ڈور رہا تھا "استے بڑے شرمیں مارے مارے بھرس مے۔"

"تو چاہتا ہے کہ ہم یماں مار کرگاڑ دیے جائیں؟" یہ خیال اصغر کو پہلے ہی ہے دہشت زدہ کر رہا تھا "باہر پولیس پکڑ لے گی تو؟" اس نے اعراض کیا گراس کے انداز میں نیم رضا مندی تھی۔

"بولیس جان سے تو نہیں مارے گی۔"

"ہال' میہ تو ہے۔" اصغر نے سم لاتے ہوئے کما "لیکن پولیس نے مکڑ کر دوبال یتیم خانے بھیج دیا تو؟" اس نے ایک نیا خدشہ دریافت کیا۔

اخر چند کھے سوچتا رہا ''ابیا ہوگا نہیں۔ ہم پولیس والوں کو سب کھے تا رہے کے پھر بھی انہوں نے ہمیں واپس مجبوا دیا تو شاہ جی ہمیں جان سے مارنے کی ہمر نہم کر رگا۔''

یہ بات اصغر کے ول کو لگی مگر بنیاوی طور پر وہ ڈرپوک اور نرم بچہ تھا۔ وہ اب بھی ڈر رہا تھا۔ اختر نے یہ بات بھانی تو فورا" و همکی وی " ٹھیک ہے۔ بیجھ یمال ما پند ہے تو تو یمال رہ۔ میں تو نکل جاؤل گا۔"

اصغرنے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا "میں تو تیری وجہ سے مصیبت میں پھا ہوں اور تو ایسا کہ رہا ہے۔"

اخر نے بھر کھ غور و فکر کیا "نجھے تو کوئی کھ کے گا بھی نہیں۔ تو یہیں رہ۔"

"نہیں۔ میں تیرے بغیر نہیں رہ سکا۔" اصغر نے فیصلہ کن لیجے میں کہا۔
اتن دیر میں اندھرا ہوچکا تھا۔ انہوں نے لالئین کی بتی اوپر کی اور ویوار توڑنے کی کوششوں میں لگ گئے۔ پہلے اصغر نے کدال سنبھالی۔ اے اعتماد بہت تھا کیوں کہ اس نے رات کو کدال چلا کر دیکھی تھی مگر اب باقاعدہ دیوار توڑتے ہوئے اے احساس ہوا کہ کام اتنا آسان نہیں' جتنا لگ رہا تھا۔ دیوار کچی ضرور تھی مگر بہت احساس ہوا کہ کام اتنا آسان نہیں' جتنا لگ رہا تھا۔ دیوار کچی ضرور تھی مگر بہت چوڑی تھی اور وہ اس دیوار کو سمجھ بھی نہیں سکے تھے۔ ورحقیقت وہ مٹی کی اینوں سے بنائی گئی دیوار تھی' جس پر گارے کا خاصا بھاری پلسترکیا گیا تھا۔ پستر تو آسانی ے نوٹن رہا مگر جب کچی اینیس شروع ہوئیں تو کام مشکل ہوگیا۔ ووسرے ایک بار کدال چلانا اور بات تھی۔ مسلس کدال چلانے میں ہاتھ دکھنے گئے پھر چھالوں کی نوب

اصغر تھک کر جیفا تو اختر نے کدال سنبھال لی۔ اپنی چوٹوں کے باوجود وہ اصغر کے مقابلے میں تھا کہ اس کے مقابلے میں مسئلہ میں تھا کہ اس کے مقابلے میں مسئلہ میں تھا کہ اس نے مقابلے کو آسان سمجھ کر شروع کیا تھا۔ متیجہ سے نکلا کہ مشکل لگا تو اس کا حوصلہ ٹوٹے

اگا۔
دونوں باری باری دیوار پر کدال آزماتے رہے۔ گر ان کے دوانیے سمئتے
سے۔ ہاتھوں میں چھالے نکلے بچروہ بچوٹ بھی گئے تو تکلیف اور بڑھ گئے۔ اگر انہیں
اپی دانت میں جان کا خطرہ لاحق نہ ہو آ توہ حوصلہ ہار چکے ہوتے اور اب تو وہ وہرے
بیم تھے۔ ٹوئی ہوئی دیوار ان کے دو سرے جرم کا ناقابل تردید شوت تھی۔

جرم سے وہ برس میں ہوا گر خوف بردھتا جا رہا تھا۔ ہر آہٹ انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا گر خوف بردھتا جا رہا تھا۔ ہر آہٹ پر ان کی جان نکل جاتی۔ یہ دھڑکا لگا تھا کہ کوئی آ نہ جائے۔ انہیں تو یہ ڈر بھی تھا کہ دیوار پر کدال مارنے کی آواز بلند ہونے کی وجہ سے دور تک سی جا رہی ہوگی۔ ان کے جہم پینے میں تر شے اور سانسیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ جو بھی اپنی باری پوری کرکے آرام کے لئے بیٹھتا 'اسے یہ یقین ہو تاکہ اب وقفے کے بعد وہ کدال نہیں اٹھا سکے گا۔ اس کے ہاتھوں میں جان نہیں رہی ہے لیکن ہر بار موت کا خوف گاڑے جانے کا خوف اٹھے پر مجبور کر دیتا ... اور کدال چلانے پر احساس ہو تاکہ وجود میں کیس تھوڑی سی توانائی چھپی ہوئی تھی' جو اب کام آرہی ہے۔

مراس بار اصغر کو یقین ہوگیا کہ اب اس میں جان نہیں ہے۔ وہ گرجانا چاہتا تھا "اب مجھ سے نہیں ہوگا۔" اس نے بے بسی سے کدال گراتے ہوئے کہا۔

اخر کا اپنا بھی کی حال تھا گر اس کی طبیعت میں جارحیت تھی۔ وہ آسانی سے ہار ماننے کا قائل نہیں تھا۔ وہ محض اپنی قوت ارادی اور اپنی ضد کے زور پر اٹھا۔ اس کے بادجود وہ جانیا تھا کہ اب اس میں طاقت نہیں رہی۔ اس نے بری مشکل سے کدال اٹھائی اور اس کا کچل دیوار پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ول بہت زور سے دھڑکا۔ کدال اس بار زم مٹی سے کرائی تھی اور خاصی اندر گئی تھی۔ مٹی کا خاصا پرا ڈھیر ٹوٹ کر گرا تھا۔

میلے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ کدال جھکائے دیوار کو دیکھا رہا، جس میں اتنا بڑا سوراخ ہونے والا تھا، جس سے وہ باہر نکل سکتے تھے۔ پھر اچانک اس کی مجھ میں آیا کہ کچی اینوں کی دیوار ٹوٹ چکی ہے۔ اور اب مرف دیوار کے دوسری طرف والا گارے کا بلتر باتی ہے۔ وہ بھی بہت کم۔ اس نے دو بار اور کدال ماری پھر

وہ بری بے بیتنی سے اس سوراخ کو دیکھتا رہا' جس سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ سوراخ اگرچہ بہت چھوٹا تھا گریہ بتا رہا تھا کہ وہ جیت گئے ہیں۔ اب بس اس سوران کو برا کرنا تھا۔

"اصغرادهر آجلدی ہے۔" اس نے اصغر کو پکارا۔

امغر کے لئے اٹھنا بھی مشکل تھا۔ جیسے تیسے وہ اٹھا گر اس سوراخ کو دیکھ کر اس کا حوصلہ بلند ہوگیا۔ جسم میں جیسے توانائی کا چھپا ہوا خزانہ دریافت ہوگیا۔ اس نے کدال لے کراندر بیٹے کر سوراخ کو برا کیا۔ اب وہ باہر نکل سکتے تھے۔

"جم یمال کوئی چیز نمیں چھوڑیں گے۔" اختونے کما "لالئین بھی نمیں۔" "کیوں؟"

> " نیفو بھائی پر کوئی مصیبت نہ آئے۔" "ہاں ٹھیک ہے۔"

اخترنے لائنین سنجال۔ امغروری سمیٹنے لگا۔ ان کے ول دھڑک رہے تھے۔ کمیں مین موقع یر کوئی نہ آجائے۔

O

ای شام والی پر ریاض احمد ایک بدلے ہوئے آدی تھے۔ ان کے چرے پر طمانیت تھی اور چال میں خود اعمادی۔ کندھے بھی جھکے ہوئے نہیں تھے۔ اس روز پہلی بار انہوں نے بس اساپ سے گھر تک کا فاصلہ کردو چیش کو دیکھتے ہوئے طے کیا۔ ان کی آنکھیں چک بھی رہی تھیں۔

اس روز بھی گل میں امداد صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ امداد صاحب اپنے بمرے کی رسی پڑے ہوئے۔ انہوں نے ریاض احمد کی رسی پڑے ہوئے اسے شلانے کے لئے لے جا رہے تھے۔ انہوں نے ریاض احمد سے ہاتھ ملایا۔

"کیے ہیں ریاض صاحب؟"

"الله كا شكر ب جناب!" رياض احمد في مسكرات موع كما- "چل قدى مو ربى ب-"

"جی ہاں۔ برے کو پیٹ کی گرانی سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" "کتے کا لیا؟"

دبت بھاؤ تھاؤ کے بعد ۱۲۰۰ کا ملا ہے۔" امداد صاحب نے بتایا "ان ولول ارکیٹ بہت تیز ہے۔ مجھے تو بھی ایک گھر کا پلا ہوا کرا پیند آیا تھا۔ تمیں ہزار کا تھا۔ میں لیتا گر ہارے ہاں تیوں دن قربانی ہوتی ہے۔ میں نے تین کرے لے میں ایس کی کرے ا

מבן לי

"اور صاحب ایک برا تو میں نے ایبا دیکھا کہ بس۔ قیامت تھا قیامت۔ کل اخبار میں تصویر بھی آئی ہے اس کی۔ ڈیڑھ لاکھ میں بکا مگر صاحب ایبا برا تھا کہ دیکھ کر تھیں آجائے کہ بارہ افراد کے کنبے کو حشر کے دن بیک وقت بل صراط پار کرا دے گا۔ بہت مگڑا تھا جناب!"

"سیں تو سمجھا تھا کہ بل صراط پار کرنے کے لئے روحانی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔" ریاض احمد نے ہنتے ہوئے کما "کوئی اپنا پیٹ کاٹ کر خلوص ول سے کوئی مرگھلا جانور بھی قربان کرے تو وہ بل صراط پار کرا سکتا ہے۔"

اداد صاحب ان کا طنر سمجھ نہیں سکے "بیہ تو سارا طاقت کا کھیل ہے ریاض بھائی۔ برا مگڑا نہ ہو تو جنم میں ہی گرا دے گا اپنے مالک کو۔"

ریاض احمد اس بات سے ڈر رہے تھے کہ اداد صاحب ان سے ان کے بمرے کے متعلق نہ پوچھ لیں۔ ای لئے وہ اس میں خوش تھے کہ ان کے بچ گھر سے نظتے می متعلق نہ پوچھ لیں۔ ای لئے وہ اس میں خوش تھے۔ می نہیں ہیں۔ گروہ بہتی ایسی تھی کہ لوگ شاید ایک دو سرے پر نظر نہیں رکھتے تھے۔ لا سرے یہ کہ گلی میں کم و بیش دو درجن بمرے و دنے اور گائیں بندھی تھیں۔ اس وجہ سے بھی پردہ رہ جاتا ہو گا۔

"اچھا امداد صاحب علیا ہوں۔" انہوں نے کما۔
"کی دن آئیں نا ہمارے ہاں۔"

"جی انشاء اللہ-" وہ گھر کی طرف چل دیے-اس روز دروازہ سلمی بیکم نے کھولا اور انہیں ان کی تبدیلی فورا " ہی نظر آئمی

المينان تفاكه وه بسرحال كنگال نمين مين-

جس وقت اسٹور میں آگ گلی' اس میں لاکھوں روپے کا ایبا مال تھا' جس کی اوائیگی نہیں ہوئی تھی۔ ریاض احمد کی بڑی ساکھ تھی۔ ان سے کاروباری تعلق رکھنے والے ان بر اعتماد کرتے تھے اور مال کی اوائیگی کوئی مسئلہ بھی نہیں تھا۔ وہ تقصان تو اندورٹس مینی کو پورا کرنا تھا۔

کین جب انشورنس کلیم کا معالمہ اٹکا تو سب لوگ پریشان ہونے گئے۔ لوگول کو کیا پریشان ہونے گئے۔ لوگول کو کیا پریشان ہوئے۔ کوئی شخص انشورنس کلیم کا انظار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ معالمہ تشویش ناک ہونے لگا تو ریاض احمہ کے پاس اپنا مکان اور گاڑی فروخت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ اس کے باوجود وہ تمام ڈیلرز کو نہیں نمٹا سکے اور ان کے پاس وصیلا بھی نہیں رہا۔

جس روز انهوں نے اپنے مکان کا سودا کیا' ان کا ایک عزیز دوست فرشتہ رحمت بن کر ان کے پاس آیا "یار ریاض' پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ " نعمان نے انہیں دلاسا دیا "کل میں امریکا جا رہا ہوں ورنہ یمال کے معاملات میں بھی تسماری مدد کرنا۔ نی الوقت ایک کام کرسکتا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

یہ وہ وقت تھا جب ورحقیقت سامیہ بھی ریاض احمہ کا ساتھ چھوڑ کیا تھا۔ ایسے میں نعمان انہیں پی آئی بی کالونی لے کر آیا۔ اس نے اپنا مکان انہیں وکھایا۔ مکان میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی ''تم جب تک چاہو' یمال رہ سکتے ہو۔''

نعمان نے انہیں وس بڑار روپی بھی دیے۔ ریاض احمد نے گھر میں دو ماہ کا راش لا کر ڈالا اور خود انشورنس کلیم کے معاطع میں جت گئے۔ اس کڑے وقت میں انہیں ہوش ہی نہیں تھا کہ وہ کہاں اور کس طرح رہ رہ جیں۔ آج وقت نے انہیں مملت دی تو انہوں نے اپنے گردو پیش کو دیکھا تھا ورنہ اس احساس نے انہیں شل کر رکھا تھا کہ ان کے بچول پر اس عرصے میں کیا گذری رہی ہے۔ وہ جو نازو تھم سے پالے گئے تھے' اب چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ترس رہے تھے۔

ملمی بیم نے انہیں چونکا دیا۔ وہ چائے لے کر آئی تھی۔ انہوں نے چائے کی بالی شوہر کے سامنے رکھ دی "اب فرمائیے۔"

"آج آپ بہت خوش نظر آرہے ہیں۔" انہوں نے سلام کے بعد کہا۔ "صرف نظر نہیں آرہا ہوں' خوش ہوں بھی۔" ریاض احمد: مسکرائے "اپ چائے بلائیں پھر خوش خبری ساؤں گا۔"

معمول کے مطابق میمونہ نے ان کے جوتے اور موزے اٹارے اور لے گئی۔ وہ صوفے پر پاؤں بھیلا کر بیٹھ گئے۔ پہلی بار وہ اتنے پرسکون تھے۔ انہوں نے ڈرائگ روم کی آرائش کا جائزہ لیا۔ وہ واقعی بہت اچھی تھی۔

کیسی عجیب بات ہے۔ انہوں نے سوچا۔ میں نے اس گھر میں ایک مینے سے پچھ زیادہ ہی گزارا ہے مگر میں اس گھر کو آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ جس راستے پر ایک ماہ سے زیادہ عرصے تک میں صبح و شام چلتا آتا جاتا رہا ہوں' اس کے گردو پیش کا جھے بتا ہی نہیں تھا۔ آج دیکھا ہے میں نے۔

بات تو عجیب تھی گراتی عجیب بھی نہیں تھی۔ وہ یہاں آئے ہی ایسے حالات میں۔ اب سے ڈیڑھ ماہ پہلے وہ لکھ پی شے۔ ان کے پاس سب کچھ تھا۔ بنگلا'گاڑی' دنیا کی ہر نعت۔ طارق روڈ پر ان کا بہت برا اسٹور تھا۔ وہاں کپڑا'گارمنٹ'کاسیئکس' غرض دنیا کی ہر چیز موجود تھی اور اسٹور چاتا بھی خوب تھا۔ کروڑوں کا مال تھا اس میں۔ پھراچانک بدقتمتی ان پر حملہ آور ہوگئ۔

ایک رات دو بجے کے بعد نجانے کیے ان کے اسٹور میں آگ لگ گئی۔ وقت ہی ایسا تھا۔ ایدادی کارروائی ہوتے ہوتے اسٹور میں کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ سب کچھ بل کر فاک ہوگیا تھا۔ اس میں پریٹانی کی ایسی کوئی بات نہیں تھی کیوں کہ اسٹور مال سمیت انشورڈ تھا مگر صورت حال یوں گڑی کہ ان دنوں اپنے ملک میں بھی امریکا کی طرح انشورنس فراڈ رواج پانے لگا تھا۔ انشورنس کمپنی اس بات کی تقدیق چاہتی تھی کہ آگ دانت تو نہیں لگائی گئی ہے۔ صرف انشورنس کلیم کے لئے۔ دو سرے یہ کہ اسٹور میں اتنا مال موجود بھی تھا یا نہیں۔

تفتش بسرحال بولیس کو کرنی تھی اور اپنے ملک میں بولیس کا ہی نہیں ' ہر سرکاری محکے کا بمی حال ہے۔ خواہ لینا تہمارا مرکاری محکے کا بمی حال ہے۔ کچھ دو اور کچھ لو والا معاملہ ہو تا ہے۔ خواہ لینا تہمارا بنیادی حق ہی کیوں نہ ہو۔ ریاض احمہ کے پاس بینک میں چند لاکھ پڑے تھے۔ انہیں

ریاض احمد نے اطمینان سے چائے کا ایک کھونٹ لیا اور بولے "انشورنس کا ہوگیا ہے۔"

ملمی بیم بے بھین سے انہیں دیمین رہیں "سیج؟"

"جی ہاں۔ تکمل کلیم منظور ہوا ہے۔ پہلا چیک میں آج جمع کرا آیا ہوں۔" سلمی بیگم کی آنکھیں ڈبڈیا گئیں "اللہ تیرا شکر ہے۔"

، "چربھی میں خالی ہاتھ آیا ہوں۔" ریاض احمہ نے اداسی سے کما "چیک اللہ در میں ملاکہ بینک کا وقت ختم ہوگیا تھا۔ میں خالی ہاتھ ہی آیا ہوں اور کل سے بینک کی بقر عید کی چھیاں شروع ہو رہی ہیں۔"

"کمال کرتے ہیں آپ۔ اس میں اداس ہونے کی کون می بات ہے۔" سلم بیگم نے خفگ سے کما "خواہ مخواہ ناشکراین کرتے ہیں۔ یہ ضیں سوچتے کہ کتنا برا کام اتنی آسانی سے ہوگیا۔ ہم تو خدا کا جتنا شکر ادا کریں "کم ہے۔"

"بے شک۔ اللہ کا برا کرم ہے۔ لیکن بچوں کے کیڑے نہیں بن سکیں گے۔" "میں آپ کو بتا چی ہوں کہ ان کے پاس نے کیڑے موجود ہیں۔" "اور آپ؟"

"میرا کوئی مسئلہ نہیں۔ اب ہم بچے تو نہیں ہیں 'بچوں والے ہیں۔"
"دیس نے بینک مینجر سے بات کرلی ہے۔ پوری تو نہیں 'لین عید کے تیرے
دن کچھ رقم میں نکال سکوں گا۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ہم قربانی کر سکیں گے۔"
"الله کا شکر ہے۔ لیکن ریاض صاحب ورانی تو ہمیں ہر حال میں کرنی تھی ...
اور ہم کرتے ہیں۔"

ریاض احمد کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے بیوی کو تکتے رہے۔
"ویکھیں نا" ہم صاحب نصاب ہیں۔ میرے پاس اتنا زیور ہے۔ حالات کیے اللہ موں" قربانی تو ہم پر واجب تھی۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ زیور بھ کر قربانی کردوں گی۔"
"ادہ مجھے تو خیال ہی نہیں آیا تھا۔"

'دگر جناب' آج مجھے یقین ہوگیا تھا کہ بس اب دن پھرنے والے ہیں۔ اچھ وقت شروع ہورہا ہے۔" سلمی بیگم مسکرائمیں۔

"به اندازه کیے لگایا آپ نے؟"

" میں نے کھنڈویاں پکائی تھیں۔ بچوں نے بہت شوق سے پیٹ بحر کر کھانا

کیا۔ اس تمام عرصے میں سے پہلا موقع ہے۔"

" درجی خوشی ہوئی میہ من کر۔" ریاض احمد بولے "لیکن افسوس بھی ہوا کہ میں م شت نہیں لاسکا۔"

دمیں نے انہیں سمجھا دیا کہ پرسول جی بھرے گوشت کھالیں۔ ظاہر ہے 'پروس ہے گوشت آئے گائی اور پرسول تو اپنے گھر بھی قربانی ہوگا۔"

"انثاء الله-" رياض احمر نے كما "ويسے سلمى بيكم " بيا تو بتائے كه بيا سخت وقت كيما لگا؟"

"اس عرصے میں میری سمجھ میں وہ کچھ آیا ،جو میں مجھ نہیں سکی تھی۔"
سلی بگیم نے مری سانس لی "میرا خیال ہے " سخت وقت اپنی جمانتوں کی وجہ سے آئے

یا تقدیر کی وجہ سے ، وہ بسرحال آزائش ہوتا ہے۔ اللہ دیکتا ہے کہ بندہ اس کا شکر اوا
کرتا ہے یا نہیں۔ اس سے مدد اور حوصلہ مانگتا ہے یا نہیں اور یہ بھی بتا ووں کہ اللہ
کے فضل و کرم سے ہم پر تو برا وقت آیا ہی نہیں۔ سرچھپانے کا ٹھکانا بھی مل گیا۔

یکے بھی اجھے تھے اور سب سے بری بات یہ کہ ہم نے ایک وقت بھی فاقہ نہیں
کیا۔"

ریاض احد جرجری لے کر رہ گئے "ملمی بیکم" آپ بت اچھی ہیں۔" "مب تعریفیں اللہ کے لئے ہی ہیں ریاض صاحب!" ہر کر کھا۔ "کس نے کیا کمہ دیا؟"

رایی کوئی خاص بات نہیں۔" باجی نے برتن سمینتے ہوئے کما۔

روائی وی عامل بات یں۔ بالی کے برق سے برق میں اور اس اور اس اور اس اور ان اس اور اس اور

تویق میں جالا کر دیا تھا۔
وہ دو منٹ بیٹے ہوں گے کہ چندو آگیا۔ پہلے تو وہ ان کے جم سے سر رگڑ آ
رہا پھر اس نے دونوں اگلے پیران کے دونوں کندھوں پر رکھے اور انہیں پیار کرنے
لگا۔ بھائی جان خوش تو بہت ہوئے گر کڑے لیج میں بولے "چندو میاں" آپ بہت
مطلی ہیں۔ بغیر غرض کے آپ بھی کی کو پیار نہیں کرتے۔"

سبی ہیں۔ بیر طراح کے بہت کی کی دیار کی طاقت اس پر چندو نے بچھ آوازیں نکالیں۔ جیسے بھائی جان کی تردید کر رہا ہو۔ "جی نمیں۔ میں بالکل ٹھیک کمہ رہا ہوں۔" بھائی جان نے کما۔ "آپ خود ہاکیں۔ کبھی صبح وفتر جاتے ہوئے آپ نجھے پیار کر ہائیں۔ کبھی صبح وفتر جاتے ہوئے آپ نے بھی پیار کر رہے ہیں تو ور حقیقت مجھے یاو ولا رہے ہیں کہ شملنے کے لئے بھی جانا ہے۔"

چندونے مرہلاتے ہوئے بھر کھے آوازیں نکالیں۔ "چلئے ... چلتے ہیں۔" بھائی جان نے اٹھتے ہوئے کما۔

بھائی جان چل قدی کے دوران چندو سے دنیا زمانے کی باتیں کرتے تھے۔
انسیں یہ احساس نہیں ہو تا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی دنبہ ہے۔ ان کا انداز تو ایبا ہو تا
تھا، جیسے کمی دوست سے تبادلہ خیال کرتے ہوں۔ چندو بھی ہنکارے بھر بھر کے گویا
مفتگو میں شامل رہتا تھا۔

رین مان رہا ماہ ہوں ہوں ہوں ہاں ہی بتا کیں۔ قانون اور تعزیرات کا ہتھیار حکومت کے باس چندو میاں ہوں ہان ہوں ہاں ہوں ہوں ہوں ہے بیاں ہو امان قائم رہے تھے "تو امن و امان قائم رکھنا حکومت کی ذمے داری ہی ہوانا۔ پھریہ ہے کہ قانون تو آپ بنالیس مگر"

دکھنا حکومت کی ذمے داری ہی ہوانا۔ پھریہ ہے کہ قانون تو آپ بنالیس مگر"

دالسلام علیم بھائی جان۔"

اس رات بھائی جان کو احساس ہوا کہ ان کی بیوی پریشان ہیں۔ وہ کھوئی کھرا سی تھیں۔ کسی بات پر توجہ نہیں دے رہی تھیں۔ انہوں نے کوئی بات بھی نہیں ا تھی۔ جواب دینا بڑا تو وہ بھی بے دھیان میں دیا۔

اس وقت وہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ "آج آپ نے چھٹی منائی؟" بھائی مار نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" باجی نے مخفرا کما۔

و كوئى آيا تھا؟"

"جی--- نعمت آئی تھی۔"

"اور آپ کی کیا معروفیات رہیں؟"

"چندو ک واسک ممل کر لی تھی۔" پہلی بار باجی کے لیجے میں ولچیسی کا رنگ

"واه — مجھے بھی و کھائیں۔"

حملكا

"وكي ليج كا جلدي كيا ب-"

یہ ایک غیر معمول بات تھی۔ اصولا" اس معاطے میں بابی کو بچوں کی طرف ایکسائیڈ ہونا چاہیے تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ضرور کوئی بردی بات ہے۔ بھائی جالا نے بھی زور نہیں ویا۔ معالمہ تفتیش طلب معلوم ہوتا تھا "اور چندو میاں کی ابامہونیات رہیں؟ کوئی نیا کارنامہ؟" انہوں نے بوچھا۔

" کچھ بھی نہیں۔ بے چارہ دن بھر اداس رہا۔ گھر میں پڑا رہا۔" بھائی جان کا ماتھا ٹھنکا "کیوں بھٹی 'خیرت تو ہے؟"

"بس ایک الی بات سن لی تھی اس نے کہ خوف زدہ ہوگیا ہوگا۔" باجی نے اُ

"وعليم السلام-" "كيسے ہو چندو مياں؟"

چندو میاں نے ہنکاری بھر کر اپنی خیرت سے آگاہ کیا۔ چمل قدمی اور محفظو کر دوران سے مسلخلتیں جلتی رہتی تھیں۔ بھائی جان اور چندو دونوں اس کے عادی تے سلام کا جواب دینے کے لئے جمال سے سلسلہ ٹوٹنا وہیں سے جوڑ دیا جاتا۔ "ہاں تو چندو میاں میں کیا کہ رہا تھا؟"

چندو میاں بھی سوچ میں ڈوب مجے۔ کیا یاد ولائمیں لیکن کوئی ہتا دے ا بھولے ہیں ہم جمال سے۔ یہ تو دہی جگہ ہے گزرے تھے ہم جمال سے۔

مر بھائی جان کا واغ بہت تیز تھا۔ وہ مجھی کچھ بھی نہیں بھولتے تھے "ہاں! میں یہ کسے میں بھولتے تھے "ہاں! میں یہ کسے کہ رہا تھا کہ قانون سازی تو آپ کریں اور عمل در آمد نہ ہو تو کیا فائدہ۔ بھی قانون بنا دیے سے پچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر آپ یہ سجھتے ہیں کہ معاشرے کی اصلاح کے لئے صرف اجھے قانون بنا رہا کانی ہے تو آپ بہت بھیا تک غلطی کر رہے ہیں ..."

پھر مداخلت ہوتی۔ سلام' چندوکی مزاج پر ک 'سرکو بیار سے میں تیانا۔
"اور بھائی چندو' انسانوں کے لئے سب سے اچھے قوانین تو اللہ میاں لے
بنائے اور آثار دیے۔ قرآن کیم کی صورت میں " بھائی جان کی مختگو بہاڑی دریا
کی طرح ہوتی تھی۔ بوی سے بوی چنان اس کے دھارے کو روک نہیں سکی تھی۔
ہاں دھارے کا رخ ذرا سا تبدیل ہو جا آگر بہاؤ اور تیز ہو جا آ " ہمیں تو صرف
ان پر عمل کرنا ہے۔ اس میں ہماری عافیت ہے ... "

"السلام عليم بهائي جان- كي بير؟ تم كي بو چندو بيد_"

"اور بھائی، حکومت کیا ہے؟ دیکھو تا چندو میاں، افتدار اعلی تو صرف اللہ کا ہے۔ اللہ نے اللہ کا ایک حصہ حکومت کو سونپ دیا اپنی امانت کے طور پر لیکن بہ بھی کوئی نہیں سوچتا کہ سمل لیے۔ اس لئے نہیں کہ تم طاقت کے زعم میں جتا ہو جاد کہ تم ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہو۔ رعایا کی تقدیر تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تہیں اللہ نے اقتدار اس لیے دیا کہ تم اس کے بنائے ہوئے قوانین پر لوگوں سے عمل کراؤ

۔ بختی ہے۔ سو بھائی' قانون سازی مت کو۔ جو قوانین تہیں دیے مجئے ہیں' ان ہے بہترکوئی قانون تم بھی شیں بناکتے۔ عمل کو آکہ عمل کراسکو"
دواللام کیے چندو میاں؟"

"اور میان م اقدار کو سجھ کیا ہو۔ تم اقدار طنے پر خوش ہوتے ہو ... بشن مناتے ہو۔ تم اقدار کے سجھ کیا ہو۔ تم اقدار کے سجھ کیا ہو۔ تم اقدار کے بیا کا گراتے ہو۔ تمارے اسلاف تھ جا جاتے ہے۔ سجدے میں کر کر روتے ... گرگراتے ہے کہ ان پر کتنی بھاری ذے داری عائد ہوگئ ہے۔ دیکھو نا محکران تو اپنی رعایا کے حاب میں بھی شریک ہوں گے۔ دس کروڑ پر حکمران ہو تو جواب دہی بھی مرف اپنی نمیں در کی کرنی ہے۔ تمہیں تو حکمرانی ملے تو تم پر افضلیت کا بھوت سوار ہو جاتا ہے کہ تم دس کروڑ سے افضل ہو

"دمیاں 'کھی سوچو تو۔ سب سے زیادہ وسیع و عریض مملکت حضرت عمر کے دور میں تنی اور آپ راتوں کو نیند سے محروم ہوگئے تنے۔ رات رات بھر روتے خوف سے تقرقراتے کہ کمیں کوئی کتا بھی بھوکا رہ کیا تو جواب وہی انہیں کرنی ہوگ ۔ تو بھائی اقتدار کے تو خوف بردھ جاتا ہے اور بندے میں عاجزی بھی بردھ جاتی ہے اور اقتدار کو اقتدار اعلی سمجھ بیٹھو تو فرعون ہو جاؤ گے.....

والی میں بھی میں سللہ جاری رہا۔ اپی کلی سے ذرا بیچھے شیخ صاحب مل کئے۔

اں دقت تو تچھ بھی نہیں۔ آپ کا گھر دیکھنا چاہتا تھا۔" ای دقت اندر سے ڈھائی تین سال کا بچہ آیا اور چنخ صاحب کی گود میں چڑھ کر بنے مہا۔ پنخ صاحب رہ رہ کر اسے بیار کرتے۔ وہ چنخ صاحب کی دا ڑھی سے انکھیلیاں کر رہا تھا۔ بھی کھنچتا' بھی سہلانے لگتا۔

رہا گا۔ کی میں آپ کے ماشاء اللہ؟" بھائی جان نے پوچھا۔

"اثاء الله بالتي بين بيليان دو بيف" فيخ صاحب في فخريه لهج مين بنايا الله باثناء الله بالتي بين بنايا الله بين من بنايا الله من من بنايا الله بين وس سال كى ب ادريه سب سے چھوٹا ہے۔" انهوں نے مود ميں بينے اور كى طرف اثناره كيا۔

"لگنا ہے ایہ آپ کو سب سے پارا ہے۔"

"یہ تو میرے جگر کا نکرا ہے بھائی جان۔ آنکھوں کی محصندک ہے۔ یہ مجھے سب

"-4190

میں ہوئے ، ہوئے ہوئے «میں اب چاتا ہوں۔ تعلقات رہے تو پھر ملا قات ہوگ۔" دردازے پر پہنچ کردہ رکے اور مڑے۔

"بن تو اس بار بقر عيد پر آپ اپن اس بچ كو قربان كر و يجئ گا- الله قبول كرن والا ب-"

فيخ صاحب مكا بكا ره كي "بيه كيا بكواس؟"

"آپ ہی نے تو کما تھا کہ مقبول قربانی عزیز ترین چیز کی ہوتی ہے۔"
"یہ میرا بیٹا ہے" شیخ صاحب لمحہ بہ لمحہ غضب ناک ہوتے جا رہے تھے۔
"اور چندو میرا بیٹا ہے۔" بھائی جان نے بے حد شیریں کہیج میں کما۔

"آپ کچھ بھی کہیں اور سمجھیں' چندو دفید ہے۔"

"آب اپ پانچ بوں سے جتنی محبت کرتے ہیں' اس سے کمیں زیادہ میں اپ چہدو سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے۔" بھائی جان نے کما اور پلٹ کر باہر چلے گئے۔

شخ صاحب اچانک پن کی وجہ سے وفائ انداز اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تھے محربات کی معنویت اور کاف جیے ان پر روشن ہوئی۔ ان کا غصہ بردھتا گیا۔ چند کالمحول میں وہ غصے کی شدت سے لرزنے گئے۔ انہوں نے بچے کو ایک طرف پخا اور

میخ صاحب کو اس علاقے میں آئے ہوئے دد دھائی مینے ہوئے تھے۔ انہوں ر کرائے پر مکان لیا تھا۔ انہوں نے بھائی جان کو سلام کیا' ہاتھ طلیا' چندو کا سر میں اور مسکراتے ہوئے بولے "چندو میال' کل اور عیش کرلو۔ خوب کھا پی لو میال تہیں پتا ہے کہ پرسول بقرعید ہے۔ کچھ تھائی سے بھی سلام دعا کرلو۔"

بھائی جان کی توریاں چڑھ گئیں۔ اس طرز تخاطب سے انہیں بھی واسطہ نم پڑا تھا۔ گلی کے بلکہ علاقے کے لوگوں نے بھی ان کے پیٹے پیچے بھی الی بار نمیں کی تھی دکیا مطلب ہے آپ کا شخ صاحب؟" انہوں نے کروے لیج میں پہر پھر انہیں کچھ خیال آیا۔ انہوں نے چندو سے کما "چندو میاں" آپ گھر جائے۔ بم بھر انہیں بچھ خیال آیا۔ انہوں نے چندو سے کما "چندو میاں" آپ گھر جائے۔ بم

چندو سیدها اپی گلی کی طرف چل دیا۔ "ہاں' اب بتائے شیخ صاحب!"

"مطلب کیا بھائی۔ میرا اشارہ قربانی کی طرف تھا۔" شیخ صاحب بولے "متبل قربانی تو عزیز ترین چیز کی ہوتی ہے۔"

"آج آپ نے الی بات کی ہے' آئندہ نہیں کیجئے گا۔" بھائی جان کا لہد زا معظم تھا۔

"اس میں برا مانے والی کون می بات ہے بھائی جان؟" شیخ صاحب نے جرد سے کما۔

" میں نے آج تک آپ کا گھر شیں دیکھا۔" بھائی جان نے موضوع ہی بدا

"ای گل میں رہتا ہول میں۔ تیسرا مکان ہے بائیں جانب۔" شیخ صاحب نے اشاوے سے بتایا "مجھی تشریف لائیں نا۔" "آج ہی کول نہیں؟"

"زې نعيب آميے"

یشخ صاحب بھائی جان کو اپنے گھرلے گئے۔ انہوں نے بھائی جان کو بیٹھک اللہ بٹھایا۔ "ٹھنڈا کیجئے گا یا گرم؟"

ل مدود ے نکل جانا چاہتے تھے۔ ابھی انہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ان کا کیا بے

وہ چلتے رہے۔ انہیں اطمینان ہوگیا کہ بیٹم خانہ بہت پیچے رہ گیا ہے "الشین بیس کہیں چھوڑ دے بھائی۔ کیا لئکائے پھرے گا۔" اختر نے کما۔

اصغرنے لائنین سے پیچھا چھڑالیا لیکن دری ان کے بہت کام آسکی تھی۔
اب ذرا سکون ہوا تو انہوں نے گردو پیش کا جائزہ لیا۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ وہ باہر نکلے ہوں۔ دو تین بار تو وہ مختلف تقریبات میں لے جائے گئے تھے۔ پھر دوبارہ بیم خانے والوں نے کیپ لگایا تھا تو وہ اس میں بھی بیٹھے تھے گر بسرطال ان موقعوں پروہ آزاد نہیں تھے جب کہ اس وقت وہ اپنے مالک آپ تھے۔

ابتدا میں تو وہ مزے سے گھومتے رہے۔ وہ اس وقت لالو کھیت کے علاقے میں سے۔ وہ نزیداری کرنے والوں کو جرت سے دیکھتے رہے۔ انہیں تا ہی نہیں تھا کہ دنیا اتی بوی ہے۔ وہاں ان کی عمر کے بچے بھی تھے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے بچے الدین اور بمن بھائیوں کے ساتھ تھے۔

یں ہیں ہیں تھا کہ شرمیں اسٹے لوگ رہتے ہیں۔" اصغرنے کہا۔ "اس سے بھی زیادہ۔" اختر بولا "سب گھروں سے نکل آئیں تو چلا بھی نہیں تا۔"

"مجصے تو بھوک لگ رہی ہے۔" اصغر ذرا ور بعد منایا۔

یہ سنتے ہی اخر کی بھوک بھی جاگ اٹھی۔ دوپسر کے قریب چائے کے ساتھ پاپ کھائے تھے۔ اس کے بعد انہیں کچھ بھی نہیں ملا تھا "بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے۔" دولالا

"کھانا کہاں ہے ملے گا؟"

" ملنے کی جگسیں تو بہت ہیں مگر ہمارے پاس پیسے بھی تو نہیں ہیں۔" "ای لیے کہنا تھا' سوچ لے۔ بیتم خانے میں تپلی وال ملتی تھی مگر پیٹ تو بھر تھا۔"

"يه سوچ كه مم زنده مين- وبال شاه جي ممين مار والآ-"

باہر بھاگ۔ باہر نکل کر انہوں نے دیکھا تو بھائی جان کل کے کر پر سے "او الو کے سمِ اللہ بھائی جان۔" انہوں نے لاکارا " تھرتو جا میں تیری ٹائلیں توڑ دوں گا۔"

بھائی جان رکے اور بلٹے "آئے حضرت میں آپ کا منتظر ہوں۔" انہوں لے چیخ کر کما "اگر میں آپ کو بہت عزیز ہوگیا ہوں تو مجھے قربان کردیجئے۔"

"مين واتعى تخفي ذيح كروول كا-" فيخ صاحب ان كى طرف بوصف كك-

چند لمحول میں گلی میں مجمع لگ گیا۔ لوگوں کو بات کا پتا چلا تو انہوں نے بھائی جان کو سمجھا بجھا کر بھیج دیا۔ شخ صاحب اب مغلقات بک رہے تھے۔

"آپ کو بھائی جان سے الی بات نہیں کمنی چاہیے تھی۔" ایک صادب بولے۔ وہ عمر میں بھائی جان سے بھی کافی بوے تھے۔

"ارے صاحب میں نے الیا کیا کمہ دیا۔ دنے کی قربانی ہی کی تو بات کی تھی۔" شیخ صاحب نے تک کر جواب دیا۔

"چندو دنبہ نہیں اور صرف باجی اور بھائی جان ہی کو نہیں ' پورے محلے کو اولار کی طرح عزیز ہے۔" ایک اور صاحب بولے۔

مر شخ صاحب اب بھی بھرے ہوئے تھے۔ ایک جوان لڑکے نے سخت لیج بل کما "شخ صاحب" اس طرح تو آپ یمال نہیں رہ سکیں گے۔" اور محلے والوں نے ال کی بات پر یوں صاد کیا کہ اس کے بعد کمی نے ایک لفظ بھی نہیں کما اور سب اپنے ایک فریس بلے گئے۔ شخ صاحب گلی میں اکیلے کھڑے رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

دونوں اڑکے بغیر کمی رکاوٹ اور وشواری کے باہر نکل آئے تھے۔ رات ہو پکل تھی مگر سڑکیں سنسان نہیں تھیں۔ بلکہ عید کی شاپنگ کرنے والوں کی وجہ سے عام دنوں کی نبت زیادہ رونق تھی۔

اخر نے بغل میں دری دبالی تھی۔ اصغر کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ دونوں جلخ رہے۔ اس وقت وہ آزادی کی خوثی سے سرشار تھے۔ دوسرے جلد از جلد میتم خانے

"يمال مم بھوكے مرجائيں گے۔"

"نہیں مریں گے۔ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔" اخر نے کما لیکن اس کا لہمہ ایم سے محروم تھا۔

انہوں نے سڑک پار کی۔ سامنے ہی بحرا منڈی گلی تھی۔ وہاں ون کا ساس اللہ تھا۔ جانوروں کے بوپاریوں نے جگہ گیس کی لالٹینیں جلائی ہوئی تھیں۔ وہاں ہجور بھی بہت تھا۔ وہ اس ہجوم میں تھس گئے۔ وہاں جانوروں کے پیشاب اور گوہر کی ہا بہت تیز تھی لیکن لوگ مزے سے خریداری کر رہے تھے۔

" " مویشیوں کا ایک آڑھتی خریدار سے کمہ رہا تھا۔ گا۔" مویشیوں کا ایک آڑھتی خریدار سے کمہ رہا تھا۔

خریدار نے جیب سے نوٹ نکالے اور عمن کر آڑھتی کو دے دیے "بن اڑتمیں سوسے اویر نہیں دوں گا۔"

وونوں لڑکوں نے زندگی میں صرف ایک بار پانچ کا ایک نوث دیکھا تھا وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے۔ بیٹم خانے میں عید میلادالنبی کا جلسہ ہوا تھا۔ اس میں ایک با سیٹھ مہمان آیا تھا۔ اس نے سب بچوں کو پانچ پانچ کا ایک نوث دیا تھا۔ وہ دونوں اس نوٹ کو پڑھتے رہے تھے۔ ایک ایک لفظ بینک دولت پاکتان پانچ روپ اور کم مین اس وقت جب وہ یہ سوچنا شروع کر رہے تھے کہ اس سے کیا کیا خریدیں گے اللہ سے نوث تھین لیے گئے تھے۔

ا فتر کو وہ نوٹ یاد آیا پھر خیال آیا کہ کھانا پییوں سے ملتا ہے۔ اس نے باؤ لجاجت سے خریدار سے کما "ایک نوٹ ہمیں دے دیں صاحب۔"

خریدار نے چونک کر اسے دیکھا پھر بولا "دماغ خراب ہے۔ سو روپے دے" اے"

آڑھتی نے ان دونوں پر آئھیں نکالیں "بھاگو یمال سے ورنہ سپینی لگاؤل گا۔ سالو' دھندا خراب کرتے ہو۔"

"ہم بھوکے ہیں۔" اخر نے کما لیکن آڑھتی کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ دائل مرمت کر دے گا۔ وہ اصغر کا ہاتھ تھام کرآگے بڑھ گیا۔

ابھی وہ برا منڈی میں ہی گھوم رہے تھے۔ اخر جانوروں کو للچائی ہوئی نظروں ہے وکے دیکھ رہا تھا " بھی نہیں بچے گا۔" ہے دیکھ رہا تھا " بھی نہیں بچے گا۔" ایک بھی نہیں بچے گا۔" اس نے امغرے کہا۔

"اور سب کی قربانی ہوگ۔" اصغرنے پر خیال کہتے میں کما۔ "کتنا کوشت نکلے گا

ان میں ہے۔" اتا کہ بورا شر... ایک ایک بچہ جی بحرے کھالے۔ پھر بھی ج جائے گا۔" اختر

اتنا کہ پورا شہر... ایک ایک بچہ جی بھر کے کھائے۔ پھر بھی چی جائے گا۔'' احمر سے منہ میں پانی بھر آیا۔ «ہمس بھی ملے گا نا؟''

"إن" اخرت عالمانه اندازيس سربلات موسع كما-

"بقر عید کے دنوں میں ہر محض کو گوشت ملا ہے۔" پھر اس نے توقف کیا "
"میرا تو جی جاہتا ہے کہ ابھی ایک بکری پکڑ کر کھا جاؤں کچا ہی کھا جاؤں۔"

"ترے گوشت کے شوق نے ہی تو مصیبت میں پھنسایا ہے۔" اصغر مبنجلا گیا۔
"ج کتا ہوں' ایک بار جی بھر کے گوشت کھالوں' پھر بھی گوشت کی ضد نہیں

وہ یوں ہی گوم رہے تھے کہ ایک پولیس والے کو دیکھ کر ٹھنگ گئے۔ زمین نے جیے ان کے پاؤں کی رہے ہوں ہے۔ زمین نے جیے ان کے پاؤں کیڑ لیے۔ انہوں نے خوف زدہ نظروں سے ایک دو سرے کو دیکھا پر افتر نے حوصلہ افزائی کے انداز میں سر ہلایا۔ دونوں وہیں کھڑے پولیس والے کی آڑھتی سے کفتگو سنتے رہے۔

"سربی" یہ تو بری زیادتی ہے جناب۔" آڑھتی فریاد کرنے والے اندازیں کمہ رہا تھا "پانچ ہزار میں سات بحرے اس موسم میں کمال ملتے ہیں۔ چلو" میں کر بھی دول محراب کتے ہوکہ جانور بھی اچھا اور محرا ہو۔"

"تم جانتے ہو' میں نے مجھی تم لوگوں کو تک نہیں کیا۔" بولیس والے نے لئا سے کہا۔

"وی تو میں حیران ہوں انسکٹر صاحب! آپ تو بندے ہی اور طرح کے ہو۔ ہم خوشی سے بھی کچھ دیں تو آپ نہیں لیتے ہو۔"

"يه اوپر والے كا معاملہ ہے۔" "آپ کا مطلب ہے ' قربانی"

"میں سب کے اوپر والے کی نہیں' اپنے اوپر والے کی بات کر رہا ہوں، انسكِرْ كا لهجه تلخ بوكيا "اس نے بانج ہزار مجھے ديے اور بولا مجھے سات اجھے ال محرے بکرے جا بین۔ بس کل تک لا دو۔ میں نے کماک سر' یہ کیسے ممکن ہے۔ بولا ' برا منڈی تو تمہارے ہی علاقے میں لگتی ہے۔ اب بتاؤ۔ میں کیا کروں۔ وہ تو کہا

آ راهتی چند کمح سوچنا رہا پھر بولا "پانچ ہزار میں تو بات بنی مشکل ہے سرجی۔" "میں کیا کول- میں تو غلط کام کرتا شیں۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو صاحب ے پانچ ہزار بھی نہ لیتا۔ اور بنگلے پر سات بمرے بھی پہنچا دیتا۔ میرے پاس کچھ ہو آز مِن رقم برها سَلَمَا تَهَاـ"

آڑھتی نے اس بار ذرا زیادہ سوچا "فر سات بکول کا وہ کیا کریں معے سرجی؟" "ارے ملنے والوں کی 'رشتے داروں کی فرمائش بھی تو ہوتی ہیں۔" "الیی قربانی تبول ہو جائے گی انسکٹر صاحب؟"

"بيد ادر والا جاني-" السيكم في وكه سے كما "بيد تو قرباني كرنے والوں كو سوجا

آ را على الله اور زياده موج بچار كيا "اب آپ كى بات ہے تو كچه كرنا الله رے گا سرجی..."

"ميرى فاطرمت كو-" اللكرن الخي على الاي سوجو- ميرا صاحب ال علاقے كا انجارج ب- ميرا تو صرف ثرانسفر ہوگا اور مجھے كوئى پروا نہيں۔ مال پانى ق کما تا نہیں ہوں کہ فکر کردں۔ ہاں وہ تمہیں بہت تنگ کریں گے۔ تمہارا دھندا خراب

" مرجی ہے مرجی۔ میں دو سرول سے بات کرتا ہوں۔ بردی منڈی ہے۔ ہمیں مل جل كرى يه بوجه الفانا موگا- آپ ركو- مين البحي آيا مول-"

اخرر اور اصغر آمے بڑھ گئے۔ دونوں کا بھوک سے برا حال تھا۔ وہ منڈی ے

نکے اور الکرم اسکوائر کی طرف چل دیے۔ بلڈ تک کے باہر ہی ایک برا ریسٹورنٹ تھا۔ باہر برا سا توا چڑھا تھا اور کٹاکٹ بنایا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ سکے کباب اور بوٹیاں یخ پر بھونی جا رہی تھیں۔ وہ وھوال اور گوشت کی وہ خوشبو پاگل کر وینے والی تھی۔ دونوں اس طرف بڑھ گئے اور دریہ تک بھنتے ہوئے موشت کو للچائی ہوئی نظروں سے رکھتے رہے۔ اختر کے تو طلق میں گولے سے مچنس رہے تھے۔ منہ میں پانی بھر آ اور وہ انے نگلنے کی کوشش کر ہا تو حلق دکھنے لگتا۔

"بری بھوک گلی ہے۔" اصغرنے پیٹ پر ہاتھ چھیرتے ہوئے کما "مگراپنے پاس مے بھی نہیں ہیں۔"

"میں کچھ کر ما ہوں۔ آمیرے ساتھ۔"

وہ دونوں ریسٹورن کی طرف برھے۔ دروازے کے پاس ہی کاؤنٹر تھا۔ اختر اے وہاں لے گیا "سیٹھ ... ہم بت بھوکے ہیں۔" اخر نے کاؤنٹر پر بیٹے ہوئے موثے فخص سے فریاد کی۔ "ہمیں کھانا کھلا دو۔"

" پیے ہیں تمهارے پاس؟" سیٹھ نے انہیں ناقدانہ نظروں سے و کھتے ہوئے

"پیے ہوتے تو تم سے کول کتے سیٹھ۔ اندر جاکر بیٹھے اور کھانا منگا لیتے۔" سیٹھ کی تیوریاں چڑھ محکیں "زبان کا تیز معلوم ہو تا ہے تو۔ ابے بھیک ایسے

اصغرنے جلدی سے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے "ہم بھکاری نہیں ہیں سیٹھ عیم ہں۔" اس نے بے حد عاجزی سے کما۔

سیٹھ نے اسے دیکھا اور مسکرا دیا "او فضلو!" اس نے بیرے کو آواز دی "ان بچوں کو دال اور روتی لا کر دے جلدی ہے۔"

"سیٹھ میں گوشت کھاؤں گا۔" اخترنے کہا۔

"اب، ہوش میں تو ہے۔" اس بار سیٹھ کو غصہ آگیا "کھانا ہے تو کھا۔ نہیں تو

"سیٹھ اتنا گوشت ہے۔ مجھے تھوڑا سا دے دو کے تو تممارا کیا جائے گا۔" اختر

باجی کو جیرت ہوئی کہ چندو اکیلا واپس آیاہے" تیرے ابو کمال ہیں رے چندو؟" انہوں نے پوچھا۔

چندو جواب نہیں دے سکتا تھا گراس نے بلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور چراپ شیڈ میں چلا گیا۔ وہاں بیٹھ کروہ جگالی کرنے لگا۔ باجی کو جو تشویش تھی وہ دور ہوگئی۔ کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو چندو بوں سکون سے آکر نہ بیٹھتا۔ انہوں نے جاکر چائے کا یانی رکھ دیا۔

پ منے میں ہوئے۔ پانچ منٹ بعد بھائی جان گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے چبرے کو ایک نظر دمکھ کر ہاجی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ غصے میں ہیں۔

بھائی جان کرے میں چلے گئے۔ بابی نے چائے نکالی اور دونوں پالیاں چھوٹی رے پر رکھ کر کرے میں لے گئیں۔ انہوں نے چائے کی پالی شوہر کو دیتے ہوئے پوچھا 'کیا بات ہے؟ غصہ کیوں آرہا ہے آپ کو اور کس پر آرہا ہے؟"

پہت ہے ہے۔ ہے۔ سے سیات میں میں اس عصد تو نہیں آرہا ہے۔" انہوں بھائی جان نے چونک کر انہیں دیکھا دونہیں غصہ تو نہیں آرہا ہے۔" انہوں نے دھیرے سے کہا۔

"مجھ سے آپ کچھ نہیں چھپا کتے۔" باجی مسکرائیں۔ "آپ بھی مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتیں۔ آج آپ پریشان ہیں؟" "نہیں لیکن صبح سے جھنجلا رہی ہوں۔" "کوئی وجہ بھی ہوگی؟"

"ب- بنا بھی دول گی مربیلے آپ بنائیں-"

بھائی جان نے انہیں پورا واقعہ سایا پھربولے "میں تو اس کا سر پھاڑ دیتا۔ بوا آیا چنخ کمیں کا۔" نے عاجزی سے کہا "تہیں اللہ بت دے گا۔ مجھے خوش کر دو۔"

سیٹھ دل کا برا بھی نہیں تھا۔ وہ انہیں گوشت بھی کھلا دیتا لیکن اختر سے وہ چڑ گیا تھا۔ اس کی خود اعتادی تھی ہی چڑا دینے والی۔ پہلا تاثر ہی خراب ہوگیا تھا "تو گوشت کا حساب کتاب نہ کر۔ وال کھانی ہے تو بتا ورنہ کوئی اور دروازہ و کھے۔" سیٹھ نے رکھائی سے کہا۔

"شكربير سيشھ ليكن ميں وال نهيں كھاؤں گا۔"

اتی در میں فضلو ایک پلیٹ میں دال اور چند روٹیاں لے آیا تھا۔ سیٹھ نے کما "دواپس لے جا بھی ۔ ان لوگوں کے تو نخرے ہیں۔ سمی برے گھر کے بھیاری لگتے ہیں۔ سب بھرے ہیں شاید۔"

فضلو والیس جانے کے لئے پلا بھی نہیں تھاکہ اصغرنے جلدی سے کہا "مجھے تو جو مل جائے گا' کمالوں گاسیٹے"

سیٹھ نے کما " ٹھیک ہے فضلو! یہ کھانا اس اڑکے کو دے دے۔"

اصغرباہر زمین پر بیٹھ گیا ''تو بھی آجا یار۔ ضد نہ کر۔'' اس نے اختر سے کہا۔ اختر نے اسے زخمی نگاہوں سے دیکھا ''اگر دال کھانی ہوتی تو اتنی مار کیوں کھا آ۔ یوں دربدر کیوں پھر آ تو کھالے۔''

امنر کو مایوی ہوئی لیکن اس کا بھوک سے برا حال تھا۔ وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔
کاؤٹٹر پر جیٹھے سیٹھ نے کن اکھیوں سے اختر کو دیکھا۔ وہ کن اکھیوں سے اپنے
ساتھی کو کھانا کھاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے حلق کا کنٹھا بار بار گروش کر رہا تھا۔ صاف
پا چاتا تھا کہ اس کے منہ میں پانی بھرا آرہا ہے 'جے وہ بار بار نگل رہا ہے۔ یہ بات
طے تھی کہ لڑکا بہت بھوکا تھا۔ سیٹھ کو اس پر ترس آنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اسے
تھوڑا ساگوشت ولوا دے۔

"کھ فائدہ نہیں۔ عادت ہی گڑے گی مالے کی۔" وہ بربرایا۔ "امنائل تو کھو۔ دھونس جماتا ہے سالا۔ میں تو گوشت کھاؤں گا۔ جیسے اپنے باپ کے گھر میں بیٹھا ہو۔" اس نے بے زاری سے مند چھرلیا۔

" پھر بھی آپ کو الیا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" باجی نے سوچ میں ڈوب لیج میں

"کیما نہیں کرنا چاہیے تھا؟ میں نے کیا کیا ہے؟" بھائی جان جسنجلا گئے۔
"آپ کو اس کے بچ کے متعلق ایبا نہیں کمنا چاہیے تھا۔ بری بات ہے۔"
"یہ بات آپ کمہ ربی ہیں۔" بھائی جان کے لہجے میں چرت تھی۔
"جی ہال۔ ویکھیں نا ' دنیا میں سب سے بردی محبت اولاو کی ہوتی ہے۔ سب
سے عزیز چیز اولاد ہوتی ہے۔" باجی کی ساعت میں قعت کی باتیں گونج ربی تھیں۔
"تو چندو ہماری اولاد نہیں ہمارا بیٹا نہیں۔"

"ہے۔ لیکن دوسرے اس بات کو اس طرح نہیں سمجھ سکتے۔ وہ تو ہی کہیں گے۔" بابی نے آہ سرد بھر کے کہا "آج کسی اور نے بھی مجھ سے میں بات کی نداق میں نہیں۔ بہت سنجیدگی اور خلوص ہے۔"
میں نہیں۔ بہت سنجیدگی اور خلوص ہے۔"

"فنمت نے اور میں اس پر نفا ہوئی مگر میں نے اس کے بچوں کو سچھ شیں کہا۔"

"كيول؟ جب كه آپ چنرو كو مجھ سے زيادہ چاہتی ہيں۔"

"میں آپ سے زیادہ چاہتی ہوں اسے لیکن عورت حقیقت پند ہوتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ چندو میرا بیٹا ہے گر دنبہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے ، جو بدل نہیں سکتی اور دو سرے تو اسے دنبہ سمجھ کر ہی بات کریں گے۔ کتنی ہی تکلیف دہ سمی ، گر ان کی بات ناروا نہیں۔ دیکھیں نا کوئی کمی دشمن کی اولاد کے لئے بھی ایسے نہیں کمہ سکتا۔ انہوں نے اسے دنبہ ہی سمجھ کر تو کما۔ وہ ہمارا دل چر کر تو نہیں دیکھ سکتے۔ حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے۔ "

دمیں تو خون پی جاوں ایسا کنے والے کا۔ " بھائی جان بھر گئے۔ اس لیے کہ آپ حقیقت بند نہیں۔ آپ کی محبت میں گرائی نہیں۔ آپ چندو کو دنبہ نہیں' اپنا بیٹا ہی سیجھتے ہیں۔ جس لمحے آپ اسے دنبہ تسلیم کرلیں گے' اسے بیٹا سیجھنا چھوڑ دیں گے اور آپ کی محبت بھی کم ہو جائے گی۔"

C

کھانے کے بعد دونوں لڑکے پھر چل دیے۔ ان کی کوئی منزل نہیں تھی۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کمال ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں۔ دونوں خاموش تھے ۔ اور دونوں کی خاموثی کا سبب شرمندگی تھی۔ اصغر شرمندہ تھا کہ بھوک نے اسے ۔ فود غرض بنا دیا۔ اس نے اکیلے ہی اکیلے کھانا کھالیا جب کہ اختر بھوکا ہے۔ اختر کو یہ شرمندگی تھی کہ وہ اصغر کو یہتم خانے سے نکال لایا ہے اور اب سونے کا محمکانا بھی نہیں۔ اب اصغر کے گا کہ نیند آرہی ہے تو وہ کیا کرے گا۔ اس شرمندگی سے اختر کو ایک بہت بڑا فائدہ ہوا تھا۔ وہ اپنی بھوک بھول گیا تھا۔

دونوں بہت سارے بچوں کے ورمیان سونے کے عادی تھے۔ اور بیہ وہ رات تھی، جب ان کے سر پر چھت نہیں نیلا آسان تھا۔ انہیں اگر سونا تھا تو تنا ہی سونا تھا۔ اب تک سونے کے لئے انہیں فٹ پاتھ کے سواکوئی جگہ نظر نہیں آئی تھی مگر روشن سے روشن فٹ پاتھ بھی انہیں اندھیرا ہی لگا تھا۔ جب کہ وہ خوب تیز روشن میں سونا چاہتا تھا۔

دور سے اسے بہت تیز روشنی نظر آئی۔ روشن خاصی بلندی پر تھی اور ان کے اندازے سے کافی دور تھی۔ وہ اس طرف برھتے رہے۔ وہ اب تک بہت زیادہ پیل اندازے سے کافی دور تھی۔ وہ اس طرف برھتے رہے۔ وہ اب تک بہت زیادہ پیل چل چکے تھے۔ تھن سے ان کا برا حال تھا۔ خاص طور پر اخر کی حالت بہت ابتر تھی۔ تھی۔ پہلے تو اتنی مار اور اس کے نتیج میں جسمانی اندیت۔ پھر دیوار تو رُنے کی مشقت اور اب تو اس کے زخوں اور چوٹوں سے ٹیسسی اٹھ رہی تھیں۔ اور اب یہ بیدل چلاا۔ اب تو اس کے زخوں اور چوٹوں سے ٹیسسی اٹھ رہی تھیں۔ وہ روشنیاں عائشہ منزل کی چور تھی کی تھیں۔ قریب پہنچ کر انہوں نے ویکھا کہ روشنیاں ایک فوارہ بھی چل رہا دوشنیاں ایک فوارہ بھی چل رہا

تھا۔ وہ محور ہوکر رہ گئے۔ "بس ہم یمال سوئیں گے۔" اخر نے خوش ہوکر کہا۔
"ٹھیک ہے۔" اصغر نے تائید کی۔ وہ بھی خوش نظر آرہا تھا۔ رات کانی ہوئا تھی۔ شاپگ سینٹرز پر تو اب بھی رش ہوگا گھر اس سڑک پر ٹرفیک زیادہ نہیں تھا ا راہ گیر تو نہ ہونے کے برابر شے۔ انہوں نے سڑک پارکی اور اس چھوٹے ہے کہ پارک بیس تھس گئے۔ روشنی انہیں بہت انہی لگ رہی تھی گھر اس لمح قوار میں ہوگیا۔ ہوگیا۔

"میال سوئیں گے۔ کیا مزہ آئے گا۔" اخر نے کہا۔

"واقعی" اصغرنے تائید کی "گھاس کیسی اچھی لگ رہی ہے مسئل

دونوں ننگے پاؤں سے اور خوب پیدل چلے سے۔ ان کے تلوے بری طرح ہم رہے ہے۔ ان کے تلوے بری طرح ہم رہے تھے۔ ان کے تلوے بین گھاس کی ٹھنڈک ان کیلئے بہت بردی نعمت متی۔ اوھرے اوم گھاس پر چکر لگاتے رہے۔ وہ کوئی بہت بردی جگہ نمیں تقی۔ وہ پارک نمیں تھا۔ چھا کی چور گئی تھی' جمال گھاس لگا کر درمیان میں فوارہ لگا دیا گیا تھا۔

"بس یمال دری بچھائیں گے اور سو جائیں ہے۔" اختر نے کہا۔ "دری بچھانے کی بھی کیا ضرورت ہے۔" اصغر بولا "گھاس پر ہی سو جائل

"کیا با کرے مورے مول۔ دری بچھانا ہی ٹھیک ہے۔"

انہوں نے دری بچھائی اور سونے کے لئے لیٹ گئے۔ امغر تو فورا" ہی سو ا لیکن اختر کو اندازہ ہوگیا کہ اس کے لئے رات آسان نہیں ہے۔ جہم کی چوٹیں ادر اذبیتی 'مشقت کی دکھن اور پھر آج کا پیدل چلنا۔ اس کا جہم پھوڑے کی طرح دکھ ما تھا گر پھر بھوک نے ہر تکلیف کا احساس منا دیا۔ پیٹ میں جیسے کوئی جانور گلسا بنا تھا'جو اپنے تیز پنجوں سے جہم کی دیوار کو کھرچ رہا تھا۔ ایک لیے کو اس کے دل ٹر پچپتاوا ابھرا۔ اگر وہ بھی اصغر کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتا تو گر فورا" ہی ضد نے اس پچپتاوا ابھرا۔ اگر وہ بھی اصغر کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتا تو گر فورا" ہی ضد نے اس پچپتاوا کو منا دیا۔ گوشت کی خاطر اس نے اتنی اذب جھیلی تھی۔ اب وہ اس ب

اے پہلے مولوی صاحب کی یاد آئی اور پھر اللہ میاں کا خیال آیا۔ مولوی ماحب کیتے تے ... جو ما تکنا ہے' اللہ سے مانگا کرد۔ وہ سب پچھ دیتا ہے۔ کل جمانوں کا مانک ہے اور اے بندے کا عاجزی سے مانگنا بہت پند ہے۔ وہ خالی ہاتھ نہیں

اس نے آسان کی طرف منہ کیا اور بربرایا "بیارے اللہ میاں ویکھیے

آپ تو جانے ہیں کہ میرا گوشت کھانے کو کیما جی چاہتا تھا۔ میں نے گوشت مانگا تو کیا

براکیا۔ شاہ جی مجھے گوشت وے سکتا تھا لیکن نہیں دیا۔ النا مجھے مارا۔ اب مجھے کوئی

مجھی گوشت نہیں دیتا۔ آپ مجھے گوشت بھیج دیں۔ میں بہت شکر ادا کروں گا۔ دیکھیں

.... اب تو بقر عید آرہی ہے۔ مجھے خوب سارا گوشت ملنا چاہیے۔ اتنا کہ میں جی بحر

کے کھاؤں بجر میں بھی تیلی دال سے بھی انکار نہیں کوں گا۔"

وہ دعاکر تا رہا دعاکیا ، وہ تو اللہ میاں سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ میں سب پچھ دہرا تا رہا۔ اچانک ہی اس مرکے بیٹ کی بے قراری کو جیسے قرار آگیا۔ اسے پا بھی نہ چلا اور وہ سوگیا۔ خواب میں اس نے خود کو ایک ایسے وستر خوان پر پایا ، جمال گوشت میں گوشت تھا۔ سخ کباب ، بوٹیاں ، بھنا ہوا قیمہ ، بھنا ہوا گوشت اور وہ جی بھر کے کھا رہا تھا۔ خوب سر ہوکے کھانے کے بعد اس نے آسان کی طرف دیکھا اور اللہ کا شکر اداکیا۔

اس کھے کسی نے جھنجوڑ کر اسے جگایا۔ اس نے آئھیں کھول کر دیکھا تو اس کا دم نکل گیا۔ وہ ایک پولیس والا تھا اور وہ ان وونوں کو باری باری جھنجوڑ رہا تھا۔ اصغر بھی اٹھ بیٹھا ''کیول بھی' تم وونوں یمال کیا کر رہے ہو؟'' پولیس والے نے سخت لہے میں پوچھا۔

امنر کے ہونٹ ملے لیکن آداز نہیں نگلی۔ وہ تو ویسے بھی ڈرپوک تھا اور اس وقت ممری نیند سے اٹھا تھا۔

"بولتے کیوں نہیں۔"

"ہم سو رہے ہیں جی۔" اختر نے ول کڑا کرکے کما۔ "وہ تو میں بھی و کھ رہا ہوں۔ پر یمال کیوں سو رہے ہو؟"

«فكريه كانفيبل صاحب!" وجر آج کل یال سونا خطرے سے خالی نہیں۔" کانشیل بولا۔

"دوہشت گردی کی وجہ سے۔ وہشت گرد کمی کو بھی نہیں بخشے۔ خیر صبح چھ بج ی تو میری ڈیوٹی ہے۔ میں تہهارا خیال رکھوں گا۔ سو جاؤ لیکن سنو' تم ہمیشہ تو یہاں

اؤے نکر مکراے دیکھتے رہے۔ وہ خود اس سوال کا جواب تلاش کر رہے تھے

"الياكه عيد كي تيري رات مجھ يمين ملنا ميں حمين ايك موثل ميں ركھوا

"شكريه كانشيل صاحب!" بوليس والا چلا كيا- اصغر سو كيا مكر اختر كو نيند شيس آئي- حالا نكه اب بهوك

کونیں بدلتا رہا۔ اسے بھی نیند آگئ۔

"فْ يَاتِهُ يُرِ انْدَهِرا ہے۔ وُر لَكُنّا ہے۔"

"اب آاو ميرا مطلب يه ب كه مهيس اب كريس مونا چاسيد" بولير والے نے کما "کیا گھرے بھاگے ہوئے ہو؟"

"ہمارا گر نہیں ہے جی-" "مگراس سے پہلے کمیں تو رہتے ہو گے؟" اخر جھوٹ گھڑنے والا تھا چر نجانے اس کے جی میں کیا آئی کہ اس نے پ بولنے كا فيمله كرليا "بم يتم خانے من تھے جناب."

"تو ينتم خانے سے بھامے ہو۔ كيوں؟"

اخترنے اے سب کھے بنا دیا۔ بولیس والا برے غور سے سنتا رہا چر مرہلا کر بولا "جم بولیس والے تو بدنام ہیں۔ تہمارے شاہ جی جیسے الیروں کی یمال عرت ہوتی ہے۔ انہیں سوشل ورکر کما جاتا ہے۔ حالاں کہ وہ ہمارے مقابلے میں بہت بڑے مجر، روں گا۔ اس کا مالک میرا جانے والا ہے۔" ہیں مگر انہیں تو حکومت سے تمغا ملتا ہے۔ ہم پلیک کی گالیاں بھی کھاتے ہیں اور حومت کی بھی۔ کیبا اندھر ہے۔ حرامی کمیں کے ... تیموں کا مال بھی کھا جاتے ہیں اور ظلم الگ توڑتے ہیں۔"

اخر کو نہ تو سوشل ورکر کا مطلب معلوم تھا۔ نہ ہی اسے ان باتوں میں کول دلچیں تھے۔ یولیس والے کی باتوں سے اصغر کا بھی حوصلہ بردھا۔ اس نے کما "اس اخر نے بورے دن کھے نہیں کھایا ہے انسکٹر صاحب!"

پولیس والا بننے لگا "میں انسکٹر تہیں ہوں بگلے۔ میں تو معمولی کانشیل ہوں،" پھروہ اختری طرف مڑا "ایی ضد کرے اپن جان پر ظلم نہیں کرتے بیٹے۔ کل جو مجی ملے کھالیا۔ برسوں بقرعید ہے۔ گوشت مل بی جائے گا۔" ،

"میں نے تو اللہ میاں سے گوشت مالک لیا ہے کانٹیبل صاحب! وہ مجھے دے

"الله تو اینے بندول کو وسله بنا آ ہے محر آج کل بندول کے ول بہت سخت ہو گئے ہیں۔" بولیس والے نے سرد آہ بمر کر کما پھر اس نے جیب میں ہاتھ وال کر دس کا ایک نوث نکالا اور اصغر کو دیا۔ "اس وقت تو میرے پاس میں ہے۔ رکھ لو۔ " ناشتا یانی کرلینا۔"

انیں موسکتے۔ کیا کو گے آگے؟"

مروه مل نهيس ربا تھا۔

اسے نہیں ستا رہی تھی۔ جیسے گوشت کھانے کا وہ خواب خواب نہیں 'حقیقت ہو۔ وہ

حرام کی اولاد ہوگا۔ اندن نے آواز دے کر اسلام الدین کو بلایا۔ وہ آیا تو انہوں نے بوچھا "اس رام زارے اخر کا کیا خال ہے؟" ور یا شاہ صاحب۔ آپ کے محم کے مطابق اسے کو تھری میں اکیلا پھینک دیا

> "ارے تو کسی نے اس کی خبر بھی نہیں لی؟" "آپ نے منع کیا تھا جناب عالی۔" روه تو بت زخمی تھا۔ کمیں مرہی نه ^عیا ہو۔" "بہ حرامی بہت سخت جان ہوتے ہیں شاہ صاحب۔"

"اجها چل مجصے نه يرهايا كر-" شاه صاحب نے غصے سے كما- "جا نظام كو بلاكر

اسلام الدين چلا گيا۔ شاہ صاحب سوچ رہے تھے كہ جو كچھ انہوں نے سوچا ے اس سے کم سے کم لوگ واقف ہول تو بمتر ہے۔ اسلام الدین کو بھی بے خبر ہی را جاہے۔ بس بات ان کے اور نظام کے درمیان ہی رہے۔

اخر کو ارنے کے بعد سے وہ اس سلسلے میں غور کر رہے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اخر کو منکور نظر لوگوں میں شامل کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب کہ شامل نہ کرنے میں وہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ بس ایک رکاوٹ تھی ان کے ذہن میں۔ یہ سمجھو تا تھا اور انہیں کمزوری کے احساس میں مبتلا کر تا تھا۔ پھریہ خل بھی آیا تھا کہ کیا اس طرح ہر کس و ناکس انہیں بلیک میل کرے گا۔

"يمال عقل كے بجائے جذبات سے كام ليا تو يہ اخر ابني سوچ اپني زبان شبیر شاہ کو اختر کی طرف سے پریشانی تھی۔ وہ اس سلسلے میں غور کر^{نے، پورے} بیٹم خانے کو دے دے گا۔" انہوں نے خود کو سمجھایا "پھر سب پچھ ہاتھ سے

چاں چہ انہوں نے حتی فیصلہ کرلیا۔ نظام آیا تو انہوں نے اس سے اخر کے جہاں چہ انہوں نے می بصد ریوں ہے ۔ معلق بوچھا۔ نظام نے بھی وہی جواب دیا 'جو اسلام الدین نے دیا تھا "ارے وہ تو مل عصم من تھا ورنہ وہ تو بچہ ہے اور پھریتیم بچہ۔ مجھے تو اپنی زیادتی کا شدید احساس

چندو بے خبر سو رہا تھا لیکن باجی کو نیند نہیں آرہی تھی۔ پچھ دیر بدرا احماس ہوا کہ ان کے شوہر بھی جاگ رہے ہیں "کیا بات ہے۔ آپ سوئے نم انہوں نے پوچھا۔

> "نیز نہیں آرہی ہے۔" بھائی جان نے جواب ریا۔ ''کیوں بھی۔ سرمیں تیل لگا دوں؟''

"ارے نہیں' بریشانی کی کوئی بات نہیں۔ وراصل بے فکری ہے نا۔ می کے آ۔

میں تو جانا سیں ہے۔ اطمینان سے وری تک سوول گا۔"

پریشانی کی بات تو ہے۔؟باجی کے لیجے میں تشویش تھی "بنا بنایا معمول أ نہیں ہونا چاہیے۔ جو ایک دن ہوسکتا ہے 'وہ کسی بھی دن ہوسکتا ہے۔" "آپ تو خواه مخواه بريشان موجاتي بين اجمى سو جاؤل گا ذرا وير مين" باجی جانتی تھیں کہ وہ ابھی تک شخخ صاحب کی بات ہر جل کڑھ رہے ہی تیل کی شیشی لائیں اور شوہر کے سریس تیل ملنے لگیں۔ دیکھتے ہی ویکھتے ذکریا م کو نیند آئی۔ وہ سومنے لیکن باجی کی آنکھوں میں اب بھی نیند نہیں تھی۔

تھے۔ دہ جانتے تھے کہ جس طرح انہوں نے اختر کو مارا ہے کوئی اور ہو آ اس تو بمیشہ کے لئے سیدھا ہو جا یا لیکن اس لڑکے کی اکر دیکھو۔ پٹنے کے دوران ان اف بھی نہیں گ۔ معانی تک نہیں مائگی۔ یہ کیسی گوشت کی خواہش ہے؟ بت ڈھیٹ ہے۔ انہوں نے غصے اور نفرت سے سوچا۔ ضرور کمی وال

ہو رہا ہے۔ اس شام سے اب تک نہ میں ٹھیک طرح سے سوسکا ہوں۔ نہ می_{ں،} ڈھنگ سے کھانا کھایا ہے۔" شاہ صاحب پر رفت طاری ہو گئی۔ آنکھوں میں _آ آمئے۔

نظام نے شاہ صاحب کو جیرت سے دیکھا۔ نیند کے بارے میں تو وہ کچے لا کمہ سکتا تھا لیکن جہاں تک کھانے کا تعلق ہے تو ابھی پچھ در پہلے انہوں نے شدروی روٹیوں کے ساتھ آدھا کلو بھنا ہوا گوشت سوئتا تھا۔

دیکھو نظام' اب جو بات میں کہ رہا ہوں' وہ میرے اور تیرے درمیان رہے۔ کسی کو پتا نہ چلے۔"

"آپ بے فکر رہیں شاہ صاحب۔"

"جو کھے تو کھائے وہی اختر کو دے دیا کر مگر سب سے چھپا کر۔ سمجھ گیا۔؟" "سمجھ گیا شاہ صاحب۔"

"ادر نیضو کے ساتھ جاکر اختر کو کوٹھری سے نکال لا۔ اس کی دوا دارو بھی ک

يتيم بچه ہے۔ دعاوے گا۔ اللہ نے تيبوں كے ساتھ نرمى كا تھم ويا ہے۔"

بید مار مار کر غریب کی کھال ادھیر دی اور اب اللہ کا تھم یاد ولا آ ہے ڈرائے نظام نے دل ہی دل میں کما چر زبان سے بولا۔ "جی شاہ صاحب! یہ فرمائیں کہ ان آپ کے یاس لاؤں یا نہیں۔"

وننیں۔ مجھ سے اس کی حالت نہیں دیکھی جائے گی۔" شاہ صاحب لے اُن اب تو جا۔"

C

یتیم خانے میں کھانا کھایا جا چکا تو نیفو کو تھری کی طرف گیا۔ اس نے آلا کھ کر دیکھا تو ٹوٹی ہوئی دیوار نظر آئی۔ دونوں لڑکے غائب تھے۔ وہ مسرایا۔ اے لائ کی عقل مندی میں کوئی شبہ نہ تھا گر اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ استے عقل شاہت ہوں گے۔ فرار ہوتے وقت انہیں اس کا خیال تھا۔ لنذا کدال وری اور اللہ سب عائب تھیں۔ وہ برتن وہ البتہ چھوڑ گئے تھے 'جن میں وہ گرم پانی اور ہلائی

ب لایا تھا۔ کدال کی اہمیت بت زیادہ تھی۔ وہ موجود ہوتی تو اسے کمانی گھڑتا پڑتی۔ اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔

اس نے دونوں برتن اٹھائے 'کوٹھری کو تالا لگایا اور واپس چل دیا۔ برتن اس نے دونوں برتن اٹھائے 'کوٹھری کو تالا لگایا اور واپس چل دیا۔ بوگیا۔ نے دھو دھلا کر کچن میں رکھ دیے۔ پھروہ ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد نظام اس کے پاس آیا '' نیفو چل کر کوٹھری کھول۔'' ''کواں؟''

> "اخر کو نکالنا ہے۔ یہ شاہ صاحب کا تھم ہے۔" "خیر تو ہے۔ کیا بھر ماریں گے اسے؟"

"نہیں۔" نظام مسرایا "شاہ جی نے اسے ہم میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اب جو ہم کھائیں گے وہ اسے بھی دیں گے لیکن چیکے سے۔" وہ کہتے کہتے رکا اور فیفو کو بہت غور سے دیکھا۔ "من ... یہ بات بس تیرے اور میرے درمیان ہے۔ کی کو یتا نہ طے۔"

نیفونے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ وہ نظام کو لے کر کوٹھری کی طرف چل دیا۔

کوٹھری کا منظر دیکھ کر نظام کو سکتہ ہوگیا۔ فیضو نے بھی اداکاری کی "ارے ید کیا۔ وہ دونوں کماں گئے؟"

"اب وہ اتا برا سوراخ نظر نہیں آرہا ہے۔ ایسے گئے۔" نظام نے بھنا کر کما "کر ہوا کیے؟"

" بجھے تو معلوم نہیں۔ میں تو ایک بار ہلدی اور گرم پانی لایا تھا پھر دو سری بار آیا تو اصغر کو یہاں سے لے کمیا اور برتن بھی لے گیا۔ اس کے بعد سے تو میں اب آیا مول۔"

"تونے اے اکیلا جھوڑ ریا۔ بھی تو بری فکر تھی اس کی۔" نظام نے اسے بغور رکھتے ہوئے کہا۔

"شاہ بی کا تھم اتنا سخت تھا۔ مجھے ہمت ہی نہیں ہوئی اس کی و مکھ بھال کی۔" "مگر یہ دیوار اس نے توڑی کیسے؟"

کیے گئے۔'' ''بت تیز لڑکے تھے شاہ جی !'' نیغو بولا ''اصغر نے اسٹور سے کدال نکالی اور _{کام د}کھا دیا۔''

" بی ہو انہیں ڈھونڈ کر لانا ہے۔"

"ہونا تو ہی چاہیے شاہ جی۔ واپس آئیں تو مار مار کے کھال مرا دیجئے گا

"ب و وقوف على اس ليے حميل كمد رہا ہوں۔" شاہ جى نے غصے سے كما "ہم اسي بہلے سے زيادہ اچھا ركھيں گے۔ مجھے تو دكھ اس بات كا ہے كہ ان كا كوئى شھكانا حميل ہے۔ بھيك مائلت بھرى ايك ساكھ ہے خميل مائلت بھرى ايك ساكھ ہے شريس۔ ہم كتنے ہى خراب سى۔ ہم نے بھيك حميل مئيں متكوائى اپنے بچوں سے۔ ب چارے شاہ بى پر رفت طارى ہونے گى " فيضو انسيں واپس لانا بھى تيرى ذمے وارى ہے۔"

نیسو کا کا رہ گیا ''بیر کیے ممکن ہے شاہ جی ! آپ سوچیں تو میں اسنے بوے شہر میں انہیں کماں ڈھونڈ آ کھروں گا۔''

شاہ بی نے چند کھے سوچا' بھر سرہلا دیا "بات تو ٹھیک ہے۔" انہوں نے آواز دے کر اسلام الدین کو بھی بلالیا "اسلام الدین اختر اور اصغر بھاگ گئے ہیں۔ ان کی م شدگی کی رپورٹ درج کرانی ہے پولیس ہیں۔"

" إكس وه بهاك محت وه تو كو تفرى مين تها اختر-"

' یک مسلم الله وه بھاگ گئے۔' شاہ جی نے اس پر آ تکھیں تکالیں ''تم میری بات سنو۔ میں کیا کمہ رہا ہوں۔''

"ربورث درج ہو جائے گی شاہ جی !" اسلام الدین نے نیفو کو محورتے ہوئے المال

شاہ بی نے پھر پچھ غور و فکر کیا "اور وہ آفس سے ایک ہزار روپے لے کر بھاگے ہیں۔" بالا خر انہوں نے کہا۔ "یہ باہر کا کام ہے۔ پہلے چل کر اصغر کو دیکھو پھر بتاؤں گا۔" انہوں نے جاکر چیک کیا تو اصغر موجود نہیں تھا "دہ کہیں سے کدال لے م_{یا} ہوگا اور دیوار توڑی ہوگ۔" نیفونے کہا۔

نظام بے تقینی ہے اسے دیکھنا رہا۔

"دونول بوے کے دوست تھے" نیفونے وضاحت کی۔

"اب تو ہی شاہ جی کے سامنے جواب ویتا۔ وہ تیری ذمے واری تھے۔"

"تو میں ڈر آ ہوں کیا۔" نیفو نے سینہ آن کر کما "ڈروں تو جب کہ میں چور ہوں۔" . "دلیکن مجھے لگتا ہے کہ تو اس کے پاس جا آ رہا ہے۔" نظام نے کما پھر راز داری کے انداز میں بولا "ہلدی تو تو مجھ سے ہی لے کر گیا تھا۔"

"مگریس یہ بات شاہ جی کو نہیں تا سکتا۔ تو میرا دوست ہے۔" فیفو کے لہم میں و همکی تقی۔

"تو شاہ جی کو سے پاکیے چلے گا۔ بس تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں۔" نظام سیدھا ہوگیا "چل شاہ جی کے یاس۔"

O

شبیر شاہ تو دونوں لڑکوں کے فرار کی خبر من کر آپ سے باہر ہوگئے "میں نے اسے تیری ذے داری بنایا تھا۔ انہوں نے فیضو پر آئکھیں نکالیں۔
"تو شاہ جی' میں نے تو کوئی کو آہی نہیں گی۔" فیصو نے مسمی می شکل بناکر

کہا۔

''تو نے خبر تک نہیں لی اس معصوم کی۔'' ''آپ کا تھم تھا شاہ جی !'' ''وہ میں نے غصے میں دیا تھا۔''

"ادر کیا۔" نظام نے کلوا لگایا "شاہ جی سے تو اس کے غم میں سویا جا رہا ؟

نه کھانا کھایا جارہا ہے۔"

شا؛ جی نے اے گھور کر دیکھا محر بات آمے شیس بردھائی۔ "جیرت ہے وہ نکل

"لیکن شاہ جی ' یہ سی نہیں ہے" فیفونے احتجاج کیا۔ "تو چپ رہ۔" شاہ جی نے اسے ڈانٹا پھر پچھے سوچ کر نرم بڑھئے۔

"یہ اس لیے ضروری ہے کہ پولیس جب انہیں پکڑے گی تو وہ ہمیں برہا کرنے والی باتیں کریں گے۔ اس کا توڑیمی ہے اور پولیس کیا کرے گی۔ وہ انہم ہماری تحویل میں دے گی نا۔"

"میری مانیں تو شاہ جی ' خاک ڈالیں اس معاملے پر۔ انہیں ان کے حال ا چھوڑ دیں۔" نظام نے رائے دی۔

"ماکہ وہ ہمیں شر بھریں بدنام کرتے پھریں۔" "ان کی کون سنے گاشاہ جی ! آپ کی تو بدی عزت ہے۔"

"بے اثر کوئی بات نہیں ہوتی اور عزت خراب ہونے میں بھی زیادہ دیر نہیں گئی۔ تم دونوں جاز اب۔" شاہ جی اسلام الدین کی طرف مڑے "تم سجھ گئے ہو نا؟"
"جی شاہ جی ! آپ بے فکر ہو جائیں۔" اسلام الدین نے کما۔ نظام اور نیم مرے سے نکل آئے۔

فیضواس رات ٹھیک ہے سو نہیں سکا۔ اسے احساس جرم ستا رہا تھا۔ اس لے
اپنی دانست میں بھلائی کی تھی لیکن وہ دونوں بچوں کے ساتھ زیادتی بن گئی۔ اگر وہ
فرار نہ ہوئے ہوتے تو اب بیٹی فانے میں زیادہ بہتر رہجے۔ شاہ ہی نے اپنا رویہ تبدیل
کرنے کا فیصلہ کیا تھا گر اب بچ دہری مصیبت میں تھے۔ ایک طرف تو ان کا کوئی
ٹھکانا نہیں تھا ۔۔۔ کوئی سرپر ہاتھ رکھنے والا نہیں تھا۔ جانے کماں کماں پھر رہے ہوں
گے بے چارے ۔۔۔۔ کھائیں کے کماں سے ۔۔۔ سوئیں کے کماں؟ اور اب پولیس کی
مصیبت بھی گئے پڑگئ تھی۔ صرف اس لئے کہ اس نے انہیں بھامنے کا موقع دیا تھا۔
بے چارے ۔۔۔۔ اس دفت نجانے کماں سو رہے ہوں گے۔ اس نے سوچا۔ اس

نیند باجی کی آکھول سے کوسول دور تھی۔ چندو کو خود سے لپٹائے ہوئے دا

جدو بی کے بارے میں سوچ جا رہی تھیں۔ ذہن کے پردے پر قلم کی چل رہی

می۔

زکریا صاحب سے ان کی شادی کو چودہ برس ہو بچکے تھے۔ وہ بہت اچھے انسان

اور بہت اچھے شوہر تھے۔ چند ممینوں میں بی بابی کو اندازہ ہوا کہ ان کے درمیان کمل

ہم آپٹی ہے۔ لگنا تھا' اللہ نے انہیں بتایا بی ایک دوسرے کے لئے ہے۔ ان کے

درمیان کبھی تلخ کلامی بھی نہیں ہوئی تھی۔ جھگڑا تو بہت دورکی بات ہے۔

درمیان کبھی تلخ کلامی بھی نہیں ہوئی تھی۔ جھگڑا تو بہت دورکی بات ہے۔

ررمیان میں ماری کے بیار ہی ایک کے بیار ہی بار ہی ہیں نہیں کی سے بچوں سے بیار ہی ایک نے شادی سے بیار ہی ایک نیس کیا تھا گا۔ مامتا کا فزانہ ان کے سینے نہیں کیا تھا گر شادی کے بعد انہیں بچوں پر بیار آنے لگا۔ مامتا کا فزانہ ان کے سینے میں کمیں چھیا ہوا تھا۔ وہ بتدر تج سامنے آنا گیا۔

ذکریا صاحب سمجھ دار آدی تھے۔ انہوں نے اس مسئلے کو سمجھ لیا۔ ایک دن وہ خود باجی کو سمجھ لیا۔ ایک دن وہ خود باجی کو سمجھانے بیٹھ گئے "دو کھو شمسہ" تہیں شاید اندازہ نہیں کہ تم مجھے کتنی عزیز ہو۔ میں میہ بات کہنے والا نہیں لیکن تہیں یقین دلانے کے لئے کہنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔"

"میں یہ بات جانتی ہوں۔" باجی نے مکری سانس لے کر کہا۔

"اب یہ بھی من لو کہ جھے اولاد کی خواہش تو ہے مگر تم جانتی ہو' میں شاکر آدمی اول ہول ہوں کہ بھی اولاد کی خواہش اول ہول ہوگا تو ہماری خواہش ہول۔ جانتا ہول کہ یہ سب مقدر کی باتیں ہیں۔ اللہ کو منظور ہوگا تو ہماری خواہش پوری ہوگی درنہ نہیں ہوگی اور میں اس سلسلے میں نہ حمیس قصور وار سمجھول گا نہ خود کو۔ دیکھونا' دنیا میں کسی کو بھی سب پچھ تو نہیں ملتا۔ ہرخواہش تو کسی کی بھی پوری

نمیں ہوتی۔ ہمیں تو اس پر خدا کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ ہم ایک دو سرے کے اس کے محرکو برکت کا گہوارہ بنا دیا ۔۔ ساتھ خوش ہیں۔ میرے لیے ہم بہت بڑی لعمت ہو ۔۔۔ اور میں کفران لعمت کرنے والا آدی نہیں۔"

> باجی انہیں حرت سے دیکھتی رہیں "لیکن آرزو تو مجھے بھی ہے اور برت یادہ"

> "اس میں کوئی حرج نہیں لیکن میں جاہتا ہوں کہ تم اسے مسئلہ نہ بناؤ۔ خونہ رو نہ ہو۔"

یول باجی قدرے مطمئن ہو گئیں۔ ان کا ایک مسلم حل ہوا ... عدم تحفظ کا تو وہ دو سرے مسلم میں الجھ شکئیں۔ پیرول فقیروں کے 'ڈاکٹروں اور حکیموں کے چکر لگتے رہے لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا۔ شادی کو سات سال ہو گئے تو وہ مایوس ہو گئیں۔ انہوں نے سوچ لیا کہ اب وہ دعا کے سوا کچھ نہیں کریں گی۔

باجی کے گھرکے سامنے ایک مکان چھوڑ کر امال رہتی تھیں۔ وہ بہت نیک اور پابند شرع خاتون تھیں۔ نہ ان کی بھی نماز قضا ہوئی تھی اور نہ ہی بھی روزہ چھوٹا تھا۔ یکی نہیں' کسی حد تک وہ صاحب حال بھی تھیں۔ ان پر اکثر و بیشتر ایک الیی بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس کیفیت میں جو ان کے منہ سے لکل جا آ' اللہ کی ممیانی سے بورا جا آ۔

امال ماشاء الله کنے والی تھیں۔ بیٹا بیٹی و تا پوتی نواسہ نواس ۔ اللہ نے انہیں ہر رشتہ عطاکیا تھا۔ بھرا ہوا گھر تھا۔ بس ایک کی تھی جس کی اللہ نے خوب احجی طمرح طافی کی تھی۔ امال جوانی بیس ہی بیوہ ہوگئی تھیں اور جب وہ بیوہ ہوئی تو ان کے بیچ بہت چھوڑی ہوئی دبین اور خاتون تھیں۔ شوہر کی چھوڑی ہوئی زمین اور جا کھاو ان کے لئے مسئلہ بن گئی۔ سب پچھ ہوتے ہوئے بھی انہیں اور بچوں کو فاقے جا کھاو ان کے لئے مسئلہ بن گئی۔ سب پچھ ہوتے ہوئے بھی انہیں اور بچوں کو فاقے کرنے بڑے۔ جا کھاو کا تصفیہ کرانے والے انسان نہ کرسکے۔ کمزور کے ساتھ انسان کو اوقت بڑی کرنا ہوتا ہی مشکل ہے۔ بسرکیف جسے تیسے گزارہ ہوتا رہا۔ امال نے وہ کڑا وقت بڑی خود داری اور سربلندی سے گزارا۔ پھر انہیں ان کا حق تو نہیں وی کا ایک معمولی سا خود داری اور سربلندی سے گزارا۔ پھر انہیں ان کا حق تو نہیں کو سیٹ پاکستان حصہ ملا۔ پچھ عرصے کے بعد وہ اسے بھی سمی کو سونی کر اپنے بچوں کو سمیٹ پاکستان

آئیں۔ یہاں ان کے بچوں نے بری محنت سے اپنا مقام بنایا۔ اللہ نے ہرا عقبار سے ان کے گھر کو برکت کا گہوارہ بنا دیا روپے پینے کے معاطے میں بھی اور اولاد کے معاطے میں بھی۔ معالمے میں بھی۔

معاسے یاں اللہ ہوا ہوا تو باجی امال کی گردیدہ ہوگئیں۔ پھریہ گردیدگی پروس کا معاملہ تھا۔ مانا جانا ہوا تو باجی امال کی گردیدہ ہوگئیں۔ امال کی کوئی بات باجی مجمی اللہی برمی کہ امال باجی کے لئے پیرانی کا روپ دھار گئیں۔ امال کی کوئی بات باجی مجمی نہیں ٹالتی تھیں۔

باجی کی شادی کو گیارہ سال ہو بھے تھے اور وہ اب بھی بے اولاد تھیں۔ ایسے میں ایک دن امال نے اپنی مخصوص کیفیت میں انہیں مشورہ دیا "شمسه" تم ایسا کرد کہ کوئی جانور پال لو۔ دکھ بٹ جائے گا۔ اولاد اللہ کی مرضی نہ سی۔ اللہ کی کوئی مخلوق عاداله۔"

باجی نے سوال کیا بھی تو کیا ''اماں کون سا جانور پالول؟'' ''بو تنہیں بھلا گئے۔ جس برتم اپنی مامنا لٹا سکو۔''

"احِما امال-"

ودكرياد ركهنا۔ جانور بالنا بح بالنے سے مشكل كام ب- مال بن كر بى وكھانا

"ببت بهتر امال ـ

باجی نے آیے ہی کہ دیا تھا ... ارادے کے بغیر۔ مرف اس لیے کہ المال کی بات وہ ٹال نہیں عتی تھیں گر انہوں نے اس سلسلے میں پچھ کیا نہیں۔ پچھ دیر غور مرور کیا تھا گر ان کی سجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا پالیں۔ کسی جانور پر دل بی نہیں گئا تھا

شادی کے بعد باجی کے سینے میں مامتا کا جو چشمہ پھوٹا تھا' بارہ سال کے عرصے میں وہ بھرا ہوا سمندر بن چکا تھا۔ اس کی وجہ سے ان پر بھی بھی جیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ دکھ کی' محرومی کی ہو جاتی تھی۔ دکھ کی' محرومی کی وجہ سے انسیں انسا گلتا کہ ان کے سینے میں وجہ سے نہیں اور نہ ہی خوشی کی وجہ سے۔ بس انسیں انسا گلتا کہ ان کے سینے میں موجود ول بھل رہا ہے۔ وہ دیر تک روتیں۔ ہیکیاں بندھ جاتیں۔ اس کے بعد وہ کی

ون تک ہلکی پھلکی رہتیں۔

اس روز ان پر الی بی کیفیت طاری متی لیکن وہ اس سے بچتا چاہ ربی تھی۔
وہ المال کے گر جانے کے ارادے سے چلیں مگر اپنے دروازے سے نکلتے بی ٹوئل
مین ایک بریاں چرانے والا گزر رہا تھا۔ اس نے بھیڑکے ایک چھوٹے سے نیج کا
مود میں بھرا ہوا تھا۔ وہ میمنا باجی کو اتنا اچھا لگا کہ مویا آئھوں کے راستے دل میں از
میا۔

"اے بھیا؟" انہوں نے اسے بکارا۔

"جي باجي !"

"بیہ میمناکس کا ہے؟"

"ميرا ہے باجی !"

وربيحو محري

"جی باجی- مرکھ برا ہونے پر لے لیج گا۔"

ووکیوں؟"

"ابھی سے مرف تین دن کا ہے۔ ان کے بہت نخرے ہوتے ہیں باجی۔ ابھی یہ کہ کھا بھی نہیں سکتا نا۔"

"إس كى تم فكرنه كرو- يجنا مو تو مناؤ-"

"يه توم بي بيخ كے ليے۔"

باجی نے میمنے کو گود میں لے کر دیکھا۔ وہ در حقیقت بہت حسین تھا۔ اس کی آئیسیں بہت خوب صورت تھیں مگر اس کا سب سے برا حسن اس کے ہاتھ پیروں پر اسکھوں سے زرا اوپر سیاہ وائرے تھے۔ ایک سیاہ وائرہ پیشانی پر بھی تھا اور آئھوں کے محروں سیاہ طقے تھے۔

" کتنے کا وو مے؟" باجی نے بوچھا۔

"جو جي چاہے وے ديں۔"

"نبيس بھيا- منه مائل قيت دول كي- بيا تو ميرا بيا ہے نا-"

"اجھا بیں روپے دے دیں۔"

باجی نے جھٹ ہیں روپے لا اے دیے اور مینے کو گریں لے گئیں۔ انہوں فرات سے نے چھا "میرا بیٹا فرات کے اس سے بوچھا "میرا بیٹا

بے گا؟ اب نجانے وہ ان کا خیال تھا یا ہے کچ ننے سے مینے کی آگھوں کی چک ان اب نجانے وہ ان کا خیال تھا یا ہے کچ ننے سے مینے کی آگھوں کی چک ان کے لئے جواب بن گئے۔ کیفیت تو ان پر پہلے ہی طاری تھی۔ ان کی آگھیں برسیں اور ابی برسیں کہ ان کے آندووں نے چھوٹے سے مینے کو بچ کچ نما دیا۔ اس دوران وہ اسے دیوانہ وار بیار کئے جا رہی تھیں ۔۔۔ چوم رہی تھیں۔

وہ سے رہے ہے ہے کہ احساس ہوا کہ ان کا وجود ایک الیی خوثی سے سرشار ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہوگیا ہے ، جس سے وہ متعارف ہی نہیں تھیں۔ ان کا وجود بیٹے کی محبت اور اللہ کی شکر مزاری سے لبالب بھر کیا تھا۔ وہ تو اس وقت ہواؤں میں اڑ رہی تھیں۔ بادلوں پر تیم رہی تھیں۔

ری میں محبت کی وہ بارش رکی تو دہ مینے کو گود میں لیے اماں کے پاس چلی گئیں۔ اماں محبت کی وہ بارش رکی تو دہ مینے کو گود میں سے اماں کی طرف متوجہ ہوئیں اس وقت عصر کی نماز پڑھنے کے بعد دعا کر رہی تھیں۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئیں "کیے ہو شمسہ؟ بہت خوش نظر آرہی ہو۔"

باجی نے میمنے کو آچل میں چھپایا ہوا تھا۔ انہوں نے آچل ہٹا کر امال کو دکھاتے ہوئے کما "امال یہ میرا بٹا ہے۔"

الل نے بت غور سے مینے کو دیکھا "ماشاء اللہ بہت پارا ہے۔" انہوں نے کما "نام کیا رکھا ہے اس کا؟"

"الى يە تو مىرى اندھرى رات كا چاند ہے۔" باجى نے كما۔ اس كے ساتھ عى انہيں نام سوجھ كيا "اس كا نام چندو ہے الى۔"

"بارا نام ہے۔ اللہ تہيں مال بننے كى تونق اور سعادت عطا فرمائے۔ وہ برا

باجی چندو کے لیے فیڈر خرید کر لائیں اور دودھ کا بندوبست کیا۔ وہ بوئل سے اسے دودھ پلا رہی تھیں کہ بھائی جان دفتر سے آگئے "بید کیا بھی شمسہ؟"
"بید میرا ہمارا بیٹا ہے چندو۔"

بھائی جان نے انہیں الی نظروں سے دیکھا' جیسے ان کے خیال میں باجی کا وال چل گیا ہو "بیر کیا حماقت ہے"

"آگے کھ نہ کئے گا۔" بابی نے تیز لیج میں کما "میں آپ کو بتا چکی مول، مرا بیٹا چندو ہے۔"

معاملہ فهم بھائی جان سمجھ گئے کہ احتیاط سے کام نہ لیا تو تلخ کلامی اور لوالی جھڑے کا صاف ستھرا ریکارڈ خراب ہوسکتا ہے۔ "ٹھیک ہے بھی۔ ویسے ہے برتہ بارا۔"

بہ باجی یوں کھل اٹھیں جیسے کوئی مال اپنے بیٹے کی تعریف پر کھلتی ہے میکود میں منیں لیجئے گا؟"

"الول كا مربيل تو اسے ينچ چور كر دكھائيں۔ چلنا بھى ہے يا نہيں۔" بابى نے چندو كو ينچ چور اُ۔ چندو نے تو الى قلانچيں بحريں ايسے كرت دكھائے كہ بابى تو بابى ان كے شوہر كا دل بھى لوث يوٹ ہوگيا۔

یوں چندو بیٹے کی حیثیت ہے اس گھریس پرورش پانے لگا۔ ابتدائی کچھ عرصہ ہو بہت سخت تھا۔ بابی چندو کو ساتھ سلاتی تھیں اور یہ بھائی جان کو گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ وہ انگ سونے گئے۔ بابی خود بھی بہت صفائی پند تھیں لیکن ماں ان باتوں کو اہمیت وین لیکن ماں ان باتوں کو اہمیت وین گئے تو بج نہیں بال سمی وہ اس کا گوں موت بھی برداشت کرتی رہیں مرجب چندو بردا ہوگیا تو انہوں نے اس کی تربیت شروع کردی۔ دیکھو چندو ہر جگہ بیٹاب پاخانہ نہیں کرتے۔ لیٹرین میں جاتے ہیں۔ چندو ہر چیز میں منہ نہیں والے ...

جانور انسان کی گود میں آنگھیں کھولے اور اسے الی اور اتن محبت لیے تو وہ جانور نہیں رہتا۔ وہ اپنے مالک کی فطرت اور عادات اپنا تا ہے۔ اس کی ہر بات سجمتا ہے۔ بس ایک مجدوری ہے۔ وہ انسان سے اس کی زبان میں بات نہیں کرسکتا اور چدو عام جانوروں سے بھی بردھ کر تھا۔ وہ باتی کی ہر بات سمجھتا تھا۔

پھر بھی جانور تو جانور ہی ہے۔ تربیت کے دوران تو انسان کے بچے بھی پنج بیں۔ باجی کا دل تو بہت دکھتا تھا گر مارنا ضروری ہو جاتا تھا۔ پھر بھی اسے مار کر دہ

منوں اداس رہیں۔ خود سے بھی منہ چمپائے پھرتیں۔ خود پر بھی خصہ آتا اور ہربار وہ ردتی بھی تھیں۔ ایسے میں چندو ہی انہیں منا آ۔ وہ آگر ان کی ٹانگوں سے سررگر آتا اور باریک سے سے کی آواز نکال کر ان کے چرے کو تکا چیسے پوچھ رہا ہو ناراض ہیں؟ اور باجی اٹھا کراہے گود میں بھرلیتیں۔

ہرام ہیں؟ اور بابی می رائے ریس اور کی اور کی اس کی پردوس صفید آگئیں "اے ہے اس کی پردوس صفید آگئیں "اے ہے مدر ای بول ہو۔"

سه پاس ہوں ہو جرب برا ہو ہو ۔ برای بات ہو کہ ہوا بیٹا " بہ میرا بیٹا " بہ میرا بیٹا " بہ میرا بیٹا ہو کر کما" بہ میرا بیٹا ہو رہی اس کی بھلائی کے لئے اسے مار رہی ہوں۔ اجھے ماں باپ بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ محبت کو بھی آڑے نہیں آنے دیتے۔"
میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ محبت کو بھی آڑے نہیں آنے دیتے۔"

"تو آپ کو کیا۔" چندد کی وجہ سے بابی کی سوشل لا کف ختم ہوگئ۔ اسکول میں بھی وہ مشکل ہی سے وقت گزارتی تھیں۔ وہ اسکول میں ہو تیں تو چندد گھر میں کھلا پھر آگمر مجال ہے جو اس نے بھی لیٹرین کے سوا کہیں پیٹاب اور میگنیاں کی ہوں۔ بسرحال بابی نے اس کی فاطر ہر تعلق توڑ لیا اور ماں سے برے کر ماں بن گئیں۔ کوئی خود ہی طنے آجا آتو مل لیتم ،۔

یوں بڑا ہوتے ہوتے خوش اطوار چندو پورے محلے کی آکھ کا تارا بن گیا۔ وہ سب کا لاؤلا تھا۔

باجی نے محری سانس لی اور بے حد خوشی سے چندو کو دیکھا۔ اس کا ایک ہاتھ ان کے گلے میں تھا۔ یہ کتنا پہلے کی بات ہے؟ انہوں نے خود سے پوچھا۔ پھر محرائیں۔ اس بات کو دو سال کے لگ بھگ ہوگئے تھے۔

اچانک انہیں سردی کا احساس ہوا۔ صبح ہوتے محملہ بڑھ جاتی ہے۔ انہوں نے تکرول کے تکرول کے باس بڑا ہوا لحاف کھولتے ہوئے سوچا۔ پھر انہوں کے سوتے ہوئے چندو پر لحاف ڈال دیا۔ نیند اب بھی ان کی آتھوں سے خفا تھی۔

اخر جانے کتی دیر سویا ہوگا پھراچانک اس کی آگھ کمل گئے۔ اس نے آئیم کول کر آسان کی طرف دیکھا۔ پہلے تو اس کی سجھ میں پچھ آیا بی نہیں۔ پھراس پا آیا کہ وہ یتیم خانے میں نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کی سجھ میں آیا کہ اس کی آئ سردی کی دجہ سے کھلی ہے۔ اس نے غور کیا تو پتا چلا کہ اس کے دونوں گھنے اس کے بیٹ سے جڑے ہیں ' وہ سمنا ہوا لیٹا ہے اور سردی اس کے وجود کے اندر تکہ تحرتمراہٹ پیدا کر رہی ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹے گیا اور دونوں ہاتھ بظوں میں دہا لیے۔ پھراسے محسوس ہوا کا مشد تو اسے بیٹے سے چڑھ رہی ہے۔ تفتیش پر پتا چلا کہ وہ گھاس پر سورہا تھا۔ ار کے بیٹج وری بھی نمیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ امغر کو سردی گی ہوگی تو اس نے درہا تھینج کر اوڑھنے کی کوشش کی' جو کامیاب بھی رہی۔ اس کے بیٹج میں امغر نے ار کے بیٹج سے دری کھینج کی۔ اب اصغر مزے سے آدھی دری بچھائے' آوھی اوڑھ ، رہا تھا۔

ایک لیے کو اخر کے بی میں آئی کہ امغر سے وری چین کر خود کو اس بر لپیٹ لے لیکن اس نے ایبا نہیں کیا اس لیے کہ اچانک بی بھوک کا احساس ہوا أ اور اس کے ساتھ بی نیند غائب ہوگئی تھی۔ وہ بغلوں میں ہاتھ دیے ادھرسے ادم خملاً رہا۔

اس چل قدی کے نتیج میں اس کے جم میں گرمی آئی۔ سردی کا احساس ا دور ہوگیا گر معدے میں بھوک کے پنجوں کی چیمن اور بردھ گئے۔ وہ بے چین ہو۔

تھوڑی دیر گزری تو روفنیاں خود بجو گئیں پھر پرندوں کے جیجے شردا ہوگئے۔ پرندوں کے خوص خول کے اور رزق کی جبتی ہیں ادھر اوھر پرواز کرا گئے۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اخر بیتم خانے کی چار دیواری سے باہر بیٹھ کر مبح کا مشاہدا کر ہا تھا گر اس مشاہدے میں ارتکاز نہیں تھا۔ اس کی وجہ بھوک تھی۔ وہ رہ رہ کر آیا ہی بات سوچ رہا تھا۔ اگر وہ پرندہ ہو آ تو کتنا اچھا ہو آ۔ مزے سے اڑ تا پھر تا اور جہالی کسیں دانہ دنکا نظر آ تا گئے کے لئے از جا تا اور وہ گوشت کی ضد سے بھی مخفرا

رہا۔
اور کچھ دیر گزری۔ سورج طلوع ہوگیا۔ سورج کی تنفی منی کرنوں نے جسم کو ہوا تو سورج کی تنفی منی کرنوں نے جسم کو ہوا تو سردی کا احساس دور ہوگیا۔ اصغر بھی جاگ گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور ہور اور میں بھی چیرت جھلکی پھر اس نے کما دومیح ادھرادھردیکھا۔ ایک لیے کو اس کی نگاہوں میں بھی چیرت جھلکی پھر اس نے کما دومیح

اوئی۔ دونوں دہیں گھاس پر بیٹے اوھر اوھر دیکھتے رہے۔ چڑیوں کے چیکئے اور ہواکی سروشیاں بنا رہی تھیں کہ کائنات جاگ اٹھی ہے لیکن انسان نہیں جاگے تھے۔ سرکیں سنسان تھیں۔ ہر طرف خاموشی تھی ... سوائے پرندوں کی آوازوں کے۔ بھی کوئی گاڑی گزرتی تو سناٹا ایک لیے کو ٹوٹنا اور پھر خاموشی چھا جاتی۔

مینیم خانے میں تمام بچوں کو صبح سورے جگایا جاتا تھا۔ وہ دونوں سے سجھتے تھے کہ رہا بھر میں صبح اس وقت ہوتی ہے ، جب وہ جاگتے ہیں اس لیے انہیں جرت ہو رہی

"یار اخر سب لوگ ابھی تک سو رہے ہیں۔" اصغر نے کما۔
"ہاں۔ لگنا تو بی ہے۔"

دونوں نے فوارے کے پانی سے منہ وطویا پھروہ بیٹھ گئے۔ سڑکوں پر اب بھی زندگی کے آثار نہیں تھے۔ انہیں گھراہث ہونے گی "مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔" امغرنے اچانک کہا۔

اخر نے اسے عجیب می نظروں سے ویکھا۔ وہ اپنی بھوک کے متعلق اسے کیا متاآ۔ گزشتہ روز ووپسر کے قریب جو اس نے چائے پاپ کا ناشخا کیا تھا' اس کے بعد سے اب تک اس نے پچے بھی نہیں کھایا تھا اور جسے جسے وقت گزر رہا تھا' اس کی مداور پختہ ہوتی جا رہی تھی کہ اب وہ بس گوشت ہی کھائے گا۔

"یہ مجھے بھوک اتنی کیوں لگتی ہے؟" اصغر نے سوال اٹھایا۔ "مجھے بھی لگتی ہے۔" اخر نے کما پھر پچھے ویر سوچنا رہا "شاید ہمیں اس لیے نوالہ بھوک لگتی ہے کہ ہماری بھوک مٹ نہیں پاتی اور شاید اس لیے کہ ہم بیتم ہماں

"مِن تو کھاؤں گا۔ گوشت ہی کھاؤں گا۔"
"تو چائے کیوں ٹی رہا ہے۔" اصغرنے جل کر کما۔
"پینے کی بات اور ہے۔ گوشت پینے کی چیز تو نہیں ہے۔"
"میری مان تو بسکٹ اور باقر خانی کھا لے۔ ضد کھانے کے وقت کرلیتا۔"
"مجھے نہیں کھانا۔"

"تیری مرضی!" چائے والا ان کی مخفتگو دلچیں سے سن رہا تھا۔ اسے میہ بات مجیب کلی "تم لوگ کرتے کیا ہو؟" اس نے کہا۔

" کھی جھی نہیں۔ ہم یتیم ہیں۔" اصغرنے جواب دیا۔

"كمال رجتے ہو؟"

"کل تک یتم خانے میں رہے تھے۔ رات ہم وہاں سوئے تھے۔" امغر نے چوگی کی طرف اشارہ کیا۔

چائے والے کو آپ بچوں کا خیال آگیا۔ وہ بھی ایسے بی گوشت کی مند کرتے سے۔ ابھی ہے بھی کرتے سے۔ ابھی ہے بھی کررہے تھے۔ اس نے جیسے آپ بچوں کو سمجھایا تھا' ویسے بی اختر کو بھی سمجھانے لگا "آج تو جو مل جائے' کھالو۔" اس نے کہا "کل بقر عید ہے۔ پھر تین دن کک گوشت بی گوشت طے گا۔"

"میں تو اب بس گوشت ہی کھاؤں گا۔ بقر عید پر تو مل بی جائے گا۔ مجھے تو آج

چائے والا کمنا چاہتا تھا کہ بہت سے لوگوں کو بقر عید کے دن بھی گوشت نصیب نمیں ہو آ لیکن اس نے کما نہیں۔ انہوں نے خالی پیالیاں اس کی طرف بدھائیں تو اس نے ان میں مزید چائے انڈیل دی "میرے پاس اور پلیے نہیں ہیں۔" اصغر نے مجرا کر کما۔

"جھے معلوم ہے۔" چائے والا بولا "يہ ميرى طرف سے ہے۔"

ہائی کو صبح ہوتے نیند آئی تھی مکر چندو تو اپنے معمول کے مطابق اشخے کا عادی

دونوں اداس ہو گئے۔ امغر سوچ رہا تھا کہ بیٹیم خانے میں یہ فائدہ تو تھا کہ او وقت چائے ادر اس کے ساتھ کچھ نہ پچھ مل جانا تھا۔ پچھ نہ ہوتا تو رات کی پی اور روٹی عی مل جاتی لیکن یمال تو وہ بے یار و مددگار تھا۔

اس وقت اخیں سڑک پر ایک چائے والا جاتا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ ہم بری سی سیتلی اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھیکا تھا، جر بریالیاں لئک رہی تھیں۔

دونوں تیزی ہے اس کی طرف لیکے۔ انہوں نے سڑک پار کرتے کرتے ار آواز دی۔ وہ رک گیا۔ اس نے ویوار کے قریب اپنی کیتلی اور دوسری چیزیں رکم اور ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

وہ دونوں مپنچ تو چائے والے نے دو پیالیوں میں گرما گرم بھاپ اڑاتی ہوا چائے انڈیلی اور پیالیاں ان کی طرف بدھائیں۔ دونوں نے پیالیاں لے لیں۔ "کچھ کھاؤ گے؟" جائے والے نے بوچھا۔

"کیا ہے؟"

"باقر خانی ہے ' بسکٹ ہیں ' پاپڑی ہے۔ " چائے والے نے پلاسک کے تھلے کا طرف اشارہ کیا۔

"چائے کتنے کی ہے؟" اصغرنے تفتیش شروع کی- اسے یاد آیا کہ رات پولیں والے نے اسے دس روپ دیے تھے۔

"وو روفي كى ہے۔"

"تو کھا۔ میں صرف چائے پیوں گا۔" "نافتے میں تو ضد نہ کر' ناشتے میں کوئی گوشت نہیں کھا آ۔"

امغرنے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

zeem Paßsitanipoint

اس روز امال پر کیفیت طاری تھی!

جب بھی ایما ہو آ' پاس پروس کی عور تیں ان کے گھر آجاتیں اور اپنے اپنے مائل لے کر آجاتیں اور اپنے اپنے مائل لے کر بیٹے جاتے۔ ایسے مائل لے جاتے۔ ایسے من الل کی ہربات ورست ثابت ہوتی تھی۔

اس روز امال نے کیفیت طاری ہوتے ہی سب سے پہلے تھم دیا "شمسہ کو بلا کر

باجی آئیں۔ انہوں نے بوے ادب سے امال کو سلام کیا۔ امال نے جواب دینے کے بعد کما "شمر کے سوا سب لوگ چلے جائیں۔"

اس پر دہاں موجود عورتوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ گھرکے تمام لوگ تو کمرے سے چینی پیدا ہوئی۔ گھرکے تمام لوگ تو کمرے سے چلے گئے۔ پردس کی عورتوں میں سے کوئی نہیں اٹھی۔

"يں نے كما ہے كہ شمسه كے سوا سب لوگ چلے جائيں-" امال نے اپني بات

اس کے بعد کی کی رکنے کی مجال نہیں تھی۔ اس کیفیت میں اماں کی آواز اور
ان کا لجہ ایبا بارعب ہو جاتا تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالی نہیں جاستی تھی۔ ایک اور
فام بات یہ تھی کہ ان کی آکھوں میں ایسی چیک آجاتی تھی کہ نظر اٹھا کر دیکھنے کی
مت نہیں ہوتی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ خود بھی نظر نہیں اٹھاتی تھیں۔
"یماں ... میرے پاس بیٹے جاؤ شمہ۔" اماں نے تخت تھیت پاتے ہوئے کما۔
باجی اماں کے پاس ... بہت قریب بیٹے گئیں۔ وہ کچھ تھبرا رہی تھیں۔ ایبا تخلیہ
الل نے پہلے کبھی طلب نہیں کیا تھا "جی اماں؟"

خماب کھے دریر تو وہ یوں بی پڑا رہا۔ بابی اور بھائی جان دونوں سو رہے تھے۔ ایا)
کبھار بی ہو آ تھا لیکن اس پر وہ وقت بہت سخت ہو آ تھا اور وہ اسے بھی زیارہ
نمیں رہنے دیتا تھا۔ بھائی جان کو تو وہ نمیں جگا آ تھا۔ البتہ بابی کو جگا دیتا تھا۔
وہ اٹھا اور بابی کو پیار کرنے لگا۔ بابی کمسائیں اور اٹھ بیٹسیں۔ بھی ال
نیند گمری ہوتی تو چندو پیار کرتے کرتے زبان سے انہیں چاشنے لگا تھا۔

باجی نے اٹھ کر چندو کو دیکھا "تو اٹھ میا رے چندو۔"

چندو نے مخصوص انداز میں دھیمی سی آواز نکالی۔ بابی سمجھ گئیں۔ وہ ہا مانگ رہا تھا۔ بابی سمجھ گئیں۔ وہ ہا مانگ رہا تھا۔ بابی نے افر اخرار کی است کی تیاریوں میں معروف ہو گئیں۔ کھلائے پھر خود باتھ روم میں گئیں اور ناشتے کی تیاریوں میں معروف ہو گئیں۔ دن کے معمولات کا آغاز ہوگیا تھا لیکن بابی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کوئی ہا دن نہیں ہے۔

انبول نے چندو کو نملایا' ناشتا کرایا۔ خود ناشتا کرنے کے بعد وہ شوہر کے جا۔ کا انتظار کرتی رہیں۔ وہ اٹھے تو انبول نے انہیں ناشتا دیا پھر وہ چائے پی ہی رہی تم کہ پردس کی ایک پی آگئ۔ "بابی آپ کو اماں بلا رہی ہیں۔" "آتی ہوں۔" بابی نے کما۔ چائے کی پیالی دھو کر انہوں نے شوہر کو پکارا "یا ہیں۔ اماں نے بلایا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ آپ چندو کا خیال رکھیے گا۔"

ہے۔ وہ تو مشکل ہی ہوتی ہے۔ آسان ہو تو قربانی تو نہ ہوئی۔" باجی بدستور رو رہی تھیں۔ ان کی ہمچکیاں بندھنے لگیں۔ "امال چندو میرے مرکا مکرا ہے میری جان ہے۔"

"تو الله ك حضور كوئى كرى برى چيز پيش كى جاتى ہے۔" امال كا لهد سخت ہوگيا ابس چيز ہے حضور كوئى كرى برى چيز پيش كى جاتى ہے۔" امال كا لهد سخت ہوگيا ابس چيز ہے محبت نہ ہو' جہ قربان كركے ول وكھ سے بو جھل نہ ہو' وہ چيز تو قربانى كے لائق ہى مبل كرنے ہے نہ جليں' جے كھونے كا آپ كو طال نہ ہو' وہ چيز تو قربانى كے لائق ہى نہيں ہوتى۔ اللہ كو كمى سے كھ نہيں چاہيے۔ يہ تو بندے ہى كى بمترى كے لئے نہيں ہوتى۔ اللہ كو كمى سے كھ نہيں چاہيے۔ يہ تو بندے ہى كى بمترى كے لئے

"آپ ٹھیک کمہ رہی ہیں امال لیکن میرا کھر میرا دل اجر جائے گا۔"

"جنت میں گر اس کے آباد ہوتے ہیں جو یبال اللہ کی راہ میں گر اجا ڑویں اور دل وہی آباد ہوتے ہیں جو یبال اللہ کی مجت ہو اور جس دل میں ماسوا کی مجت ہو ، وہ تو ہو آبی اجرفے کے لئے ہے۔"

بای پر لرزہ چڑھ گیا۔ امال نے وہ حقیقت بیان کر دی تھی۔ جو ہر ایک کو یاد مونی چاہیے کو یاد مونی چاہیے کہ ایک کو یاد

"قربانی کیا ہے شمسہ یہ تو بندگی کا عمد ہے۔ قربانی کریں تو یہ یاد رہے کہ ہمارا اسب کچھ اللہ کا دیا ہوا اور اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہمارا اپنا کچھ بھی نہیں۔ اپنے اعمال اور آخرت کے سوا۔ نعوذ باللہ ' اللہ کو ہماری کسی چیز کی ضرورت نہیں مگروہ ہم سے مبت کرتا ہے۔ ہماری بمتری چاہتا ہے۔ جانتا ہے کہ ہم عمد بندگی بھول جاتے ہیں ' مبولت رہتے ہیں۔ اس نے ہمیں سال میں ایک یارید یاد دلانے کا اہتمام کیا ہے۔ اگر ہماری بی قربانی کر دیں تو شاید عمد بندگی بھی نہ بھولیں۔ " ایک بار ایسی بچی قربانی کر دیں تو شاید عمد بندگی بھی نہ بھولیں۔ "

باجی روئے جا رہی تھیں "وہ میری جان ہے اماں۔" "جان دی' دی ہوئی اس کی تھی۔" اماں نے آسان کی طرف انگلی اٹھاتے

بن دی دی دو اور این کا کات امال کے اعماق کی اور کا میں اور اندہ ہوا۔"

ایک بل میں جیے باجی کی کایا لیٹ ہوگئ۔ ان کے اندر ایک امری انٹی اور ایک امری انٹی اور ایک ایر کی انہوں کے باتھ کی پشت سے اپنے آنسو پو تھے

"شمسه میں جو کموں گی' مانو گی؟"
"آپ کی کوئی بات بھی ٹالی ہے اماں؟"
"لین جو میں آج کہنے والی ہوں' پہلے بھی کما بھی نہیں۔"
"آپ کمہ کر تو ویکھیں اماں۔"

"دیکھیں گے۔" امال نے کما مجرجیے موضوع بدل دیا "شمسہ م قربانی کیر نمیں کرتیں؟"

"ېم صاحب نصاب نهيں ہيں امال-"

"اس سے کیا ہو تا ہے۔ جانور تمہارے پاس موجود ہے۔ پھر قربانی نہ کرنے ا کوئی جواز نہیں۔"

ایک لیح کو بابی کی رنگت متغیر ہوئی گر انہوں نے فرا " ہی خود پر قابو پالیا.
انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ اماں ' آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ انہوں نے یہ نمیر
کما کہ میرے پاس جانور کماں ہے۔ جو اماں کمہ رہی تھیں ' وہ اسے سمجھ رہی تھیں۔
وہ پولیں "امال ' میں چندو کو جانور کب سمجھتی ہوں۔ وہ تو میرا بیٹا ہے۔ "

"میں جانتی ہوں مگروہ ہے تو جانور ہی نا۔"

باجی خاموش رہیں۔ کوئی اور یہ بات کمتا تو وہ لڑپڑتیں۔

"يہ آدر اچھى بات ہے كہ تم نے اسے بيٹے كى طرح بالا ہے ' بيٹے كى طرن علام اللہ ہے ' بيٹے كى طرن اللہ ہے ' بيٹے كى طرن عابق ہو الرب اللہ ہے ' بیٹے كى طرن عابق ہو الرب اللہ ہے ۔ "

"جی امال-" باجی نے بشکل کما۔ ان کا جی جاہ رہا تھا کہ اٹھ کر بھاگ جائیں لیکن اب سے ممکن نہیں تھا۔

"تم ميري بات سمجھ ربي ہو نا شمسہ؟"

"جی اماں۔"

"تو کیا خیال ہے؟" امال نے کما "چندو کی قربانی کرو گی؟" باجی نے چند کمحے سوچا بھر اچانک ہی رونے لگیں "امال مشکل ہٹ مشکل بات ہے۔"

الل نے ان کے سربر ہاتھ رکھا اور نرم کہتے میں کما "قربانی آسان کب ہولی

باجی پر بھر لرزہ چڑھ گیا ''امال میرے لیے حوصلے کی دعا بھی تو کریں۔'' ''جاؤ شمسہ' اللہ بڑا کارماز ہے۔'' باجی امال کے کمرے سے نکلیں تو بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھیں۔

اس صبح ریاض صاحب بہت ویر سے سو کر اٹھے۔ بہت ونوں کے بعد الیکی رسکون نیند آئی تھی۔ اٹھ کر انہوں نے ناشتا کیا اور کمال بیہ ہواکہ انہیں پھرسے نیند آنے کلی۔ وہ نہ سوتے لیکن سلمی بیکم نے اصرار کرکے انہیں مزید سونے پر مجبور کر

۔ دوسری بار سلی بیم نے ہی انہیں جگایا "اٹھ کر منہ ہاتھ دھو لیجئے۔ میں کھانا لگا بی ہوں۔"

ایک عرصے کے بعد وہ دوپر کے وقت بچوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے تھے۔ چھوٹا فیاض اترا گیا اور دوبارہ سے گوشت کی ضد کرنے لگا۔

"ویکھو علی نے کتنے مزے کا لوبیا لکایا ہے۔" سلمی بیکم نے اسے سمجایا "میر کوشت سے زیادہ مزے دار ہے۔"

"ليكن كوشت تو مهيں ہے۔" فياض نے وليل دى-"ابو اتنے دن ہومكئ مهم نے كوشت مهيں كھايا۔" اشعر نے شكايت كى-

'بوائے ون ہوتے ' اے وقت ین عیا۔ "بیٹے' کل جی بھر کے کھا لیتا۔"

"ابو آج بہت جی چاہ رہا ہے گوشت کو۔" اس بار میمونہ بولی۔ ملمی بیکم تڑپ سیکس۔ بیٹی نے اب سک الی کوئی بات نہیں کی تھی "ایک ون مبر کرلو مونا۔" انہوں نے محبت سے کما۔

"محک ہے ای۔"

سیب ہے ہی۔ بٹی کی بیہ تنلیم کی ادا سلی بیکم کو اور زخمی کر مئی۔ ان سے ٹھیک طرح سے کھانا بھی نہیں کھایا میا۔ عالاں کہ لوبیا بہت اچھا لکا تھا۔ بچوں نے موشت کی ضد کے باوجود ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بچھلے عرصے میں باوجود ڈٹ کر کھانا کھایا۔ ریاض احمد نے بھی طبیعت سے کھانا کھایا۔ بچھلے عرصے میں اور بے حد مضبوط لیج میں کہا۔ "امال ... ٹھیک کہتی ہیں آپ۔ حق تو اوا ہوی ا سکا۔ اللہ کی خاطر چندو بھی قربان اور میں بھی۔ اس لیے کہ سب اس کا رہا۔ ہے۔"

"شاباش شمسه الله تهمارا گر آباد رکھے گا۔" المال نے ان کے مربر ہاتھ را موسے کما۔

"میں کل چندو کو قربان کر دوں گی امال۔" "قربانی کے آواب بھی معلوم ہیں شمسہ؟" "آپ بتائیے امال۔"

"الى بم چندو كا كوشت كيے كھاكتے ہيں۔" بابى پر پھر رفت طارى ہو۔ كى سے خيال بى ان كا چيتا چندو ذرى كيا جائے گا اللہ كى سے خيال بى ان كے لئے سوہان روح تھا كہ ان كا چيتا چندو ذرى كيا جائے گا اللہ كے حصے بخرے ہوں گے۔ كا يہ كہ وہ اسے كھائيں بھى ...

"دیکھو شمسہ وکھ تو فطری ہے۔" المال نے انہیں سمجھایا۔ "اس کے بدلے الا سکون قلب عطا فرا تا ہے۔ لیکن یہ برا نازک معالمہ ہے۔ دکھ کے ساتھ کم قرنی ہوا بات گتافی تک پہنچ جاتی ہے۔ ہمیں تو یہ تتلیم کرنا ہے کہ اللہ کی رضا ہر چز پر ملا ہے۔ زیادہ نہ سمی تو شوڑا بہت گوشت تو تمہیں کھانا ہوگا۔"

"اتنا حوصله كمال سے لاؤل كى امال؟"

"شمس" اگر تم مجھی میرے ہاں معمائی لے کر آؤ تو میں تواضع کرتے ہوئے معمائی تھی۔ اگر اکراہ کو گی تو میں گا معمائی تمہارے سائے رکھوں گی نا۔ تہمیں وہ کھائی ہوگی۔ اگر اکراہ کو گی تو میں گا سوچوں گی ناکہ یا تو شمسہ شرا حضوری میں سے معمائی لائی ہیں یا پھر وہ معمائی لائی ہیں اگر وہ معمائی لائی ہیں اور دونوں باتیں اچھی نہیں۔ جب کہ قربانی تو ہم اللہ سے منہ بیش کر رہے ہیں۔ اب وہ تھم دے کہ تم بھی کھاؤ تو انکار کا اکراہ کا مطلب مجمد ہو؟"

انہوں نے دوپہر کا کھانا ایک دن بھی نہیں کھایا تھا۔

کھانے کے بعد بچ ریاض احمد کو تھیر کر بیٹھ گئے۔ اس روز ریاض احمد می مطمئن اور خوش سے۔ انہیں خوش مطمئن اور خوش سے۔ انہیں خوش محمد کے اسکول کی کاپیاں دیکھتے رہے۔ انہیں خوش ہوئی کہ بچوں کی پڑھائی بالکل متاثر نہیں ہوئی ہے ورنہ وہ تو سمجھ سے کہ اس عرمر مجان میں سب بچھ تباہ ہوگیا تھا۔

"ابو ' میں اسکول کب جاؤں گا؟" فیاض نے پوچھا۔ "انشاء الله اس بار تهمیں بھی اسکول میں داخل کرا دیں گے۔" فیاض خوش ہوگیا "ابو ' اس بار آپ بکرا نہیں لائے۔" اس نے کما۔ "عید کے تیسرے دن لائیں گے بیٹے اور قربانی کریں گے۔"

یہ سے یہ رہے رہ رہ میں ہے جب اور حربان حریب ہے۔ میہ سن کر تو نینوں بچ خوش ہو گئے "بچ ابو" پھر ہم خوب موشت کھائیں ہے۔" مدالا

ریاض احمد سلمی بیگم کے پاس جا بیٹے "کیا بات ہے؟ آپ کو کیا ہوا؟" انہوں فے بیوی سے پوچھا۔

" اس کا مبر کما "لیکن آج اس کا مبر جواب دے آہ مرکز کما "لیکن آج اس کا مبر جواب دے کیا ہے۔"

"إن اس بات سے مجھے بھی تکلیف ہوئی متی۔"

"ایک بات کموں۔ میرے پاس بچاس روپے ہیں۔ آپ جاکر گوشت لے آئیں تو ہم رات کے کھانے پر بچوں کو سررائز دیں گے۔"

ریاض احمد نے گری میں وقت دیکھا۔ ساڑھے چار بجے تھے۔ "اب اس وقت گوشت ملنا مشکل ہے۔ خیر آپ بیے دیں میں دیکھا ہوں۔" گوشت ملنا مشکل ہے۔ خیر آپ بیے دیں میں دیکھا ہوں۔" سلمی بیگم نے بیے لاکر انہیں دیے۔ وہ گھرسے لکل آئے۔

دونوں اڑکوں کو پھرتے بھرتے دوپہر ہوگئ۔ امغرایک بار پھر بھوک سے بلبلا رہا نا۔ اخر کا تو حال ہی اہتر تھا لیکن اب وہ بھوک کے متعلق بات بھی نہیں کرنا چاہتا

نا۔ وہ چلتے چلتے دوبارہ لالو کھیت پہنچ گئے تھے۔ "دیکھو اخر بھائی" اب جو بھی ملے" کھا لینا۔ گوشت کل مل جائے گا۔" اصغر نے اخر کو سمجھایا۔

دو میری فکرنہ کر مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ " اختر نے بھنا کر کما۔ بازاروں میں اس روز بھی بت رش تھا۔ ظاہر ہے۔ اگلے روز عید جو تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چلتے رہے۔ سامنے انہیں ایک ہوئل نظر آیا۔

رونوں ایک دوسرے 6 ہاتھ تھانے چنے رہے۔ ساتھ ا انہوں نے سڑک پار کی اور ہوٹل کی طرف چل دیے۔

ہوٹل میں بھی رش تھا۔ وقت بھی کھانے کا تھا۔ تمام میزیں بھری ہوئی تھیں۔
دونوں للچائی ہوئی نظروں سے کھانے والوں کو دیکھتے رہے۔ کوئی ان کی طرف متوجہ
نیں تھا۔ دونوں کا بھوک سے برا حال تھا لیکن انہیں کسی سے سوال کرنے کی ہمت

وہ دیر تک کھڑے رہے۔ ہوٹل سے دو جوان آدمی کھانا کھا کر نگلے۔ ان میں سے ایک کی نظر ان پر پڑگئی۔ بھوکے کے سامنے کھانا ہو' گر پہنچ سے دور تو اس کا حال کی سے چھپا نہیں رہتا۔ اس جوان آدمی نے بھی سمجھ لیا کہ وہ بھوکے ہیں "کھانا کھاؤ

ے؟"اس نے ان سے بوچھا۔ اسٹرنے اثبات میں سربلا دیا۔ اختر کو میہ ہمت بھی نہیں ہوئی۔

جوان آدی ہوئل کی طرف جانے کے لئے پلٹ بی رہا تھا کہ اختر نے کما "میں تو گوشت کھاؤں گا۔"

جوان آدمی بے حد غصہ ور تھا۔ اس نے کما "کیا کما بھی تو نے؟"

ہوک لگ رہی ہے تو اخر کا کیا حال ہوگا' جس نے رات کا کھانا ہمی نہیں کھایا اور میج ہوک لگ رہی ہے تو اخر کا کیا حال ہوگا' جس نے رات کا کھانے ہوئے ایک دن اور ایک کا اثنا ہمی نہیں کیا۔ کو تھری میں چاتے اور پاپے کھائے ہوئے ایک دن اور ایک رات ہو چکی تھی۔

وہ اخرے محبت کرنا تھا۔ ترب کر رہ کیا۔
دونوں دہیں ہوئل کے سامنے بیٹھے تھے۔ تھیٹر والے واقعے کے بعد وہاں لوگ بع ہوگئے تھے۔ وہ ایک تماشائی ان سب بع ہو گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا۔ ایک تماشائی ان سب کو تفسیل بنا رہا تھا۔ سب کچھ جانے کے بعد بھی ان میں سے کسی کے پاس ہدروی کے دو بول نہیں تھے۔ کوئی طفز کر رہا تھا۔ کوئی طامت ' ہاں میاں' یہ آج کل کے دو بول نہیں ہے کہ دینے والے کو بھی ذلیل کرویں۔ پیٹ بھرے ہیں میاں۔ زمانہ بی ایا ہے۔ بھلائی کو تو برائی ملتی ہے۔ اچھاکیا جو مارا بھائی۔

یہ تبرے روح کو اور تڑپا رہے تھے۔ اخر کو لگ رہا تھا کہ اس کے سینے میں کی ٹھوس چرے ہو زم ہوئے ہوئے کی ٹھوٹ کے مرطے میں داخل ہو رہی ہے۔ اس کا سینہ آندوں سے بحر گیا ہے اور آندوں کو روکنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ وہ ترب ترب کر اور گھٹ گھٹ کر' سر جھکائے رو تا رہا۔

تبرے جاری رہے۔ پھر ایک خوف ناک جملہ سامنے آیا "میہ چموٹا اچھا ہے لکن اس کے ساتھ رہنے کی سزا بھگت رہا ہے۔ بچ تو کما ہے۔ اس کے ساتھ رہے گا تر بحوکا بی مرے گا۔"

امنر کے سراٹھا کر کنے والے کو دیکھنا چاہا گروہاں استے لوگ تھے۔ کون جائے اس کے اندر کس نے یہ بات کی تھی۔ امغر ڈرپوک اور صلح جو تھا گر اس وقت اس کے اندر وحشت امنڈ نے گئی۔ کاش وہ ان سب کا پچھ بگاڑ سکتا۔ اس ایک جملے نے اس اس کی نظروں میں تو وہ پہلے ہی گرچکا تھا اور اخر وہ تھا جو گئی نظروں میں تو وہ پہلے ہی گرچکا تھا اور اخر وہ تھا جو گئی خانے میں اسے ہر مصبت سے بچا تا تھا۔ کوئی شریر لڑکا اس کے در پے ہو تا تو بھشہ اخری خی شریر لڑکا اس کے در پے ہو تا تو بھشہ اخری خی شریر لڑکا اس کے در بے ہو تا تو بھشہ اخری خی شرید کی خانہ کہا تھا۔

امغر کی آکسی بھی جلنے لگیں۔ وہ تیزی سے اٹھا۔ اس نے اختر کا ہاتھ تھاما اور بولا "چل یہاں ہے۔"

اخر اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ پہلا موقع تھا کہ اخر کمزور تھا اور امغر طاقت ور

اخترنے اپنی بات دہرا دی۔ "اب میں تھے کھانا کھلا رہا ہوں۔ جو میں کھلاؤں گا' کھانا رہے گا۔" "میں تو گوشت ہی کھاؤں گا۔" "بھکاری ہو کر استے نخرے"

"جم بھاری نہیں ہیں" اخر کو لفظ بھاری گالی کی طرح لگا۔
"بھاری نہیں تو اور کیا ہے ہے۔ " جوان آدمی کا غصہ برھتا ہی جا رہا تھا۔ اس
کے ساتھی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی گر اس نے اس کا ہاتھ جمنک ریا۔
"جم نے آپ سے پچھ مانگا تو نہیں۔ آپ نے خود ہی پوچھا تھا کھانے کو۔"
"فلطی ہوئی جھ سے۔ اب جث جا سامنے سے۔ نہیں تو ایک دوں گا"
"نیہ زبین تو اللہ کی ہے"

جوان آدی نے پوری قوت سے اختر کے رخسار پر تھٹر رسید کیا۔ اس کا ساتی اسے کمینچا ہوا لے گیا ورنہ شاید دہ اختر کو اور مار تا۔

"تكليف سے زيادہ ذات كا احماس تھاكہ اخر كى آكھوں سے آنو بنے كے "
"ہم نے كى سے كچھ مانگا تو نبيں تھا۔" وہ سك سك كركمه رہا تھا "ہم بحيك مانگا تو نبيں ہں۔"

"تو اور تیری ضد جھے بھی بھوکا مار دے گ۔" اصغرنے غصے سے کما۔ وہ بھوک سے پاکل ہو رہا تھا۔

شاہ بی کے ہاتھوں بری طرح بث کر اف نہ کرنے والا ہابرایک اجنی کے تھیڑ پر بلک کر رو رہا تھا۔ ایسے میں اپنے ساتھی اور دوست کا یہ جملہ اسے ہنر کی طرح لگا۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اس نے سر اٹھا کر ڈبڈہائی ہوئی آنکھوں سے امغر کو دیکھا۔ اس کی نظروں میں شکایت کا مامت اور جانے کیا کیا تھا۔ دکھ اس بات کا بھی تھا کہ امغر نے پہلے بھی اس کی زیادتی پر چوں بھی نہیں کی تھی۔ اس نے امغر کو دیکھا ضرور لیکن کما کچے بھی نہیں۔

امنر کو فورا" ہی اپنی زیادتی کا احساس ہوگیا۔ پھی تو اسے اخر کی نگاہوں نے ۔۔
اور اس کی غاموثی نے مارا۔ پھر اسے یہ احساس ہوا کہ اس نے رات پید بھر کر کھانا
مجمی کھایا تھا اور مبح کو ناشتا بھی کیا تھا۔ اس کے باوجود اسے ایسی پاگل کردینے وال

"اب ہم کی سے کچھ نہیں کمیں مے کچھ نہیں مائلیں مے۔ بس اللہ سے مائل مے۔ وہ سب کچھ دے سکتا ہے۔ مولوی صاحب میں بتاتے سے نا۔" امغر نے کمار مائلے الحر خاموثی سے اس کے ساتھ چاتا رہا۔

آگے بھیر بہت تھی۔ وہ ایک دومرے کا ہاتھ تھائے چلتے رہے گر ایک ہم خریداروں کے ریلے میں ان کے ہاتھ چھوٹ گئے۔ قدم روکنا اپنے اختیار میں نہی تھا۔ استے ہجوم میں آوی خود کمال چاتا ہے۔ دو سرے اسے چلاتے ہیں۔ پھر دونوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کی ریت تھی۔ پچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ ایک دو سرے کو پار رہے تھے۔ انہیں بتا بھی نہیں تھا کہ وہ مختلف سمتوں میں بڑھ رہے ہیں۔ ہر بردھتا ہوا قدم انہیں ایک دد سرے سے دور کر رہا ہے۔

اختر کو سنیطنے کا موقع ملا تو وہ لیافت آباد کی سپر مارکیٹ کے سامنے تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اصغر کمیں نہیں تھا۔ وہ تڑپ کر اسے پکار آ رہا۔ بھوک اور پھر ذہن انہت اور رونے کے نتیج میں وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ وہ جاکر مارکیٹ کی سیڑھیوں کے پاس بیٹھ گیا۔

اس کا دماغ سائیس سائیس کردہا تھا۔ وہ دو تھے تو طاقت تھے۔ ایک دوسرے کا سمارا تھے۔ اب دہ اکیلا کیا کرے گا۔ پھراسے اصغر کی بات یاد آئی۔ ٹھیک تو کمہ دہا تھا۔ وہ اور اس کی ضد اصغر کو بھی بھوکا مروا وہتی۔ اچھا بی ہوا' وہ الگ ہوگئے۔ اب امغر بھوکا تو نہیں رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے اندر کی جارحیت ختم ہوگئ۔ اس پر سپردگی طاری ہونے گئی۔ اچھا ہے' میں مربی جاؤں۔

دوسری طرف اصغر اس سے زیادہ پریثان تھا۔ وہ دس نمبر پہنچ گیا تھا اور بے قابدہ اخر کو تلاش کرتا چوا تھا اور بے مد قابدہ کوئی مشکل آپرے تو آدی بے مد خود غرض ہو جاتا ہے۔ وہ اخر کی فکر کر رہا تھا تو وہ بھی اپنے حوالے سے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کا کیا ہے گا۔ اخر سب کچھ سوچ سکا تھا، سب بچھ کرسکا تھا۔ آپ وہ کمال سوئے گا کیا کرے گا؟ وہ رو آ اور اخر کو پکار تا رہا

باجی پریشان تھیں کہ شوہرسے کس طرح بات کریں۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ بہت بخت مرحلہ ہے۔ وہ اس کے لئے ان کا بخت مرحلہ ہے۔ وہ اس کے لئے خود کو تیار کر رہی تھیں۔ اس مرحلے کے لئے ان کا مغبوط ہونا ضروری تھا۔ لیکن وہ اس معالمے میں الٹی کزور تھیں۔ انہوں نے امال کی بات مان کی تھی۔ وہ خود کو یقین ولا رہی تھیں کہ چدو ونبہ ہے، جے قربان کیا جاسکا ہے مگر اندر کی آواز کہتی تھی کہ چدو ونبہ ہے لیکن ان کا بیٹا ہے اور اسے قربان نہیں کیا جاسکا۔

حمی "چندو تو میرا بینا ہے نا؟" چندو اور شدت سے ان کی ٹاگوں سے سر رگڑنے لگا "دیکھو بینا" اللہ کی خوشی

کے لئے تو سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے۔ ہے تا؟" چندو نے سر اٹھایا اور انہیں بہت غور سے دیکھنے لگا۔ اس کی بری بری آئکھوں میں معمومیت تھی۔

انداز علی کے انداز علی خود کو بھی قربان کرسکتی ہوں۔" بابی نے ... خود کلامی کے انداز علی کے انداز علی کا انداز علی کا "اور چنرو میں نے جھے سے بہت محبت کی ہے تا مال جیسی ؟" چنو نے اپنی مخصوص اور مخضری آواز نکالی جسے کمہ رہا ہو ہال مال ...

"تو بھی مجھ سے معبت کر "اہے ا" چندو کے مجروبی آوار ساں۔

"بس تو مینا' بنسی خوشی قربان مو جانا۔" بابی کی آواز رندھنے گئی۔

نی بو بی البی ہوئی ہوتی تھی۔ میرے سوا کون یہ فیصلہ کرسکتا ہے۔ کیا آپ کو مجھ نے زادہ دکھ ہوگا اس قربانی کا۔" بے زادہ دکھ ہوگا اس قربانی کا۔" بھائی جان کا چرو فق ہوگیا "باپ تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔" انہوں نے مدافعانہ

بیای بال بی اول می بیروں کے ینچ جنت ہے۔" ابع میں کما "اس کے مال کے پیروں کے ینچ جنت ہے۔" "تو بھر مال سے براھ کر بات بھی نہ کریں۔"

"باپ تو کرتے ہیں۔"

"فیک ہے۔ آپ نہیں انتے تو کل میں چدو کی جگہ خود کو قربان کرووں گی۔"

جمائی جان تھرا کر رہ گئے۔ سب کچھ اتنا اچانک سامنے آیا تھا کہ انہیں سنجلنے کا

رفع ی نہیں ملا "فیک ہے شمسہ بیم ! آپ جیت گئیں۔" انہوں نے سرچھکا کر کما۔

باجی کھل اٹھیں "بس تو جاکر چدو کے لئے بادام" پتے اور اخروث لے آئیں

۔" آج اے جی بحرکے کھلائیں گے۔"

بمائی جان میں وم مارنے کا یارا مجمی شیس تما!

اخر کو نیس معلوم قا کہ اس کا کیا ہے گا۔ وہ مایوس تھا۔ مایوس اور امید سے گرم۔ امغراس سے چھڑ کیا تھا۔ بعوک اس کے لئے ایک بھری ہوئی موج بن ملی فرم اس سے ملے اسے نگل سکتی تھی۔ اس کی نقابت بدھتی جا رہی تھی۔

ا چاک اس کے وجود میں جیسے روشنی سی ہوگئی۔ کرامت بابا کی آواز اس کی است میں گونچے کی "مرف اللہ ہی ضرورت مندوں کے کام آتا ہے۔ جس کی کوئی مدنیں کرتا اس کی مدد اللہ کرتا ہے۔ وہ ایبا رزق دینے والا ہے کہ پھر میں رہنے والے کرنے کو پھر میں بی رزق پہنچا تا ہے۔ وہ کسی کو بھوکا نہیں رہنے وہا۔ آدی کو اللے کارے وہا در جھولی پھیلانی چاہیے۔ وہی وینے والا ہے"

اخر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے یقین ہوگیا کہ نہ وہ بھوکا رہے گا اور نہ ہی مرے گا۔ اُل کے جم میں طانت ہی آئی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اُس نے ادھر ادھر دیکھا۔ رمپ کی رعمت پلی پڑھی تھی۔ سورج نے مغرب کی طرف جسکنا شروع کر دیا تھا۔ چندو ان کے بیرول میں یول لیٹ گیا ، جیسے قربان ہو رہا ہو۔ اس انداز میں بر گلے پر چھری چیرنے کی کسر تھی۔

باجی کی آنکھوں میں آنسو آگئے "تو مجھے برا اور ظالم تو نہیں سمجھے گا؟" چندو نے اور باریک اور مختر آواز تکالی۔ "بس اب جا۔ کمیل جاکر۔"

چندو چلا کیا۔ باجی روتی رہیں مگریہ احساس ہو رہا تھا کہ ان کے اندر مغبولی آئی ہے۔ چندو انہیں حوصلہ دے کر کیا تھا لیکن سخت مرحلہ ابھی باتی تھا۔ اپنے شوہر کو وہ کیسے قائل کریں؟ ان سے کیسے بات کریں؟

یہ مشکل بھائی جان نے آسان کر دی۔ وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے وکیا بات ہے شمسہ؟ کچھ پریشان ہیں آپ؟"

"نس تو-" باجی نے کما "میں نے ایک مشکل فیصلہ کیا ہے۔ کل ہم چندو کا قربانی کریں گے۔"

ملے تو بھائی جان کو اپنی ساعت پر یقین می نمیں آیا پھر ان کا چرہ لال بھرا موسکیا "کس خبیث نے کما ہے۔ مجھے نام بتاؤ۔ میں خون پی جاؤں گا اس کا۔"
"میں حاضر ہول۔ بی جائے خون۔"

بھائی جان سائے میں آگتے "یہ آپ کا اپنا فیملہ ہے شمسہ بیکم؟" انہوں نے بیٹین سے یوچھا۔

"جي ہال- يه فيصله ميں نے خود كيا ہے-"

ودمر کول۔ بیا تو وہ ہم دونوں کا ہے۔ میرا بھی اور آپ کا بھی۔"

اخرے قدم خود بخود اٹھنے گئے۔ ایبا لگنا تھا کہ کوئی اس کے اندر بیٹاال رہنمائی کر رہا ہے۔ ایک طاقت تھی جو اس کی ٹاگوں میں سامنی تھی۔ اے نہ معلوم تھا کہ وہ کمال جا رہا ہے لیکن یہ یقین تھا کہ وہ بمتری کی طرف بور رہا ہے۔ اس کی مدد کر رہا ہے۔

وہ چان رہا ... چان چلا گیا۔ اے احساس تھاکہ اند جرا ہو گیا ہے۔ اس ٹائلیں لرز رہی تھیں۔ آگھول کے سامنے نیلے پیلے وائرے ناچ رہے تھے۔ لیکن ا نے طے کر لیا تھا کہ جب تک ٹائلوں میں طاقت ہے ، وہ چاتا رہے گا۔

اسے پتا بھی نمیں تھا کہ وہ پیر اللی بخش کالونی میں جا پنچا ہے۔ اس نے قوار مدائیں لگاتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کوشت ختم ہوگیا۔ یہ ویکھا کہ ایک برا بس اساب ہے ، جمال بسیس ترتیب سے قطار لگائے کھڑی إل ایک طرف ایک ٹھیلے والا کھر چ رہا ہے۔ ایک جانب بن کباب بک رہے ہیں۔ سیدهی سزک پر چلتا رہا۔ وہ بازار تھا اور وہاں ہجوم بہت تھا۔

اچانک اس پر کمزوری کا ایما حملہ ہوا کہ ٹائلیں جیسے پانی ہو گئیں۔ وہ گر آبا میا۔ اس کے حواس بھی جواب دے رہے تھے۔ پھراسے ہوش نہیں رہا۔

ریاض احمہ کو مانوی ہوئی۔ گوشت کی کوئی دکان تھلی نہیں تھی۔ موشت موچکا تھا۔ انہیں اندازہ ہوگیا کہ گوشت ملنا اب نامکن ہے۔ جس کے ہاں قربانی نہیں ہوتی' وہ احتیاطا" عید سے ایک دن پہلے گوشت خریدتے ہیں اور زیادہ خریدتے ہی اک وشت آنے سے پہلے ہی گھر میں ممانوں کی تواضع کے لئے پھر یکایا جاسکے۔ ال لیے عید اور بقرعید سے ایک دن بہلے دودھ اور گوشت عقا موجا آ ہے۔

وہ مایوس ہوئے لیکن بچوں کا خیال آیا تو انہوں نے سوچا کہ آخری مد کم كوشش كرلى جائے وه بس مين بيٹے اور ليانت آباد ماركيث ملے محتے وہاں مرف الا د کانیں الی تھیں' جن پر گوشت موجود تھا' اور گائب اتنے تھے کہ گوشت والا پاگل اللہ

وہ بھی امید باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہال صرف آوازوں سے کام چل رہا تھا۔

ر مورث بہلوان بغیر بڑی کا۔ ہاں بھی عار کلو میرا ہے۔ ڈیڑھ کلو اس ران میں

ر میں اور کوشت والا بہت تیزی سے ہاتھ چلا رہا تھا۔ کے نکال دے یار۔ کوشت کے اس اسٹاک ایکیچنج میں اپنی آواز لے کر شامل ریاض احمد بھی گوشت کے اس اسٹاک ایکیچنج میں اپنی آواز لے کر شامل منے۔ بھائی آدھا کلو گوشت دے ویجئے ان کی آواز اور لہم سب سے جدا تما مگر ماں دد کلو اور چار کلو کے مطالبے ہوں وہاں آدھا کلو کی آواز کون سنتا ہے۔ ریاض امر کو خود بھی شرمندگی ہونے گئی۔ بچوں کی محبت نہ ہوتی تو وہ کان دبا کر وہاں سے الل ليت لين بچول كى خاطروه بھائى ايك آدھا كلو كوشت مجھے دے ديجتے كى

وہ دوسری دکان کی طرف لیے لیکن وہال کوشت پہلے ہی ختم ہوچکا تھا۔ انیں مایوی ہوئی لیکن انہوں نے خود کو دلاسا دیا کہ اسکلے روز تو بقرعید ہے ی۔ گوشت ہی گوشت ہوگا۔ یہ بھی اچھا تھا کہ بچوں کو سربرائز دینے کی نبیتہ کی حمیٰ تمی- انہیں بتایا نہیں گیا تھا درنہ انہیں مایوسی ہوتی۔

وه بُس مِس بيسطے اور بي آئي بي کالوني پنتي- مغرب ہوئے پکھ در ہو چکي تھي-المعرا او رہا تھا۔ وہ بس اساب سے محری طرف چل دیے۔ جوم بت زیادہ تھا۔ بازار من شاينگ، زورون ير محى-

اچانک دو قدم آگے انہوں نے ایک بچ کو یوں ڈھر ہوتے دیکھا جیے اس کی اللّي ب جان ہو من ہوں۔ وہ اس كى طرف كيے۔ انبول في اسے سيدها كيا اور ال کا سرائی گود میں رکھا۔ انہیں فورا " ہی اندازہ ہوگیا کہ بچہ بے ہوش ہوگیا ہے۔ اتنے میں لوگ جمع ہونے گئے وکمیا ہوا؟" کسی نے پوچھا۔

" پانس علے چلے گرا اور ب موش موکیا۔" ریاض احد نے بتایا "ڈاکٹرکو (كمانا مول-" يدكت موك رياض احمد نے ينج كو كود من اضايا- اس كا وزن زياده لی تا۔ ریکھنے میں وہ سات سال کا بچہ لگنا تما لیکن چرے سے زیادہ عمر لگتی تھی۔ البتروزن سات سال کے بیچ جتنا بھی نہیں تھا۔

ملت بی واکثر اسد کا مطب تھا۔ ریاض احمد اسے وہاں لے محے۔ وہاں خاصا

پیٹ ویکھا "میہ بار نہیں ہے۔"

"جى؟" رياض احمد كو حرت بوئي-

ڈاکٹرنے قیض اٹھا کر بچے کا پیٹ انسیں وکھایا "میہ نجاتے کب سے بمولار کزوری سے ب ہوش ہوگیا ہے۔"

«اروا»

"اے کھلائیں پلائیں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔" واکٹرنے پر خیال لہج میں "مگر احتیاط سجے گا۔" واکٹر نے پر خیال لہج میں "مگر احتیاط سجے گا۔ ایک وم سے کھانا کھلایا تو طبیعت مجڑ بھی سکتی ہے۔ بہترے کہا وودھ میں گلوکوزیا کمپلان ملاکر ویجئے۔"

"بهت بهتر واكثر صاحب - كيا پيش كرون؟"

ود کھھ بھی نمیں۔ میں نے کچھ کیا ہی نمیں ہے کہ کھھ لوں۔ ویسے یہ بچہ آب میں ہے؟"

"جي نبين- يه مؤك پر چلتے چلتے مر ميا تما-"

"بس میری ہدایت پر عمل کیجے۔ اللہ آپ کو اجر وے گا۔"

دہ اسے گود میں اٹھائے مطب سے لکلے ہی تھے کہ بیچ کو ہوش آگیا۔ فوا ریاض احمد کی گود میں پاکر وہ جران ہوا اور کمسانے لگا۔ "ا آر دوں تہیں؟ چل' مے؟" ریاض احمد نے شفقت بھرے لہے میں یوچھا۔

بجے نے نقابت سے سرہلا دیا۔

ریاض احمد نے اے گودے الاویا "بیٹے تممارا نام کیا ہے؟" "

وكمال رہتے ہو؟"

اخری آنھوں میں آنبو آگئے ویلیم خانے میں رہتا تھا جی۔ اب ہم م ۔.."

"میرے ماتھ میرے گھر چلو۔"

اختر نے ممنونیت سے انہیں دیکھا اور سربلایا۔ اللہ اس کی مدد کر رہا ^{ان} کرامت بابا کی بات ٹھیک تھی۔

اب ریاض احمد کے سامنے ایک مشکل فیصلہ تھا۔ ان کے پاس پچاس روپ خی انہوں نے سوچا تھا کہ سخ کباب اور بوٹیاں گھرلے جائیں گے تاکہ بچ خوش ہو جائیں گر اب اصولا" انہیں دودھ اور گلوکوز کا ڈیا لیٹا تھا۔ کمپلان کی تو مخبائش نہیں تھی۔ ایک لیچ کو انہوں نے سوچا کہ بچ کو کھانا بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ کباب اور بریاں بھی لے کی جائیں پھر انہیں ڈاکٹر کی تنبیہہ یاد آئی۔ ان کے قدم دودھ کی دکان کی طرف اٹھ گئے۔ آگے جزل اسٹور سے انہوں نے گلوکوز کا ڈیا خرید لیا۔

وہ گرینچ تو سلی بیگم ان کے ساتھ اخر کو دیکھ کر جران ہوئیں۔ ریاض احمد فر انہیں دورہ میں گلوکوز ملا کرلانے کی ہدایت کی۔ بیچ کے پیٹ میں پچھ پڑتے سے بہلے وہ اس سے پچھ پوچھنا نہیں چاہتے تھے۔

اخرے دودھ بے حد شکر گزاری سے پیا۔ اس دوران ریاض احمد نے بیوی کو اس کے بارے میں بتایا۔

 \bigcirc

باجی نے حماب سے مینے بھر کے بادام ' پتے اور اخروث کی محری چندو کے سامنے رکھ دی۔ چندو نے بری رغبت سے مند مارا پھر مند چلاتے ہوئے اس نے بکی کی "میں" کی جیسے اس عنایت خروانہ کا سبب جاننا چاہتا ہو۔

باجی نے اسے لیٹا لیا "جی بھر کے کھاؤ چندو بیٹے۔ آج مال تیری تواضع کر سکتی ہے۔ یہ سب تیرا ہی ہے۔ مینے بھر کا ایک دن میں کھالے۔"

لیکن چند زیادہ کھانے پر آمادہ نہیں تھا۔ شاید اسے بچپلی سزا یاد آری تھی۔ بابی رونے لگیں "کھالے بیٹے! اب میں تھے بھی نہیں ماروں گی۔" چندد انہیں بیار کرنے لگا پھران کے کہنے پر وہ اپنی پندیدہ چیزیں کھانے پر تیار

"چدد ... کل تو مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ میں تیرے بغیر کیے رہوں گی میری جان؟" بابی کے لئے آنسو ردکنا ناممکن ہوا جا رہا تھا۔

چندو نے کھاتے کھاتے سر اٹھا کر باجی کی آئھوں میں دیکھا۔ باجی کو اس کی

 C

سلی بیگم تو اخرے پوچھ کچھ کرنا چاہتی تھیں لیکن ریاض احمد نے انہیں منع کریا ہیں جا جے کا بیٹ بھرنے سے پہلے وہ اس سے بات کرنا نہیں چاہجے تھے۔
اس دوران بچ اخرے مانوس ہونے کے مرطے میں داخل ہوگئے تھے۔ اشعر زانے اپنے برابر کا ہی سمجھ رہا تھا۔ ویسے قد کا تھ میں وہ تھا بھی اخر جتنا۔ اخر سائیل رہا نور سے دیکھ رہا تھا۔ دیسے میں سائیل سے تھیلیں؟" اشعر نے اخر کو دعوت کے بت خور سے دیکھ رہا تھا۔ دیسیاس ... سائیل سے تھیلیں؟" اشعر نے اخر کو دعوت

ں اخرے کئے تو دہ بوی نعت تھی۔ وہ فورا " رضا مند ہو کیا "پلی باری میری-" اخرے کہا۔ چھوٹا ہونے کے ناتے سے اس کا حق تھا۔

" فیک ہے۔ اس کے بعد اخر مائیل چلائے گا۔"

اخر نے کہلی بار سائیل چلائی۔ اے ایبا لطف آیا کہ سائیکل چھوڑنے کو جی ی نمیں چاہتا تھا مرکچھ در بعد سلمی بیٹم نے آواز لگائی "میز پر آجاؤ۔ کھانا لگ کیا "

بچوں نے ہاتھ وحوے تو اختر نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہاتھ وحو کر تولیے سے خک کے۔ کری پر بیٹھنا بھی اس کے لئے نئ بات تھی مگر ریاض احمد کے بچوں سے اس حوصلہ ہو رہا تھا۔ وہ بھی بیٹے گیا۔

وہاں ہر چیز اسے نرالی گئی۔ سالن دو بڑی قابوں میں رکھا تھا۔ بیلی تغیس چاتیاں دستر خوان میں لیٹی تخیس۔ تو ایہا ہو تا ہے گھر؟ اس نے سوچا، اور دل ہی دل میں اللہ سے فکوہ کیا "مجھے کیوں ایہا گھر نہیں ملا؟"

"لو بیٹے" سالن نکالو۔" سلمی بیکم نے اس کی طرف قاب بردهائی۔ اس میں سالن نکالنے والا جھیے بھی تھا۔

اخرنے سالن کو دیکھا۔ وہ دال کی طرح کی چاکلیٹی رنگ کی کوئی چیز تھی۔ کوشت بسرطال نہیں تھا۔ اے اپنا عہد یاد ایکیا "میں تو گوشت کھاؤں گا۔" اس نے کما آئھوں میں ادای نظر آئی۔ اس لیح باجی کو یقین ہوگیا کہ سمجھ دار چندویہ بمی ہر اللہ کیا کہ سمجھ دار چندویہ بمی ہر اللہ کیا ہے۔ اللہ کے جنت ماگوں کی اللہ سے جنت ماگوں کی اللہ سے جنت ماگوں کی اللہ سے کرم سے جنت مل کئی تو تجھے بھی ماگوں گی۔ "

اس بار چندو نے ڈرائی فردٹ سے منہ پھیرلیا۔ وہ باجی کی گود میں سر رکا کر لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں موندلیں۔
لیٹ گیا۔ اس کی آنکھوں کی نمی بے حد واضح تھی۔ پھراس نے آنکھیں موندلیں۔
بھائی جان کمرے سے یہ سب پچھ دیکھ اور سن رہے تھے۔ ان کا دل ہو جمل تھا۔ یہ بچ ہے کہ بیوی کے مقابلے میں ان کی مجت کمتر تھی گمر پھر بھی انہوں نے چرا تھا۔ یہ بچ ہے کہ بیوی کے مقابلے میں ان کی مجت کمتر تھی گمر پھر بھی انہوں نے چرا کو بیٹے بی کی طرح چاہا تھا۔ اب بیوی نے اسے قربانی کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ کس دل سے کیا ہے تو وہ رکاوٹ بنتا نہیں چاہجے تھے۔ حالاں کہ ایک جانبیں۔

بھائی جان دکھی ہے۔ انہیں ڈر تھا کہ یہ دکھ روگ نہ بن جائے۔ مردول کا رکھ سے لڑنے کا اپنا انداز ہو تا ہے۔ بھائی جان کا دفاع یہ تھا کہ چندو کی قربانی کے خیال کو سلیم کرنے کے بعد وہ اس سے دور ہوگئے تھے۔ انہوں نے بے تعلقی اختیار کل تھی۔ بابی جیسے چندو کو لپٹائے بیٹی تھیں' یہ ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ تو چندا کے جانے سے پہلے ہی اسے بھول جانے کی کوشٹوں میں معروف ہوگئے تھے۔ وہ کمرے کے دروازے سے بہٹ آئے اور کری پر بیٹھ کر ایک کتاب پر مے کی کوشش کرنے گے۔ حالاں کہ ان سے پراھا نہیں جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد باجی کمرے میں آئیں "چندو کو سب پتا ہے۔ وہ بادام پہتے بھی تہیں کھا رہا تھا۔ اس نے سر ڈال دیا ہے۔"

"ہال شمسہ بیگم ' جانورول کو سب معلوم ہو آ ہے۔ اسے تو رات بھر قصائی اور چھری نظر آئیں گے۔" انہول نے بے پروائی سے کما لیکن چندو کو جانور کتے ہوئے ان کے دل پر گھونما سالگا تھا مگروہ اس کے سواکیا کرسکتے تھے۔

باجی انہیں شکایتی نظروں سے دیمتی رہیں لیکن ان کی نظریں کتاب سے نہیں

هنين-

النج بجوں کو سنوانے کی غرض سے پوچھا۔ "باجی میں نے پچھلے سال بقر عید سے بھی پہلے کوشت کھایا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک نہیں کھایا۔" اختر نے بتایا۔

م بہر اس ہوئے ہے۔ " ملمی بیگم اپنے بچوں کی طرف مؤیں۔ " حمیں تو اتنے ہوں کی طرف مؤیں۔ "حمیں تو اتنے ہوں ہوگیا ہے گوشت کھائے ۔ ون ہوئے ہے۔ اس بے چارے کو ایک سال سے زیادہ ہوگیا ہے گوشت کھائے ۔ ...

بچوں کے چروں کے آثرات ہتا رہے تھے کہ بات ان کی سمجھ میں آگئی ہے۔ ریاض احمد کے اشارے پر سلمی بیگم بچوں کو سلانے کے لئے لے گئیں۔ ریاض احمد نے اختر سے پوچھا ''اب تم کیا کرو گے بیٹے؟'' ''میں کیا کروں گا۔ میں میتم ہوں جناب''

"تم يتم كوكيا سيحت ہو۔" رياض احر نے اس كى بات كاف دى "حميس بتا ہے مارے بيارے بى بيتم كوكيا سيحت ہو۔" رياض احر في الله عليه وسلم نے بورى دنيا ميں اجالا كر راء دنيا كا نقشه بى بدل كر ركھ ديا آپ نے۔ جانتے ہو الله يتيموں سے بہت محبت كرتے ہيں۔ ده ان كى مدكرتے ہيں"

"میں جانتا ہوں جناب! اللہ نے میری مدد کی ہے ورنہ میں مرجا آ۔ مر میں بھیک مائلنے کے سواکیا کرسکتا ہوں اور میں بھیک میں مائگنا چاہتا۔"

"تم بت کھ کرسکتے ہو۔ سب کھ کرسکتے ہو اور انشاء اللہ کو گے۔ دیکھو بیٹے ایک ونوں میں اپنے گھر جائیں گے۔ یہ گھر ہارا نہیں۔" ریاض احمہ نے اسے اپنے معلق تایا "میں تہیں اپنے گھر میں ایک علیمہ کوارٹر دوں گا۔ تم اسکول میں داخلہ لیتا اور پڑھنا۔ میرے زور پر نہیں اپنے زور پر۔ ہم کوشش کریں گے کہ تم ادھر ادھر کے گوں میں اخبار وال کر خود بیبہ کماؤ۔ خود اپنی تعلیم کا خرج اٹھاؤ۔ کھانا تہیں گھر سے مل جائے گا۔ اخبار والی بات نہ بنی تو تم اسکول سے واپس آنے کے بعد دکان پر میرا باتھ بنا دینا۔ تہیں اس کی تخواہ ملے گی۔ پھر دیکھنا تہمارے پاس بیبے جمع ہوتے میرا باتھ بنا دینا۔ تہیں اس کی تخواہ ملے گی۔ پھر دیکھنا تہمارے پاس بیبے جمع ہوتے دیں گے۔ تم ایک دن بڑے آدمی بنو گے۔"

اخری آئیس امید کے ستاروں سے بھر گئیں۔ پہلی بار اسے خیال آیا کہ وہ

فیاض نے فورا " تائید کی "میں بھی"

ملمی بیگم اور ریاض احمہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اب کیا کریں؟ یہ آر
والا بچہ بھی نیچ اب اختر کو اور زیادہ اپنائیت سے دیکھ رہے تھے۔
"اختر کھا کر تو دیکھو۔ بہت مزے کا سالن ہے۔" میمونہ بول۔ ملی نگاہوں سے نخر جھلئے لگا۔

"ہاں۔ یہ لوبیا ہے۔" اشعر نے کہا "اس میں پروٹین گوشت سے بھی زایا ۔" وتے ہیں۔"

" کل جی بھر کے **گوشت کھالی**تا۔" میمونہ نے کہا۔

اخر پہلے ہی شرمندہ ہورہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس کے ساتھ ایک اپنائیدہ بر آؤ کیا گیا تھا اور وہ یہ کر رہا تھا۔ اس نے بلیٹ میں تموڑا سا سالن نکال لیا۔ ب لوگ کھانا کھانے گئے۔ اخر پہلے ہی نوالے پر حیران رہ گیا۔ اتنے مزے کا تو اس ا مجھی گوشت بھی نہیں کھایا تھا۔ اس نے بہت اچھی طرح کھانا کھایا۔

کھانے کے بعد ریاض احمہ آنگن میں چل قدمی کرتے رہے۔ یچ کھیلنے گھے۔
سونے کا وقت آیا تو بچوں نے ریاض احمہ کو گھیرلیا۔ "ابو" کمانی شائیں۔"
"بھئی آج اخترے اس کی کمانی سنیں ھے۔" ریاض احمہ نے کما۔
بچوں کو مایوی ہوئی لیکن انہوں نے ضد نہیں کی۔
"ہاں بھئی اختر" اب اپنے متعلق بتاؤ۔"

اخترنے انہیں سب کھے سا ڈالا۔ بچے حیرت سے من رہے تھے۔ شاہ بی کی اد کے متعلق من کر وہ سم گئے۔ وہ ان کے لئے ایبا ایڈو پنچر تھا جو جنوں اور پریوں کا کمانی سے کم نہیں تھا۔ ریاض احمد اور سلمی بیگم کن انھیوں سے اپنے بچوں کو دکج رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ بچے یہ کمانی بھی نہیں بھولیں مے۔

"اور بیر سب بچھ موشت کی دجہ سے ہوا؟" سلمی بیکم نے تبعرہ کیا۔ "میں صرف ایک بوٹی مانگ رہا تھا باجی۔" اختر نے صفائی پیش کی۔ "دنیا بڑی ظالم ہے۔" ریاض احمہ بولے۔

"تم نے کب سے گوشت نہیں کھایا ہے اخر؟" سلمی بیکم نے خاص طور ؟

پر ا پرا۔ اخر اے کیں نہ ملا۔ بھوک سے بے تاب ہوکر جب بھی وہ کمی سے مول کر جب بھی وہ کمی سے مول کر خوال کرنے کا ارادہ کر آ تو اسے خیال آجا آ کہ انہوں نے کمی سے پچھ نہ مانگنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس کے قدم خود بخود اس ریسٹورنٹ کی طرف اٹھ کئے 'جمال گزشتہ رات اس نے کھانا کھایا تھا۔ وہاں پہنچ کر بھی اس نے کاؤنٹر پر بیٹھے سیٹھ سے سوال نہیں کیا۔
بی سر جھائے کھڑا رہا۔ اس بار اس نے کھانا کھاتے ہوئے لوگوں کو بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا لیکن سینوں پر بھنتے ہوئے گوشت اور کہابوں کی بو اسے پاگل کئے دے رہی

سیٹھ کی نظراس پر پڑی تو اس نے اسے پکارا "اے لڑکے ... اوھر آ۔" امغراس کے پاس چلا گیا۔ "کھانا کھائے گا؟"

امغرنے سرجھکائے جھکائے اثبات میں ہلایا۔

"وہ دوسرا لڑکا جو تیرے ساتھ تھا' جو گوشت مانگ رہا تھا' وہ کمال گیا؟"
"بھیٹر میں گم ہوگیا۔" اصغر کی آنکھیں بھر آئیں۔ آواز رندھ گئی۔
"رات اس نے کھانا کھایا تھا؟ گوشت ملا اسے؟" سیٹھ نے پوچھا۔
"نہیں سیٹھ۔ گوشت نہیں ملا اسے اور وہ بہت ضدی ہے۔ ووپسر تک اس نے
کچھ بھی نہیں کھانا تھا۔"

سیٹھ کو پچہتادا ہونے لگا گر اب کیا ہوسکتا تھا۔ اس نے فنیلو کو بلایا "اس بنری اور روئی لاکروے بیٹا!" اس نے سوچا ود سرا لڑکا ہو تا تو آج انہیں گوشت بی کملا دیتا۔ اس افسوس ہو رہا تھا۔ لڑکے نے ٹھیک ہی کما تھا۔ وہ انہیں گوشت کملا دیتا تو اس کا کیا جاتا۔ گر لڑکے نے ٹھیک ہی کما تھا۔ وہ انہیں گوشت کملا دیتا تو اس کا کیا جاتا۔ گر لڑکے نے انگا کتنی وحونس سے تھا۔ اس نے خود کو سمجھایا۔ اس کے باوجود اسے گوشت مل جاتا تو اللہ کتنا خوش سے کیا ہو تا ہے کہ دل نے کہا۔ اس کے باوجود اسے گوشت مل جاتا تو اللہ کتنا خوش مونا ہو تا ہو کہ سیٹھ جو اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ سبزی کا مونا کہ سبزی کا تصور کر رہا تھا جو اس نے کیا میں شریس گوشت ما تکا بھر رہا ہوگا۔ کیا سب لوگ وہی کریں گے ، جو اس نے کیا سب لوگ وہی کریں گے ، جو اس نے کیا

"اس وقت تک تم يميں رہو۔" اخر کی آئس وهندلانے لگيں۔ اسے اصغر کا خيال آگيا۔ پا نہيں وہ کہاں ہوگا۔ اس نے کھانا بھی کھایا ہوگا یا نہیں۔

کھے ہے ... اور بہت کھے بن سکتا ہے۔

"کیا بات ہے؟" ریاض احمد نے تبدیلی نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔
"صاحب" آپ اس کوارٹر میں امغر کو بھی جگہ دے دیں مے نا؟"

"لکین امغرتو تم سے بچھڑ گیا ہے۔" "لیکن امغرتو تم سے بچھڑ گیا ہے۔"

"وہ مل جائے گا صاحب۔ میں اس کے بغیر شیں رہ سکا۔"

ریاض احمد سمجھ رہے تھے۔ دنیا میں اختر کا اب تک ایک ہی رشتہ تھا امغر- وہ واقعی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا "کیسے ملے گا اصغر حمیس؟ استے بوے فم میں"

"صاحب وہ عید کی تیسری رات اس فوارے اور روشنیوں والی چورگی پر ضرور آئے گا۔ کانشیل نے ہم سے کما تھا"

"دفیک ہے۔ میں تہیں وہاں نے چلوں گا۔ چلو' اب سو جاؤ۔"

ملمی بیگم نے اسے نے جاکر سونے کی جگہ دکھا دی۔ اخر کو مجھی بسر نہیں الا تھا۔ کہاں ایبا نرم گرم اور آرام دہ بسر۔ طویل جسمانی تکلیفوں ' بے آرامی اور تھان کے بعد آرام ملا تو اس کی آنکھوں میں نیند بی نہیں 'خواب بھی اثر آئے۔ لمحوں کے اندر وہ ایبا بے خرسویا کہ اسے پا بھی نہیں چلا۔ ملمی بیگم نے اس کا ناپ لیا تھا۔ اندر وہ ایبا بے خرسویا کہ اسے پا بھی نہیں چلا میٹھے دیکھا تو بولے "بے آدھی رات کو ریاض احمد نے بیوی کو کپڑے بھیلائے بیٹھے دیکھا تو بولے "بی آدھی رات کو کیا نے بیٹھیں آئے ؟"

"اشعرى بينك ذراسى كھول لول تو اختركو آجائے گى۔ جوتے بھى موجود ہيں۔ يتيم بچه عيدك دن كپڑول سے تو محروم نه رہے۔" رياض احمد مسكرا ديے "ملمى بيكم" آپ بت اچھى ہيں۔"

رات ہوئی تو اصغر کی گھبراہٹ بردھ گئی۔ بھوک الگ بے چین کر رہی تھی۔ وہ

. بعول الله نے چین کرری گی۔ وہ Scanned By Wagar Azeem Paksitanipo

تھا۔ یا کوئی اللہ کا بندہ اس بے سمارا یتیم کی خواہش بوری کر دے گا؟ میہ سرال اے رہ دو کرستا رہا تھا۔

ا مغرنے کھانا کھایا اور اس طرف چل دیا' جمال گزشتہ رات وہ مکئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں دری تھی۔

چور گل بہنچ کراس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اخر اسے بہت یاد آرہا تھا۔ اس نے دری بچھائی اور لیٹ گیا گر نیند آلے کے باوجود اس سے سویا نہیں جا رہا تھا۔ اسے ار لگ رہا تھا۔ پولیس والے نے دہشت گردوں کی بات کی تھی۔ اسے تو معلوم بھی نیں تھاکہ دہشت گرد کیا ہوتے ہیں۔

اے امید بھی کہ پولیس والا آئے گا۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ خیال اے وجرے دھرے تھی کہ بولیس والا آئے گا۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ خیال اے وظرے دھرے تھیک کر سلانے لگا۔ سونے سے پہلے ایک بے حد خوش کن خیال نے اسے چونکا دیا۔ اختر اسے دوبارہ مل سکتا تھا اس جگہ عید کی تیمن رات۔ ہاں وہ ودنوں مل جائیں کے محر اس وقت تک وہ کیا کرے گا؟ پھر نیز نے رات۔ ہاں وہ ودنوں مل جائیں کے محر اس وقت تک وہ کیا کرے گا؟ پھر نیز نے اسے ہر فکر سے بے نیاز کر ویا نیز جو کانوں پر بھی آجاتی ہے!

سمی بہت پیارے کی جدائی کا مرحلہ ور چیش ہو اور اس کے ساتھ آخری رات رائی ہو تو نینر نرم گرم بستر پر بھی نہیں آئی۔ بابی کے ساتھ بی ہو رہا تھا۔ چندو بینہ کی طرح ان سے لیٹ کر سو رہا تھا گر وہ جاگ رہی تھیں۔ انہیں چندو کی ایک ایک بات یاد آرہی تھی۔ جب سے چندو ان کے پاس تھا' اس وقت سے اب تک کا ایک بات یاد آرہی تھی۔ جب سے چندو ان کے پاس تھا' اس وقت سے اب تک کا ایک ایک دن ان کی نظروں میں پھر گیا۔ آکھوں سے برسات ہوتی رہی۔ دل میں ایک ایک دور تھا' جے بیان نہیں کیا جاسکا۔ بھی تو انہیں لگا کہ ان کا دم گھٹ جائے گا در وہ مرجا کمیں گی۔ انہیں یقین ہوگیا کہ اس رات کی صبح کم از کم وہ نہیں دکھ علیں عمر

مج ہوگئ اور ان کی بلک تک نہیں جھپکی لیکن وہ بسر سے نہیں اٹھیں۔ وہ خود کو لیے نہیں اٹھیں۔ وہ خود کو لیے نہیں تھیں کہ وہ سو رہی ہیں۔ وہ اٹھنا ہی نہیں چاہتی تھیں لیکن چندو اس در خلاف معمول زرا جلدی اٹھ کیا اور اس نے تکلف بھی نہیں کیا۔ وہ معمول کے مطابق انہیں جگانے کی کوشٹوں میں معروف ہوگیا گر اس صبح وہ اٹھنا ہی نہیں چاہ دی تھیں۔ چندو کچھ زیادہ ہی بے مبرا ہو رہا تھا۔ نجانے کیوں؟"

"ارے چندو' آج سو اور جتنا ہوسکتا ہے سو۔" باجی نے جنجملا کر کما "اور مجھے کی سونے دے۔ بچھے تو پچھے معلوم ہی نہیں ہے۔"

"اے سب معلوم ہے۔" بھائی جان بولے۔ باجی نے چوتک کر انہیں دیکھا۔ وہ بی نجانے کب سب معلوم ہے۔" بھائی جان ہو گیا کہ نجانے کب سے جاگ رہے تھے۔ ان کی آتھوں میں دیکھ کر باجی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ چندو پیچیے برگیا تھا۔ باجی کو اٹھنا ہی پڑا۔

زندگی کا معمول شروع ہو گیا مگر پھھ معمولات ایسے سے 'جو آخری بار اوا کے رے تھے اور وہ سب چندو سے متعلق تھے۔ باجی نے بادام پتے اور اخرون چر ك سامن ركه ديد ، جن سے اس في كرشته روز مند چيرليا تھا۔ اس نے اب بي

"كهاك رك چندو- كهاك ميرك بينيك"

لیکن چندو نے ان چیزوں کو منہ بھی نہیں لگایا۔ وہ باریک آواز میں چھوٹی میں میں کرتے ہوئے ان کے محفول سے سر رگڑ رہا تھا۔

"شمسه " آپ کچھ مجمی نہیں سمجھیں۔" بھائی جان نے تلخ کہے میں مرافلت کی "چندو ہر چیزاس طرح چاہتا ہے 'جیسے روز ہوتی ہے۔"

باجی نے سات بادام 'سات پتے اور اخروٹ کی گری کے تین دانے چدو کے

سامنے رکھے۔ چندونے کھا لیے۔ باجی کی آنکھیں بھیکنے لگیں۔

. باجی نے شوہر کے نماتے کے لئے گرم پانی دیا اور پھر چندو کے نمانے کا اہمام كرف كيس- انهول في ياني كى بالني ميس عن كلاب طايا اور اس سے چندو كو الجي طرح نملایا۔ اس روز چندو صرف عرق مگاب ملے پانی سے نہیں نمایا تھا۔ اس کے جم یر باجی کے آنسوول کی دھاریں بھی بڑی تھیں۔

چندد کو نملا کر باجی نے اس کا جم تولیے سے اچمی طرح خنگ کیا پر انہوں نے اس کے جم اور سینگوں پر اچھی طرح عطر ملا۔ اس کے بعد انہوں نے اے واسك پالى- وه بھى عطريس بى موئى تھى- انبول في اس كے لئے خاص طور ي مرخ ٹوبی ی تھی۔ وہ انہوں نے اس کے مربر رکھ دی۔

اس روز چندو کی سج دھج ریکھنے والی تھی اور شاید چندو کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ اس کی چال میں اس روز وہ ہانکین اور مستی تھی، جو مجمی ویکھنے میں نہیں آئی متی۔ بابی نے اس کی بلائیں لیں اور لیٹا کر رونے لکیں "چندو خدا کی هم علی خود غرض نہیں میرے بیٹے ... یہ سب اللہ کے لیے ہے ... ہے تا؟"

چندونے اور نیچ سرہایا اور انہیں بیار کرنے لگا۔

بھائی جان باتھ ردم سے تیار ہو کر نکلے تو اسے و کھ کر بوی مشکل ہے اپ

انوطط کے "میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔" انہوں نے کما پھر مند پھیر کر دروازے کی انوط کئے "میں "سنیں ذرا قسائی اللہ کا اٹھ کر ان کے چیچے دروازے تک آئیں "سنیں ذرا قسائی ر كم ديجة كا-" انهول في لجاجت س كما-

"بن نس کول گا۔ یہ کھیل آپ کا ہے۔ آپ ہی کھیلیں۔" بھائی جان کو غصہ

"کیوں میرا دل چھیدتے ہیں۔ یہ تھیل نہیں۔ اللہ کے حضور قربانی پیش کی جا ری ہے۔" باجی نے گلو گیر لیج میں کما "فیک ہے۔ میں گل میں کسی سے کمہ دول

بھائی جان کو یہ بھی موارا نہیں تھا "اچھا ... کمہ دول گا۔" انمول نے کما اور بام نکل محتے۔

بای نے واپس آکر چندو کو محبت سے لیٹایا "جاد بیٹے" اب جاکر سب لوگوں سے مير من آوً- خدا حافظ كمه دو سب كو-"

چندد ہنا نہیں چاہ رہا تھا مرباجی نے دوبارہ کما تو وہ باہر چلا گیا۔

چدد باہر نکلا تو سب سے پہلے حینہ کے محرکیا۔ ہر جگہ مرد اور بچے اس سے ئير کے۔ عورتوں نے اس کی خوب آؤ مجھت کی۔ عیدی کے پییوں سے اس کی الك كى جيبين بحر كئي- عيد مبارك چندو ... كيے مو- أؤ عيد مل لو ... جر طرف یی مدائیں تھیں۔

ید کی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ چندو کی قربانی ہونے والی ہے!

امغری رات جیسے تیمے گزر گئی۔ سوتے جامعے۔ وہ کھے دیر سوما اور پر چونک كر جاك الممتار بربار اس لكناك كوئى وبشت كرد اس عم كرنے كے لئے آليا ب الراس كرر كرا ب- ايك باروه مردى كے احساس كى وجه سے افحال وه مرج

کے قریب کا وقت تھا۔ وہ اٹھا اور اس نے بچھی ہوئی دری کا ایک حصہ اوڑھ بم الردداره مونے سے پہلے اسے یہ خیال ضرور آیا کہ اخر کو بھی ایسے ہی مر دی تھی

ہوگی۔

جرکے ذرا بعد وہ پوری طرح بیدار ہوگیا۔ اس نے فوارے کے پانی سے کیا ہے کیا اور منہ دھویا پھروہ دری اوڑھ کروہیں بیٹھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی پورائر در تک سوئے گا۔ وہ چائے والے کا محتظر تھا۔ اس نے سوچا، ممکن ہے وہ بغیرائے اس جائے بلکہ بسکٹ بھی کھلا دے۔ یہ وقت بسرحال اس کے لئے کوفت کا تھا۔ اصغر کو یاد ہی نہیں تھا کہ وہ بقر عید کا دن ہے !

ا چانک نمائے دھوئے ہوئے 'نے کپڑے پنے ہوئے' اپنے بچوں کی الگی_{ار} پکڑے ہوئے لوگ جوق در جوق سڑک پر آئے تو پہلے تو اصغر کی حیرت کی کوئی مدن رہی مگر چند لحوں میں ہی اس کی سمجھ میں آگیا کہ سے بقر عید کا دن ہے۔

اس نے سڑک پار کی اور لوگوں کی بھیٹر میں شامل ہوگیا۔ بچوں کو وہ خاص مور پر بردی دلیجیں سے دکھے رہا تھا لیکن جلد ہی اسے گھراہٹ ہونے گئی۔ اسے احمار ہوگیا کہ وہ شامل ہو کر بھی اس بھیٹر میں شامل نہیں ہوسکا ہے۔ وہ سب سے الگ اور نمایاں نظر آرہا ہے۔ اور وہ بھی اجھے معنوں میں نہیں ' برے معنوں میں۔ تمام بچار نے نئے فوب صورت کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے پیروں میں چمچماتے نئے جوئے معنیٰ اور سینڈل تھے۔ سب خوشبو میں نمائے ہوئے تھے۔ اسے لوگوں کی خوشبو کی فوشبو کی مائے مل جل کر ہوا میں شامل ہو رہی تھیں۔ پوری فضا ممک رہی تھی۔ لگا تھا 'خوش کو لوگوں کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

ضرورت تو نہیں تھی کہ وہ اپنے کپڑوں کو دیکھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پوند لگے کپڑے بہت میلے ہوگئے ہیں۔ وو دن دو رات سے تو وہ شہر میں آوارہ گردا کر رہا تھا۔ اس سے بھی کئی دن پہلے بیٹیم فانے میں اس نے وہ کپڑے پنے تھے۔

پھر بھی اس نے سرچھکا کر خود کو دیکھا۔ کپڑے بے حد میلے تھے۔ کسی کی بگلہ سے تو چیکٹ ہورہ تھے۔ اسے بھین تھا کہ ان میں سے بدیو بھی آرہی ہوگ گرالا بدیو کا پردہ دد سروں کی خوشبو نے رکھ لیا ہے اور وہ نگلے پاؤں تھا۔ پاؤں ابھی بچہ دا بیلے اس نے نوارے کے پائی میں رگڑ رگڑ کر دھوئے تھے لیکن اتنی ہی سی دیر جی اللہ بر پھر میل بختے گئی تھی۔

امنر کو اچانک احساس ہوا کہ ہر مخف اسے گور گور کر دیکھ رہا ہے۔ اس بہنر میں شامل ہونے کا ان لوگوں کے ساتھ چلنے کا کوئی حق نہیں۔ شرمندگی اور من شامل ہونے کا ان لوگوں کے ساتھ چلنے کا کوئی حق نہیں۔ شرمندگی اور من کے احساس نے اس کے جم کو شل کرکے رکھ دیا۔ اس کے قدم پہلے ہو جمل ہو ہے، پھر ست اور دہ ایک طرف ہوگیا۔ سٹ گیا۔ چند لمحوں میں اس کی آنکھیں بھر بئی اور وہ رونے لگا۔

"ابو بھی' میں تو عیدی لوں گا وس روپے۔" اس کے کان میں ایک بیچ کی آواز پری- اس نے کان میں ایک بیچ کی آواز پری- اس نے سر محما کر دیکھا۔ وہ چھوٹا سا بچہ تھا اور اپنے باپ کی انگلی تھامے بابا رہا تھا "دس نا ابو۔"

"وس نہیں میں بیں دول گا اپنے بیٹے کو۔" بیچ کے باپ نے کما "لیکن نماز کے بعد میں ماز کے بعد ملتی ہے بیٹے۔"

امنر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس حقیر کر دینے والے جوم سے کیسے جان بڑائے۔ ای وقت ایک ویکن وہاں آکر رکی ''آؤ بھی' نیو کراچی۔ گودھرا' نالہ' مدینہ اللهٰ باللهٰ نام نمبر' سندھی ہوٹل کالا اسکول آؤ بھی۔ ''کنڈیکٹر آواز لگا رہا تھا۔

امنر کو کمی جگه کا کچھ بتا نہیں تھا۔ بس وہ اس وقت اس بھیڑے نکل لیتا ہاتا ہوا۔ وہ ویکن کی طرف بریھا مر فورا میں اس کے پاؤں رک مجلے۔

"جائے گا بھی؟" کنڈیکٹر نے بوچھا۔ امغرنے اثبات میں سرملایا۔ "تو آجانا۔"

> "مِيے نہيں ہيں ميرے پاس-" کنڑيئر ۾ ليحول ہے۔ مکت ان

کنٹیکٹر چند کیے اسے دیکھتا رہا پھر بولا "آجا ... آج تو عید کا دن ہے۔ نماز کے بر مواریال ملیں گ تو علاقی ہو جائے گی۔"

المنرويكن مين بينه ميا- ويكن مين مرف دو مسافر تھے۔ اس ليے وہ اس

آغوش مادر کی طرح مرمان کی وہال سرجھکانے اظر چرانے اور شرمندہ ہورو ضرورت نبیں تھی اور یمال بیٹ کروہ سکون سے سوچ سکتا تھا۔

تو یہ ہوتی ہے عید! اس نے سوچا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔ اس کا مط ہے' میری عید تو ہو ہی نہیں سکتی۔ یتیم خانے میں بردی عافیت متی۔ ان باتوں کا ما نیں چاتا تھا۔ تیموں کی عید یتیم خانے بی میں بھلی۔ اس نے سوچا۔ یمال تو میرا لئے بہت کچھ چاہیے جو تیبول کے پاس نہیں ہو آ۔ ایک محر ہو' جمال آدمی نمار سكے اور سوسكے۔ آسان كے ينج فث ياتھ پر سونے والے كى كيا عيد- پر مال بن كرے سيئے ميا انگى كر كر عيد كے كرے اور دوسرى چيزيں ولائے باپ مو جوا پکڑ کر عید کی نماز کے لئے لے جائے۔ پھر نماز کے بعد عیدی دے۔ جس کے ہاں سب کچھ نہ ہو' وہ میتم خانے چلا جائے۔

وه سويے جلا جا رہا تھا!

کاا۔ وہاں صاف ستھرا تو لیا بھی تھا اور خوشبو دار **صابن بھی لیکن یہ سب دیکھ کر اخ**تر رہائ^{ے ہ}۔ افروہ ہوگیا۔ اس کے کپڑے بہت میلے مبت گندے ہو رہے تھے۔

"بہ تہارے کپڑے نظے ہیں۔" سلمی بیکم نے کمونٹی کی طرف اشارہ کیا "نماکر

اخرنے صرف ایک نظر کپڑوں کو دیکھا اور پھر حیرت سے سلمی بیٹم کو۔ "دروازه بند کرلو-" ملمی بیگم بولیس-

نمانے کے بجائے اخر دری تک ان کروں کو چھو چھو کر دیکھا رہا۔ یہ کیڑے اس ے ہن وہ پنے گا؟ یہ تو اس نے خواب میں مجمی شیں سوچا تھا۔ اتنے بارے كڑے' وہ نهایا اور خوب جی بھر كے نهايا۔ وہ نہيں جاہتا تھا كہ اس كا بدن ذرا بھى ملا ہو۔ پہلی بار اسے اسنے پیارے کپڑے ملے تھے۔

وہ نما کر کراے بدل کر فکا تو ریاض احمد اور دونوں لڑے تیار ہو بھے تھے "ابھی یہ بل بن جاؤ۔" سلمی بیگم نے اخرے کما "واپس آکر پینٹ شرث پنو مے تو میں

وہ ریاض احمد اور ان کے بچوں کے ساتھ باہر نکل رہا تھا تو سلمی بیکم کچھ مالے کون، رہی تھیں "دمیں نے سب تیاری کرلی ہے۔ گوشت آتے ہی بھون وول

كوشت كاست ى اخترك منه مين بانى بحر آيا۔ اسے نميس معلوم تماكه رياض ا اخرے کمرے میں واخل ہوتے ہی کما وسلام علیم بیکم صاحب!" ملی با انھے بچول کا بھی میں طال ہے "ہم کمال جا رہے ہیں صاحب؟" اس نے ریاض

المجد ... عيد كى نماز برصف-" رياض احمد في كما "اور تم مجم انكل اور ان كى الی کوانٹی کما کرو۔ "

"تي احيا انكل!"

مان متھری نتیض شلوار پین کریوں چلنا اختر کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ذرا دیر مگراس کے اندر خود اعمادی پیدا ہونے کھی۔ مجر کھچا کھی بھری ہوئی تھی اتنے لوگ ... دہاں بازار سے بھی زیادہ جوم

اخر بے سدھ سویا ہوا تھا۔ اسے ریاض احمد نے جگایا۔ ان کے بچ بھیا ا جس جوتے موزے دول گی۔ ہاں سے ٹوبی رکھو سربر۔" وقت سو کر اٹھے تھے۔ اختر نے اٹھنے میں ذرا مستی کی۔ وہ ود مرے مرے میں دالل ہونے ہی دالا تھا کہ اسے سلمی جیم کی آواز سنائی وی "اشعر بیٹے" آپ بھول گئے کہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے بروں کو سلام کرتے ہیں" اس کے بعد اس نے اشما کا۔

> شرمندگی بھرے کہے میں سلام کرتے سا۔ كيروں پر اسرى كر رہى تھيں۔ انہوں نے مراشاكر اسے ديكھا اور مسكراكيں "الله انمت بوچھا۔

الله برے تمیز دار یچ ہو۔" • اختر کا سینہ نخرے پھول گیا۔ پہلی بار کمی نے یوں اس کی تعریف کی می "وحميس نمانا آما ہے؟"

"جي بيم صاحبہ!"

وہ اسے باتھ روم میں لے گئیں۔ وہاں انہوں نے اسے نمانے والا فوارہ ؟

تھا۔ مولوی صاحب وعظ دے رہے تھ" اس مخص کو کچھ دینے کا مد کر اجر نیادہ ہے جو ضرورت مند ہو۔ لیکن شرم کی دجہ سے سوال نہ کرسکے دیے عزت کا خیال ہو اور اپنی سفید بوشی کا بھرم رکھنا ہو۔ اس لیے کہ سوال کرنے وال کسی کسی کے سامنے بھی ہاتھ بھیلا دے گا ... اور اسے مل بھی بہت جائے گا۔ یاد رم جو دو سرول کا پردہ رکھتا ہے۔

"قربانی کے گوشت میں پردسیوں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ آپ اپنا حصہ کی بھی دے سکتے ہیں گر آپ کو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ کمی کا حصہ روک کر کی کو دینے کا کوئی حق نہیں۔ پردوی کا حق ایبا ہے کہ اگر پردوی بھوکا سوگیا اور آپ کھانا کھالیا تو اللہ آپ سے جواب طلب کرے گا اور یہ عذر قبول نہیں فرمائی اس نے آپ کو ہایا نہیں تھا۔ پردوی کے حال کی خبر رکھنا آپ کی ذے داری. سے جسس کے بغیر۔ صرف مشاہرے کے دور پر۔ اس لئے کہ نہ ہتانے پر بھی کھی جس کے بغیر۔ صرف احساس بردار ہونا چاہیے۔

"فریب وہ نمیں ہو ہا ، جو جان بوجھ کر اپنا حلیہ غربوں کا سا رکھ ، غرب اعلان کرے۔ غربت کہ ال ایک محرومی چھپا کر رکھے۔ کوشش کرے کہ ال حال کا کمی کو بتا بھی نہ چلے۔ ایسے لوگوں کو خلاش کرکے ان کی مدد کیا کریں ..."
مال کا کمی کو بتا بھی نہ چلے۔ ایسے لوگوں کو حلاش کرکے ان کی مدد کیا کریں ..."
ماز سے فارغ ہوکر سب ایک دو مرے سے عید کھے۔

 \bigcirc

بھائی جان نماز پڑھ کرواہی آئے تو انہوں نے بیوی کو بتایا کہ انہوں نے آئے سے بات کرلی ہے کا ہے۔ سے بات کرلی ہے کا ہے ہائی ہے کا پیشان ہو گئیں۔ وہ اس مرحلے سے جلد از جلد گزر جانا چاہتی تھیں۔ انہیں ڈر فو دیر گئے گی تو ان کی ہمت جواب دے جائے گی۔

"آپ قربانی تک کمیں جائے گا نہیں۔" باجی نے کما۔ شوہر کی سوالیہ نظروں سے ہواب میں انہوں نے دوساحت کی "چھری تو آپ کو پھیرنی ہے نا۔"
" یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔" بھائی جان نے پاؤں پنج کر کما۔
" تو پھر قربانی کیا ہوئی۔ یہ تو آپ کا کام ہے۔"

"مجھ سے نہیں ہوگا۔" اس بار بھائی جان کے لہجے میں فریاد تھی "آپ سوچیں کہ اگر آپ کو بید کام کرنا ہو تا تو کیا ہو تا۔"

"عورت کے لئے اللہ کا تھم نہیں ہے۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اس کی خاطر میں یہ بھی کر گزرتی۔ اگرچہ دل خون ہو جاتا۔" باجی رونے لگیں۔

بھائی جان کو ان پر ترس آنے لگا "اچھا شمسہ بیگم! میں حوصلہ کرلوں گا۔ آپ "

ای دفت چندو گریں داخل ہوا۔ دہ سیدھا باجی کے پاس آیا۔ اس کے آتے بی بھائی جان اندر چلے گئے۔ ان میں اب چندو کی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہیں نو

چندو آیا اور باجی کی گود میں مر رکھ کرلیٹ گیا۔ وہ بہت اواس نظر آرہا تھا۔
بائی کو اس کی واسکٹ سے نوٹ جھا تکتے نظر آئے۔ انہوں نے نوٹ نکالے "مہوں
ترتم عیدی سمیٹے پھر رہے ہو۔ کھایا پیا بھی خوب ہوگا۔" باجی جانتی تھیں کہ گلی کے
مب لوگ عید اور بقر عید پر چندو کو خاص طور پر ڈرائی فروٹ کھلاتے ہیں۔

باتی نے نوث محنے "خوب کمائی کی ہے گر چندو' یہ تمہارے کام کے نہیں۔ انیں میں صدقہ کردوں گی۔"

چندو کی آنکھول کی نمی افسانہ نہیں تھی۔

اس کے بعد چندو باہر نہیں گیا۔ وہ بابی کی گود میں سر رکھے لیٹا رہا۔ اس کی انہمیں بار بار نم ہو جاتیں اور باجی اپ آئیل کے کنارے سے بونچھ دیتی پھر باجی النے آئیل کے کنارے سے بونچھ دیتی پھر باجی النے کا کہا "اٹھ چندو بیٹے" ظر کا وقت ہوگیا۔ میں نماز پڑھ لول۔"

وہ نماز پڑھ کر آئیں تو دیکھا کہ چندو بے حد مصطربانہ انداز میں ادھرے ادھر کر ہا ہے۔ انہیں دیکھتے ہی وہ ان کے پاس آیا اور پھران کی گود میں سرر کھ کرلیٹ

گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بابی بھی رونے لگیں۔ وہ عید کا دن تھا گر صرف گھرکے لوگوں پر ہی نہیں 'ورو دیوار پر بھی سوگوا_ن چھائی ہوئی تھی۔

\bigcirc

ویکن والے نے اصغر کو کالے اسکول پر آثار دیا۔ اصغر مجد کی طرف بڑھ کا وہاں نماز ہو رہی تھی۔ معجد کے باہر بھیک ماتکنے والے جمع تھے۔ اصغر ان سے ذرا ہر کر مرجھکائے کو الم ہوگیا۔

لوگ نماز بڑھ کر نکے اور حب تونی خیرات کرنے گے۔ ایک صاحب ا امغر کے پاس سے گزرتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وس کا ایک نوٹ اس طرف برھایا "نہیں جی میں بھک نہیں مانگا صاحب!" امغر نے نفی میں مہانا ہوئے کما۔

"کے لو بیٹے۔ آج عید کا دن ہے اور بید میں بھیک نمیں دے رہا ہوں۔" لفظ بیٹے من کر اصغر کے دل پر محونسا سا لگا۔ اسے وہ بیٹا یاد آیا' جو باپ سا عیدی مانگ رہا تھا۔

"تم كمال رہتے ہو؟ مال باب بيں؟" ان صاحب نے بوچھا۔ "میں كہیں نہیں رہتا صاحب! مال باب بھى نہیں ہیں۔ میرا كوئى نہیں ہے۔" "يہ يہ ركھ لو۔"

"صاحب 'ایک بات مانیں گ۔" امغرنے مگیا کر کما "آپ جھے پانچ سائے سائے سے اس میں میں میں میں میں میں میں میں میں می

اس کے لیج میں کوئی چیز تھی' جس نے ان صاحب کے دل کو چھولیا۔ انہا نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دس کا ایک نوث نکالا اور ہیں روپے اصغری طرف بیھائ "لو بیٹے' یہ تہاری عیدی ہے۔"

امنر نے بے حد شکر مخزاری ہے وہ پیے یوں لیے 'جیسے کوئی مقدس جی '' اس کی آئسیں بھیکئے لگیں۔

"بينے عيدى لے كر سلام بھى تو كرتے ہيں۔ تہيں نہيں معلوم؟"
امنر نے نفى ميں سرلايا۔ وہ اس كى زندگى كى پہلى عيدى تقی۔ اسے واقعی
نہيں معلوم تھا۔ اس نے سلام كيا۔ وہ صاحب بولے۔ "جيتے رہو جيئے۔" پھروہ آگے

وہ نواب صاحب سے۔ ان کی ہوی بہت چرچی خاتون تھیں۔ ان کا ڈر نہ ہو تا ہوہ اس لڑے کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اسے نملاتے وحلاتے 'اپنے بیٹے کے صاف سرے کپڑے پہناتے اور ساتھ بھا کر اسے ناشتا کراتے مگر وہ جانے سے کہ بیوی ان کے ولئے لیس گی اور اس لڑکے کو تو شاید مار مار کر اللہ کی راہ میں قربان ہی کردیں۔ پنان چہ وہ دل مسوس کر رہ مجے۔ پھر بھی جاتے جاتے انہوں نے پلٹ کر ویکھا۔ لڑکا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں محبت 'عقیدت' شکر گزاری اور نجانے کیا کیا تھا۔ انہوں نے شرمندہ ہوکر نظریں جھکالیں پھر وہ بلٹے اور گھر کی طرف چل کیا کیا تھا۔ انہوں نے شرمندہ ہوکر نظریں جھکالیں پھر وہ بلٹے اور گھر کی طرف چل

اصنر انہیں جاتے ہوئے دیکھا رہا پھر اس نے ہاتھ میں موجود نوٹوں کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی بھوک کا احساس جاگ اٹھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک ٹھیلے پر چورلے بک رہے تھے۔ وہ اس طرف چل دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا آج کے دن بھی گوشت نہیں ملے گا۔

\bigcirc

امداد صاحب کے ہاں قربانی ہوگئی تھی۔ ان کی بیوی نے ایک حصد گوشت فررزر مل رکھا اور باتی گوشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کما "مید ندی والول میں دے اکسی۔"

ندی کے اروگرد ایک کچی بتی تھی۔ وہاں کے باس پیر کالونی میں ندی والے کلاتے تھے۔ دہ بہت غریب لوگ تھے۔ مرد گھر بیٹھ کر چھوٹے موٹے کام کرتے یا خالی بیٹھ سے مور تیس کھروں کے کام کاج کرکے گھر چلا تیس۔ پیر کالونی میں تمام کوشت ندی والوں میں بجوا دیا جا تا تھا۔

اں لئے اور زیادہ فکر مند تھیں کہ بچوں نے ناشتا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا کہنا فاکہ اب گوشت ہی کھائیں کے اور ڈٹ کر کھائیں گے۔

فاكد اب كوشت بى ها ين ع اور وت مر ها ين عرياض احمد بابرس آئ توسلى بيكم في ان پر پريشانى ظاہر كى- "سلى بيكم ،
پراميد چھوڑ ديں-" رياض احمد في افسروگي سے كما- "يمال پروسيول كے ہال كوشت
بجوانے كا رداج نميں ہے-"
الميد كي كي يہ جائے كا رداج تميں ہے-"

"وکیر کر آرہا ہوں۔" ریاض احمد بولے "ابھی امداد صاحب طے۔ وہ کی گھروں اور کئی گھروں کا گوشت لاد کر ندی والی بہتی میں لے جا رہے تھے مستحقین میں بانٹنے کے لیے۔ بنا رہے تھے کہ یمال ایک ایک گھر میں کئی کئی قربانیاں ہوتی ہیں۔ رشتے رادوں کا بھی میں حال ہے اس لیے گوشت غربوں اور مستحق لوگوں کو مججوا ویا جا آ

"عجب فلفه -- "ملى بيم مبنبلا كئي-

ریاض احر کو خیرت ہوئی "عجیب نہیں۔ فطری بات ہے۔" وہ انہیں سمجھانے گے "آدی کو اپنے اسٹیٹس کے مطابق اقامت اختیار کرنی چاہیے۔ آدمی غریب ہو بائے تو اے متمول لوگوں کے درمیان رہنے کا کوئی حق نہیں بلکہ وہ اس کے لئے مضر اور نقسان وہ ہی ثابت ہوگا۔"

"آب كا مطلب ب، بمين ان حالات مين ندى مين رمنا جابيد-" ملمي بيمم كا لجر تاخ بوكيا-

"اب جب سخت وقت گزر چکا ہے۔ صرف دو دن گزار نے ہیں ہمیں تو آپ المئے مرکو کیوں رائگاں کرتی ہیں سلمی بیگم۔ پرسوں انشاء اللہ ہم قربانی کریں گے۔"
"جھے آج اور کل کی فکر ہے۔ آپ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ آج میں بچوں کو کی طور پر بہلا نہیں سکتی اور پھرید زیادتی ہے کہ گلی کے ہر گھر میں قربانی ہو اور میرس نیج گوشت کو ترسیں۔" سلمی بیگم کا لہے۔ تیز ہوگیا۔

"الله سبب الاسباب ہے۔" ریاض احمہ نے محصندی سانس لے کر کما۔ ملمی بیگم حقیقت بیند تھیں۔ انہوں نے پہلی فرمت میں دال چڑھالی کیکن ہی امداد صاحب پر مولوی صاحب کے مبح کے وعظ کا محرا اثر ہوا تھا۔ انہول ر کما "پروس میں تو کوشت بھجوا دیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں۔ سب کے ہاں قربانی ہوتی ہے۔ بعض گھرول میں وز تین ہوتی ہیں۔ یہ انہیں دے کر آئیں'جن کا حق ہے۔"

"مشتی کا تو بعض او قات پتا بھی نہیں چتا" امداد صاحب نے کما اور م_{ولیا} صاحب کے وعظ کا خلاصہ بی**کم کے گوش گزار کر دیا۔**

امداد صاحب کو غصہ تو بہت آیا لیکن بیوی سے دیتے تھے، فاموش ہوگئے۔ ای وقت پڑوس کا ایک بچہ آگیا "انکل، ای عمہ رہی ہیں، اپنا گوشت لے کر جائیں قو اللا گوشت بھی لیتے جائیں۔ ندی والوں کو دینا ہے۔"

بیم نے اراد صاحب کو تمسنرانہ نظروں سے دیکھا "دیکھا آپ نے؟" ان کے ان تین لفظول میں بہت کچھ تھا۔

اراد صاحب نے کندھے جھکائے اور سوزدی کی چابی اٹھال۔

 C

بچوں کو سلمی بیگم اور ریاض احمد نے الگ الگ دس دس روپے عیدی دن تھی۔ اخر نے ہا تھی۔ نماز سے آنے کے بعد انہوں نے بچوں کو بیڑے بدلوا وید تھے۔ اخر نے ہا بار بینٹ قمیض بہنی تھی۔ وہ عجیب سا محسوس کر رہا تھا اور باہر نکلتے ہوئے ججک دا تھا۔ پھو فرق جوتوں اور موزوں سے بھی پڑا تھا۔ وہ نگلے پاؤں چلنے والا جوتے ہاں کر پیشان ہو رہا تھا گر پھر اشعر کو دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ وہ یقیعاً "اچھا لگ رہا ہوگا۔ کیوں کہ اشعر اچھا لگ رہا ہے وہ اشعر اور فیاض کے ساتھ باہر چلا گیا۔ انہوں نے جھولا جھولا اور بوتل بی۔ ادھر اوھر گھومتے ہوئے اچا تک اسے بھوک گئے گی۔ یادھر گھر میں سلمی بیگم پریشان تھیں۔ ان کی گوشت بھونے کی سب تاریاں

ادھر کھر میں مسمی بیٹم پریشان ھیں۔ ان کی کوشت بھوننے کی سب تباریا^ں مکمل تھیں مگر ساڑھے کمیارہ بجے کے باوجود اب تک کہیں ہے کوشت نہیں آبا۔ ا

سوچ کروہ لرز رہی تھیں کہ بچوں کو کیسے قائل کر سکیں گی۔

تھوڑی دیر بعد بج بھی آگئے۔ حسب توقع انہوں نے آتے ہی کما مرو کھلائیں ای! بہت بھوک گلی ہے۔"

"اس وقت تو میں وال یکا رہی ہوں۔" یہ کتے ہوئے سلمی بیگم اتن شرر منس کہ مجھی زندگی میں نہیں ہوئی تھیں المحوشت ابھی آیا نہیں۔ آئے گا و موشت

"جی ای ! استے دن سے آپ آج کے لئے کمہ رہی تھیں 'اب تو میں گوٹر، ى كھاؤں گا۔" يە اشعر تھا۔

اخترنے حیرت سے دونوں بچوں کو دیکھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ بھی ار کی طرح موشت کو ترس رہے ہیں۔ اس نے منہ سے پچھ نہیں کما۔ بس افروہ ہوگیا۔ ایک بجا ڈیڑھ ج گیا۔ کمیں سے گوشت نہیں آیا۔ فیاض اب بعوک ، بلک رہا تھا' لیکن وال کھانے کو تیار شیں تھا۔ یمی حال اشعر کا بھی تھا۔ میونہ مجل ایک طرف سر ڈالے یوی تھی۔ سلمی بیگم کا چرہ یوں سپید ہو رہا تھا جیسے کسی نے ال کے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی مچھوڑ کیا ہو "وقم تو کھالو میمونہ بٹی۔" انہوں کے

میمونہ نے سر اٹھا کر اشیں دیکھا۔ اس کی نگاہوں کی شکایت ملمی بیکم کا مل كاث منى "اى ... جھے بھوك نيس ہے-" ميموند نے آہست سے كما۔ سلمی بیم کے لئے آنسو رد کنا مشکل ہوگیا۔

یہ سب دیکھنے کے بعد اخر ریاض احم کے پاس چلا گیا "انکل" ہر کمریس قربانی موئی ہے پھر آپ کے گھر گوشت کیوں نہیں آیا؟"

"بينے عين تمين سمجا نيں سكا۔" رياض احمد نے ب بى سے كما جرات سمجمانے کی کوشش کی۔

"انكل كوئى بمى كهانا نهيس كها رباب- چهونا فياض رو رباب-"

"بين سچه بھي نمين كرسكتا مينے۔"

«ين تو كرسكنا بول انكل- من كوشت مانك لاول كا-" "نيس اخر - مانكنا مهى نهيس-" رياض احمه في سخت ليج ميس كما "ميس حميس عمارا ہوں کہ دنیا میں ترتی وہی لوگ کرتے ہیں 'جو اللہ سے ماسکتے ہیں اور اپنی فی اور زور بازد پر بھروسا کرتے ہیں۔ اس لیے میں نے حمیس بھی مدد کی پیکش نیں کی۔ میں نے تم سے میں کما ناکہ تم گھروں میں اخبار ڈالنا اور دکان میں میری مدو را ین خود کمانا۔ پھر برحنا اور بیے بچانا بھی۔ اس کے بعد ویکھنا انشاء اللہ ایک دن ومیں گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاؤں گا۔" نتھے فیاض نے پاؤل سٹنے ہو۔ نربت برے آدی بنو مے۔ میں تمہاری مدد کروں گا تو تم خود کچھ نہیں کرسکو مے۔

بوٹے ہی رہ جاؤ گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟" "جي انكل**! مي**ن سمجھ ^حميا۔"

"وعدہ کرد مجمی کی سے چھ شیں ماگلو گے۔ ہاں کوئی خود سے پچھ دے اور وہ می شدید ضرورت میں و الگ بات ہے۔ اس سے بھی بیخ کی کوشش کرنا۔" "میں وعدہ کرتا ہوں انکل!"

اخر اندر چلا گیا۔ تین نے رہے تھے۔ بھوے بچے روتے روتے سو مکئے تھے۔ اُن مجی بسر پر لیٹی تھیں۔ وہ شاید رو رہی تھیں۔ اختر بے آبانہ شملاً رہا۔ انکل نے كاتما الله سے ماكك اور اين عقل اور زور بازو سے كام لو بي معالمه زور بازو كا تميں فاکد وہ کی سے گوشت چھین لا آ۔ اسے عشل سے کام لینا تھا۔

اس نے افردگ سے سوتے ہوئے بچوں کو دیکھا۔ یہ ان لوگوں کے بچے تھے، جنول نے اسے سارا دیا تھا۔ محبت دی تھی۔ عید کی خوشی وی تھی جب کہ وہ اپنے

ایک دن اور ایک رات میں وہ بہت بدل کیا تھا۔ میتم خانے میں بھی وہ تیز و الرادر جارحیت بند تھا مراب اس کے پاس خود اعتادی بھی تھی۔ وہ سوچتا رہا۔ ات أيك آئيذيا سوجه حميا- وه الفا اور كجن مين چلا حميا-

الماره من بج سے کہ دروازے پر دستک موئی۔ امداد صاحب نے خود جاکر

دروازہ کھولا۔ ایک خوش شکل اور خوش پوش لڑکا کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں نہ ایر ٹرے تھی۔ ٹرے میں ایک برتن تھا، جس پر کپڑا برا تھا۔

امداد صاحب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا "کماں سے آئے ہو بیٹے؟"
"میں آپ کے برابر والے گھرسے آیا ہوں ریاض صاحب کے ہاں مے۔"
"تم ان کے بیچے تو نہیں۔"

"جی میں ینتم ہوں۔ کل میں بھوک سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ مجھے اپ گر لے آئے۔ سونے کا بستر دیا 'کھانا کھلایا اور صبح نئے کپڑے دیے۔"

"ریاض صاحب بلاشبه بهت اچھے انسان ہیں۔" سریاض صاحب بلاشبہ بہت اچھے انسان ہیں۔"

"بيه ميں ان كے گھر سے لايا ہوں كين انہيں پا نہيں ہے۔ آپ بيه برق انہيں واپس بھی نہيں بھيج گا۔ انہيں پانه چلے كه ميں بيد لايا تھا۔" امداد صاحب كى سمجھ ميں نه آيا كه بيد كيا معما ہے۔ عجيب پراسرار معالمہ تا۔ انہيں گڑيو كا احساس ہونے لگا "نہيں بھئى" ميں تو نہيں ليتا۔"

"ديكي كوئى اور بات موتى تومس آپ كويد سب بتا يا بى كيول - كهناكم آنى ل بلم كے لئے نيا تھا۔

مجوایا ہے اور آپ لے لیتے۔» سریری از سریت میں میں میں اور آپ کے ایک اور آپ کے لیتے۔»

لڑکے کی دلیل دل کو لگنے والی تھی "مگربات تو پاچلے" "آپ اندر جاکر دیکھیں گے تو سب سمجھ جائیں گے۔" لڑکے نے کہا "خداکے

اب اندر جار دیکھیں کے تو سب مجھ جائیں گے۔" کو کے نے کما "خدا۔ کے 'آپ یہ اندر کے جائیں۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی امداد صاحب نے ٹرے لے ل۔ وہ اندر کتے «کیا ہے؟" ان کی بیکم نے بوچھا۔

"ویکھا ہوں۔" امداد صاحب نے کما اور قاب پر سے خوان ہٹایا۔ وہ سائے ہی آگئے۔ زمین انہیں واضح طور پر اپنے بیروں کے پنچ سے سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بیگم برے بجس سے آئیں۔ قاب میں دال دیکھ کر ان کا منہ بن گیا "بید کیا؟ کون وے کر گیا ہے۔ منہ پر ماریں اس کے۔"

"تم بقر عید کے دن کئی کے گھرسے دال آنے کا مطلب سمجھتی ہو؟ نہیں سمجھتیں۔" ارداد صاحب سرد لہج میں بولے بدبخت عورت میں نے مہم بھی کہا تھاکہ

روں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اب دیکھو' سرپر ہاتھ رکھ کر روؤ اور توبہ کرو۔ تہمارے میں قربانی ہوئی ہو۔ تہمارے میں قربانی ہوئی ہوئی ہیں ایک گھر ایسا کے ہماں دال کی ہے۔ تف ہے تم پر۔ یہ قربانی قبول ہوگی بھلا۔"

ے جہاں دال کی ہے۔ تف ہے تم پر - یہ قربانی قبول ہوگی بھلا۔" بیم کا چرہ فق ہوگیا "یہ کس کے ہاں سے آیا ہے؟" "یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ وہ عزت والے اور خود وار لوگ ہیں۔ یہ انہوں نے

"یہ میں مہیں باقال کا۔ وہ عزت والے اور حود دار لوگ ہیں۔ یہ اسمول کے اس میں میں باقت کا در عود دار لوگ ہیں۔ یہ اسمول کے اس میں میں تو معلوم بھی نہیں۔ یہ مجھے ایک فرشتہ دے کر گیا ہے۔ اب یہ بن محر میں رضنا یا کسی کو دے دینا اور ان کے بارے میں مجتس نہ کرنا۔"
"کون ہوسکتا ہے؟"

"میں کمہ رہا ہوں' مجس نہ کرنا اور یہ تم جان بھی نہیں سکتیں۔ ہے نا کمال کہات؟ اے کتے ہیں' سفید بوشی۔ اب تم جلدی سے ایک وش میں بھنا ہوا گوشت

وہا اور فریزر کے گوشت میں سے آدھا نکالو۔ آدھے سے زیادہ ہو' کم نہ ہو اور یہ بالیق سے ٹرے پر رکھ دو۔" ایراد صاحب کے لیج میں الیا تحکم تھا' جو ان کی بگر کر لئز نا تھا

"آپ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے برا لگ رہا ہے۔" ان کی بیگم گر گرائیں۔ "خدا کی شم میں شرمندہ ہوں۔ آپ کمیں تو میں پورا گوشت دے دوں ۔ ہمارے ہال کل میں تو قبل تو قبل کی تو قربانی ہوگ۔"

"بس جو میں نے کما ہے ' وہ کرو۔"

 \bigcirc

المربولا-

ریاض احمہ نے شک آمیز نظروں سے اختر کو دیکھا "دخمیں کیسے پتا چلا؟" "بس انکل' میرا دل کمیہ رہا تھا۔" اختر نے معصومیت سے کما۔ اض احمد سرحتے رہے۔ اختر تو ماہر بھی نہیں گیا تھا۔ اس پر شک کا کوئی جواز

ریاض احمد سوچتے رہے۔ اخر تو باہر بھی نہیں گیا تھا۔ اس پر شک کا کوئی جواز نہر تھا بھر امداد صاحب نے کما تھا کہ انہیں اور گھروں میں گوشت لے کر جانا ہے۔
ان کا مطلب ہے کہ امداد صاحب مختلف آدمی ہیں۔ وہ پڑوسیوں کو گوشت بھجواتے

ہں۔ "انکل تیسری رات آپ مجھے اس چور کی پر لے کر چلیں مے نا؟" اختر نے انبی جو نکا دیا۔

وہ مسرائے۔ ول و دماغ پر سے بہت برا بوجھ بہٹ گیا تھا۔ وہ خوش تھے۔ "ہاں معلیٰ المار اصغر کو بھی لے "سمیں مے۔"

"آئیں بھی سب لوگ۔ کھانا کھالیں۔ "سلمی بیم نے چکتی آواز میں بکارا۔" بخ واکنگ ٹیبل کی طرف لیکے۔ ان کی عید کی صبح ہو گئی تھی۔

 C

امنر ادھر ادھر گھومتا' کھیل تماشے دیکھتا پھرا۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ بھوکا تو اس نے تین پلیٹ چھولے کھا لیے تھے لیکن اس کی گوشت کی تمنا پوری میں ہولی تھی۔ اس نے تین پلیٹ چھولے کھا لیے تھے لیکن اس کی گوشت کی تمنا ہوا تو اس میں ہولی تھی۔ تکلیف کا احساس ہوا تو اس کے بھل کر دیکھا اس کے تلوے ہیں سے خون فکل رہا تھا۔ شاید کوئی شیشہ چھا تھا۔ بدو لگڑا کر چل رہا تھا۔

 \bigcirc

بائی عمر پڑھنے کے بعد دعا کر رہی تھیں۔ اے اللہ ' مجھے مبراور میرے چندو اوممل دے۔ یہ دعا کفتوں میں تھی اور ان کی آکھوں میں تنہے دانے کی اسلامی کا تعلقہ کی میں تھی۔ میں تھی۔

انهول نے چرے پر ہاتھ پھیرا اور سرتھما کر چندو کو ویکھا' جو مصطربانہ انداز میں

اخر بچھلے دروازے سے باہر گیا تھا اور ادھر ہی سے واپس آگیا۔ واپس آگرو، چیکے چیکے سب بچوں کو جگانے لگا ''اٹھ جاؤ گوشت آنے والا ہے۔ کھانا کھانا ہے۔" تیوں بچ چونک کر اٹھ بیٹھے لیکن ان کی نگاہوں میں بے یقینی تھی۔

"دوس سے کہ رہا ہوں۔ دیکھنا ابھی دروازے پر دستک ہوگی اور گوشت آئے گا۔"
ابھی وہ یہ کہ ہی رہا تھا کہ اطلاعی تھنٹی بچی۔ ڈرائنگ روم میں افرور بیٹھے ہوئے ریاض احمد نے دروازہ کھولا۔ دہاں امداد صاحب کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹرے تھی۔ ٹرے پر ایک قاب اور کانی سارا کچا گوشت تھا۔ قاب پر خوان تھا دومعانی چاہتا ہوں ریاض بھائی !" امداد صاحب نے معذرت خواہانہ لیج میں کما دمارے ہاں قربانی ذرا دیر سے ہوئی۔ ہے تو ناوقت لیکن قبول فرمالیں۔"
"ایک کوئی بات نہیں امداد صاحب!"

"برتن میں بعد میں لول گا اور محلے والوں کے ہاں بھی جانا ہے گوشت لے

ریاض احمد ٹرے لے کر اندر آئے۔ انہوں نے سلمی بیکم کو اٹھایا۔ قاب بیل بھنا ہوا گوشت تھا "دیکھا سلمی بیکم 'الله مسبب الاسباب ہے۔ آپ خواہ مخواہ پریثان ہورہی تھیں۔ اب بچوں کو جگائیں اور کھانا لگائیں۔"

مر بتا چلا کہ بچ پہلے ہی جاگ رہے ہیں "اخر بھائی ٹھیک کمہ رہے تھے۔" فیاض چلایا 'گوشت آگیا۔"

"کیا که رہا تھا اخری" ریاض احرنے چونک کر پوچھا۔

"جمیں سوتے سے جگایا اور کئے لگے اٹھ جاؤ "کوشت آنے والا ہے۔"

ران بات کو کوئی چینج شیں کر سکتا تھا۔ دینہ بلک بلک کر رونے گی۔ "کمیا کرتی ہیں باجی۔۔۔"

«بس حبینه---» بیند. وکنا تو حبینه کربس می نهیں تقارای ترایعی تدا: کاگا، گھیڈ ورلیا

آنو روکنا تو حینہ کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے اپنی آواز کا گلا گھونٹ لیا۔ "دکیر چندو' میری جان' میرے لال۔۔ ماں کی محبت کی لاج رکھ لے آج۔" اِی نے چندو کے کان میں کما۔

اور اچانک چندو یول کورا ہو گیا ، جیسے اس کی ٹاکول میں جان پر مئی ہو۔ "چندو-- میرے بیئے-- میرے لال-- جا ، قربانی چیش کرے" باجی کی آواز ان

چدو ۔۔ یرے بیات کی اواز ان کی آواز نہیں گے۔ یرے ماں۔ جا حربای پیل حرب بابی کی اواز ان کی آواز نہ نظے۔۔۔ وم یہ اواز نہیں لگ رہی تھی۔ "دیکھ میرے بچ ان کا گلا یوں رندھا کہ آواز بند ہو گئی۔ ہارنا میرے لال۔۔ نہی خوشی۔۔۔ "ان کا گلا یوں رندھا کہ آواز بند ہو گئی۔

چندد متانہ دار' بانکین سے چانا مقل کی طرف۔۔ امردد کے در فت کی طرف با جناں بھائی جان اکردل بیٹے سے۔ چندو دہاں پہنچ کر اس طرح لیٹا کہ اس کا منہ اُمان کی طرف تھا۔ جیسے چھری کو گلا پیش کر رہا ہو۔

دیکھنے والوں کی چین نکل گئیں۔ باجی نے اپنے منہ میں دویئے کا گولا بنا کر

چدو نے سر محما کر قسائی کو دیکھا، جس کے ہاتھ میں چمری تھی۔ اس کی آگھول میں خوف جھاکا۔ وہ قسائی کو دیکھا رہا۔ قسائی نے بھائی جان سے کما۔ "چھری گنا کھرے گا جناب!"

"میں پھیروں گا۔" بھائی جان نے کما لیکن ان کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ قمائی نے چھری ان کے ہاتھ میں دے دی۔ "میں اسے باندھ دوں؟" "اس کی ضرورت نہیں۔" باجی نے بلند آواز میں کما۔

چمری بھائی جان کے ہاتھ میں آتے ہی چندو کی آتھوں سے خوف عائب ہو اللہ اس کے بات کی میں است کی جندہ کریں لینے لگا۔ وہ اٹھا' اس نے

صحن میں الل رہا تھا۔ قسائی کماں رہ کیا۔ باجی نے سوچا کمیں ایبا تو نہیں کہ زکرا صاحب نے اسے کما ہی نہ ہو۔

ای لیح بھائی جان قبائی کو لے کر گھر میں واض ہوئے۔ ان کا چرہ ستا ہوا تا قسائی کے گھر میں قدم رکھتے ہی چندو کا بڑا شدید روعمل سامنے آیا۔ وہ علی سے ڈری ڈری آواز نکالتے ہوئے باتی کی طرف لیکا اور باتی کی گود میں چینے کوشش کرنے لگا۔ باتی نے اسے خود سے لیٹا لیا اور اسے تھیئے لگیں۔ "ڈر آ ہے رے چندو حوصلہ کر میرے بیٹے میرے لال۔" انہیں احباس ہوا کہ چندو پر ارا طاری ہے۔ "تجھے تو بتا ہے ' میں تجھے کتنا چاہتی ہوں۔" باتی کا اپنا ول بھی یوں وطرئ رہا تھا ' جیبے اپنی ہی تیزی کے ہاتھوں بھر ہونے والا ہو۔ وہ خود بھی کانپ رہی تھی۔ دہا تو تو میرے جگر کا گڑا ہے رے چندو۔ بیٹے ' میرے لال ' حصلہ کر ورنہ ماں کا با موال ہو گا۔ یول تو تیری ماں مرجائے گی چندو۔" وہ اس کے کانوں میں محبت بمری مرکوشیاں کر رہی تھیں۔ اس کا حوصلہ بیرھا رہی تھیں۔ گر چندو کی کوشش یہ تھی کہ ان کی آخوش میں یوں سائے کہ کی کو نظر نہ آئے۔

بھائی جان قسائی کو لے کر گلی میں واضل ہوئے تو انہیں عابد نے دیکھ لیا۔ ایک منٹ کے اندر پوری گل کو معلوم ہو گیا کہ بھائی جان کے ہاں قربانی ہو رہی ہے۔ بہ خیال کسی کو نہیں آیا۔ سوائے امال کے۔ کہ یہ چندو کی قربانی ہے۔ پھر بھی گلی کا لڑکے تماشا دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے گر جب انہیں اندازہ ہوا کہ قربانی چندو کی ہو دہا ہے تو گلی میں کھلیلی چھ گئے۔ گلی کی تمام عور تیں 'بچے اور مرد آگئے۔

باجی نے چندو پر گلاب چھڑکا۔ اس کے عطر نگایا پھڑ انہوں نے دیکھا کہ بورگا گل اکٹھا ہو گئ ہے۔ انہوں نے لکار کر کہا۔ دسنو۔ جھ کھے گئے ڈیادہ چندو کو کوئی نہیں چاہتا اور میں بنی خوثی بغیر کسی لالچ کے اسے اللہ کی راہ میں قربان کر رہی ہوں آ سب کو قتم ہے کوئی بحث نہ کرے۔"

سب کو سانب سونکھ میا۔ باجی اور بھائی جان سب کیلئے محرم سے اور پرمن

بیٹے ہوئے بھائی جان کے کندھوں پر دونوں اگلے پیر رکھے اور ان کے رخمار پر بار کیا۔ وہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ اس نے بھائی جان کو اس طرح بیار کیا ورنہ بارا بید انداز صرف باجی کیلئے مخصوص تھا بھروہ دوبارہ اس طرح لیٹ گیا۔۔ سرایا سردگ۔ مرتسلیم خم کئے۔۔

بھائی جان کا چھری والا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔ "ایسے کیسے کام چلے ہ جناب!" قسائی نے انہیں ٹوکا۔ "مضبوطی سے چھری پکویں۔ تینوں نسیس کاٹنا ہوں ک ورنہ جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔"

یہ سنتے بی بھائی جان کے ہاتھ کو قرار آئیا، جیسے اندر سے کسی نے کہا ہو۔ ر اوب ناداں۔۔! انہوں نے دعا پڑی۔ منہ چھیرا۔ یہ سوچ کر کہ وہ دیکھ کر تو یہ ب نہیں کر سکتے لیکن فورا ہی انہیں احساس ہو گیا کہ بغیر دیکھے وہ چندو کی مشکل آساں نہیں کر سکتے۔ اس کی اذبت بڑھا ویں گے۔

انہوں نے اس کے گلے پر نظر جمائی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے فا رہے تھ 'جو نظر کے سامنے تھیں۔ انہوں نے پھر دعا پڑھی ' تکبیر۔۔۔ اور چھری پیر دی۔

دیکھنے والے آج بھی گواہی دیں مے کہ چھری پھرنے کے بعد چندو کے طلّ سے خرخراہٹ کی آواز ضرور نکلی لیکن چھری پھرنے سے پہلے نہ اس نے مزاحت کی' نہ طلق سے کوئی آواز نکالی۔۔ باجی نے میں تھم تو دیا تھا تا۔

الل آگی تھیں۔ انہوں نے سب لوگوں کو بھیج دیا تھا۔ بھائی جان کو مطلے کے کچھ لوگ کے گئے تھے۔ انہوں نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔

* "اب کلجی بھونو شمہ۔" امال نے کہا۔ "یہ شہیں ہرحال میں کھانی ہے۔" "امال-۔ اولاد کا کلجا مائیں تو نہیں کھاتیں وائین کھاتی ہیں۔" باجی نے فراد

"قربانی کو رائیگال کرنے والی باتیں مت کرو۔" امال نے سخت لیج میں کما۔ "ٹھیک ہے امال۔"

گریس قصور کی میتھی نہیں تھی۔ بابی نے سوچا گل میں موجود کمی بجے سے علی الیس گا۔ یہ سوچ کر انہول نے دروازے سے جھانکا۔ ان کی دیوار سے لگا سات آٹھ سال کا ایک بچہ بیٹا تھا۔ "کون ہو تم بی؟" بابی نے یوچھا۔ "پہلے کبھی نہیں

"یں اصغر ہول-" نیچ نے روتے ہوئے کہا۔

"فیشه لگ گیا شاید-"

باتی باہر نکلیں۔ انہوں نے معائنہ کیا۔ تلوا اچھا خاصا کٹا ہوا تھا۔ "چلو اندر" میں دھو کر دوا لگا دوں اور پٹی باندھ دوں۔" باجی نے کما۔ اسی وقت انہیں عابد نظر آ گیا۔ "عابد" ملا جی کی دکان سے قصور کی میتھی کا ایک پیکٹ تو لا دے جلدی سے۔"

وہ بچ کو اندر لے سمکل کام تھا۔ بچ کے پیر بہت گندے ہو رہے تھے۔ "کتے گندے رہتے ہو۔ عید کے دن بھی نہیں

ناتے؟" بابی نے دوا لگاتے ہوئے کہا۔ "کپڑے بھی میلے چیکٹ ہو رہے ہیں۔" پچہ رونے لگا۔ بابی نے پٹی نکالی اور زخم پر لپیٹنے لگیں۔ "کہاں رہتے ہو؟" "کہیں نہیں بیٹیم ہوں۔ کوئی ٹھکانا نہیں۔"

بائی کرید کرید کر پوچھتی رہی۔ اصغرنے انہیں پوری کھا سنا دی۔ "بقر عید کے اللہ میں تمہیں گوشت نہیں ملا؟" باجی نے اچنجے سے کما۔

" کچے گوشت کا میں کیا کر نا ای۔۔"

ائی ئن کر باجی کا دل اس زور سے دھڑکا کہ بس پہلی بار کوئی انہیں ای کمہ رہا نلسه اور دہ بھی چندو کی قربانی کے ذرا ہی دیر بعد۔۔۔

"میں کمال پکا تا اور پکا ہوا گوشت کسی نے دیا ہی نہیں۔" "تو فکر نہ کر ۔ مذہ تھ مر سر ماہ میں مصر محقد ہی تھے کر گوش

"تو فکر نہ کر۔ ہفتہ بھر میرے پاس رہ میں مجھے بی بھر کے گوشت کھلاؤں گی۔" "مگر عید کی تیسری رات مجھے جانا ہے امی۔ میں اختر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" بابی سوچ رہی تھیں کہ اس بچے کو بیٹا بنا لیس می لیکن دو بچے مسئلہ تھے۔

محلے میں اصغر جیسے کئی بچے تھے۔ باجی نے ایک جوڑا لیا اور بچے کو دیا۔ "ہے نما دھو کر پہن لو۔ اتنے میں تمہارے کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

اصغر نها کر کپڑے بہن کر واپس آیا تو باجی کلیجی بھون چکی تھیں۔ انہوں ا اسے کھلایا اور اس نے خوب ڈٹ کر کھایا۔ امال باجی کو کھانے کی تلقین کر رہی تم اور باجی کا یہ حال تھا کہ ہر لقے پر رو رو کر تڈھال ہوئی جا رہی تھیں۔

بھائی جان نے بھی اماں کے اصرار پر تھوڑی سی کیلبی کھا لی لیکن ان کا بھی ہا ل تھا۔

باجی نے اپنے جھے کا گوشت کسی کو شیس دیا۔ انہوں نے اسکلے تین دن می امغرکی گوشت سے اتن تواضع کی کہ وہ گھرانے لگا۔

عید کی دو سری رات باجی نے خواب ویکھا کہ ایک بہت خوب صورت شیر خاا * بچہ باشیں بھیلا کر ان کی طرف ہمک رہا ہے۔ جرت کی بات بیہ تھی کہ وہ بول مجی ا تھا۔ "ای --- مجھے گود میں لے لیں۔ میں آپ کا چندو ہوں۔ آپ میرا چاہ جہا درکھ دیں 'میں ہوں آپ کا چندو ہی۔ مجھے گود میں لے لیں۔ " دلکین چندو میں نے تہیں قربان کر دیا تھا۔"

"دیں ایک بت خوبصورت جگہ چلا گیا تھا ای ! پھر کمی نے مجھ سے کا اُن شمسہ بی کے پاس جاد وہ تم سے بت محبت کرتی ہیں۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سنہا جاد' جاکر انہیں بتا دو کہ اللہ پاک ان سے بہت خوش ہیں۔ پھر میں آپ کے پاں اُن آیا۔ جھے گود میں لے لیں امی۔۔"

باجی خوشی سے رونے لگیں۔ انہوں نے بانہیں پھیلائمیں اور بیچ کو آخوٹی ہیں۔ بھرلیا۔ ''بیج ہے چندو بھی میں مہارا ہ بھرلیا۔ ''بیج ہے چندو بھے تم سے بری محبت ہے لیکن اس روپ میں 'میں تہارا ہ چندو نہیں ' فہیم رکھوں گی۔۔'' اس کے ساتھ ہی باجی کی آ تکھ کھل میں۔ ای

الى نے يہ خواب س كركما۔ "مبارك ہو شمسه" الله پاك نے تمهارے ليے الله باك نے تمهارے ليے الله بنا منظور فرمایا ہے۔"

اس رات امغر رخصت ہونے لگا تو باجی نے اسے ایک نیا جوڑا ویا ، چندو کی بیای کے بیے دیے اور بھنے گوشت کی بوٹلی بنا کر اسے دی۔ "تم اور اخر اسے مالے" انہوں نے کما۔ "اور وہال ، کوئی پریشانی ہو تو یمال آ جانا۔"

"شکریہ ای۔" اصغرنے کما لیکن اس وقت وہ اختر کیلئے تڑپ رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اختر کا بھی میں حال ہے اور وہ ریاض احمد کے ساتھ اس چور گلی پر پنخ اللہ ہے۔

دونوں دوست ایک ہی وقت میں بنگلے کے وروازے پر پنچے۔ وہ سائیکلوں پر برارشے اور مختلف سمتوں سے آئے تھے۔ وہ بنگل ریاض احمد کا تھا، جو انہوں نے عید کے کھم ہی دن بعد خرید لیا تھا۔ انہوں نے وعدے کے مطابق انہیں سرونٹ کوارٹر میں کہ ل تھا۔

نگلا ریاض احمد کا تھا لیکن سائیکلیں دونوں لڑکوں کی اپنی تھیں۔ وہ انہیں ریاض انم نے خرید کر دی تھیں لیکن دونوں نے دو میننے میں سائیکلوں کی قیت انہیں واپس کردی تقی۔ وہ کچھ بننے کی آرزو میں جینا سکھ رہے تھے۔

"آج بچھ دیر ہو گئے۔" اخر نے سائیل سے اترتے ہوئے کہا۔
"بال' اخبار ذرا دیر سے ملے تھے نا۔" اصغر نے کہا۔ "اب جلدی کرو۔ اسکول

"فیک ہے انکل۔ اسکول کی چھٹی ہوتے ہی آ جائیں گ۔" دونوں نے بیک اُنا کا چروہ کوارٹر کی طرف لیکے۔ اسکول کیلئے بھی تیار ہونا تھا۔

باجی یوں گھرائی ہوئی بیٹی تھیں جیسے عدالت میں ہوں اور ان کے متعلق ن سایا جانے والا ہو۔ لیڈی ڈاکٹر انہیں دیکھ کر مسکرائی۔ "آپ اتن پریشان اور نردس کیون ہیں؟" "بات ہی ایس ہے ڈاکٹر۔" بات کے بات میں اور اعصائی دباؤے چھٹکارا پانا ہو گا۔ بہت احتیارا میں اور اعصائی دباؤے میں اور اعرائی دباؤے میں اعرائی دباؤے

دوكما مطلب؟"

"مبارك مو- آپ مال بنيل كي- بس اينا خيال ركھئے-"

باجي كي آكھول ميں آنو آمكے "الله-- تيرا شكر ہے-" انهول ال لب كما- تصور ميں چندو نے ان كے دونوں كندھوں ير اينے الكلے پير ركھ اور ان رخمار چوسے لگا۔ "مبارک ہو ای !" اس کی انسانی آواز انہوں نے واضح طور ن- بچ کی آواز! شک و شبیے کی کوئی مخجائش نہیں تھی۔

وہ ب ساختہ مسرا ویں۔ "شکریہ میرے بیج -- میرے الل-" انہول ا آواز میں کہا۔

لیڈی ڈاکٹرنے چونک کر انہیں ویکھا پھروہ بھی مسکرا دی۔ برسوں کے بعد فو لمے تو ایبا ہو تا ہے۔

و بفتے کی صبح متی۔ چوہری محکوم اللہ معمول کے مطابق صبح یافج بج بیدار ا۔ وائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نے وضو کیا۔ نماز کے لئے مجد انے پہلے اس نے اپنی بیوی رحمت کو جگا دیا۔ پھروہ گھرسے نکل آیا۔

کل سنسان متی- ہر روز کی طرح اے اس صح بھی بہت قلق ہوا۔ دنیا تی سال اور نے ہزاریے میں واخل ہونے والی ہے۔ مر آدی ... مسلمان کتا چھے چلا البے۔ اسے بیسویں صدی کی چھٹی دہائی یاد آئی جب وہ دس سال کا تھا۔ اس ان الإزنده تھے۔ وہ اسے مج پانچ بج جگا دیتے تھے۔ وہ بہت کر متا تھا برا مانا تھا الك كايمى وقت ہے۔ پرندے بھى اس وقت جاگتے ہيں اور الله كى حمد و ثنا كرتے اً المرازق كى حلاش ميں نطق ميں اور تو اور ميں ہى سين سب لوگ اسى وقت المصح الله سب نماز ردص جاتے ہیں۔ پرناشت کے بعد رزق کی جبتو کرتے ہیں۔ ای لیے الله يركت ويتا ہے۔

اور سے بچ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھروں کے دروازے کھلتے اوگ ٹوبیاں مرول پر الم نماذ کے لئے نظر آتے۔ نھا چوہدری ول ہی ول میں آہ بھر کے رہ جاتا مسلم وابا کے ساتھ نماز بڑھ کر باہر آیا تو دکانیں کھلنے لگتیں۔ ابا کو پاتھا کہ اسے للا برت پند ہے۔ چنانچہ وہ دودھ والے کی وکان سے دودھ ' وہل روثی اور مکھن بسر پرجون والے سے چینی اور چائے کی ہی خریدتے ، گھر پہنچتے پینچتے چل کہل شروع

ر اب ایبا نہیں ہے۔ چوہدری نے سوچا اور ایک دل دوز آہ بحری ال نے قریب ہی سوئے ہوئے ایک کے کو بے حد ڈسٹرب کیا۔ کے نیز فراب پر بھو تک کر صدائے احتجاج بلند کی' جیسے اس بات پر سخت برا مانا ہو۔ برا چوہدی کم نہیں مانا تھا۔ اس نے کئے کو ہنکارتے ہوئے کما "تو میری گلی کا کما ہور پر بھو نکمانے والے۔"

بھو نکتا ہے۔ چل' پڑا سو آرہ جھوٹی ہڑی کھانے والے۔"

چوہدری محکوم اللہ کو افسوس ہو تا تھا کہ اکیسویں صدی اور تیسرا بزاریہ م ہونے سے پہلے ہی کتے است بد قماش ہوگتے ہیں کہ جانے والوں پر بھو کئنے سے میں چوکتے۔ بلکہ موقع ملے تو کات بھی لیتے ہیں۔ لیکن ان سے زیادہ افسوس چر کو اینے ہم جنسوں پر ہوتا تھا۔ صبح بیدار ہونے کے وقت پوری بستی سوری، ہے۔ گلیاں اور سر کیس یول سنسان موتی ہیں جیسے یہ آدھی رات کا وقت ہوارا بینچ پر فجر کی نماز میں امام صاحب کے پیچے چھ سے لے کر آٹھ نو تک نمازی ہو ہیں اور واپسی پر بھی نمیں حال ہو تا ہے۔ سب دکانیں بند' گلیاں اور سر کیں سنا کمیں آدم نہ آدم زاد۔ ہال کتے جاگ چکے ہوتے ہیں اور کوڑے وانوں کو مگر رہے ہوتے ہیں۔ جنیں کچھ نہیں ملا وہ زور آور ہوں تو نمازیوں کو جنجور ل جیتی جاگتی بڑی وصول کرنے کے چکر میں رہ جاتے ہیں۔ انہیں چھوڑو انسانوں ا موكيا ہے۔ وس بجے سے پہلے كمى كى صح بى نميں موتى۔ نه كوئى وكان وار نه فريا حد ہے کہ گاڑیاں بھی نہیں چل رہی ہوتی ہیں۔ کیا بے گا اس قوم کا۔ یہ ہا راکٹ پر بیٹے کر داخل ہو یا گدھا گاڑی پر اسے ہے کہ اکسویں صدی اور ہم ہزاریئے میں میہ قوم سوتی ہوئی داخل ہوگ۔ اور اٹھے گی تو نئی صدی اور سے ہزار کے بیں تمیں سال ضرور کنوا چکی ہوگی۔

چوہری محکوم اللہ نے اپنی گلی پارکی اور دوسری گلی میں واضل ہوا۔ وہ ہم چھ چھا تھا کہ اس کا جی خوش ہوگیا۔ ذرا آگے ایک دروازہ کھلا۔ کوئی مرد باہر آباد کے دہ دروازے پر کھڑا کسی سے باتیں کرتا رہا۔ اتنی در میں چوہرری اس سیک تھا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور باہر نکلنے والے نے اس طرف کا رخ کیا 'ج سے چوہری آرہا تھا۔

قریب سے چوہدری نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ پہچان کر اسے قدرے حیرت ہوئی۔ وہ تو اس کی گلی میں رہنے والا کما نوجوان افضال تھا۔ افضال کے باپ کا کمنا تھا کہ وہ دوپہربارہ ایک بج سے پہلے اٹھتا ہی نہیں ہے۔

افضال کو سوا پائج بج صبح بیدار دیکھ کر چوہدری کو خوشی ہوئی۔ دل میں امید بیدا ہوئی کہ قوم کی زندگی میں افقال بھی آسکتا ہے۔ لیکن نہ جانے کیوں افضال بھی کر گڑبوا گیا۔ ایسا کہ اسے سلام کرنا بھی بھول گیا۔

تین چېرری محکوم الله اس وقت امید کی خوشی سے سرشار تھا۔ اس نے خود ی سام کرلیا۔ افضال نے سلام کا جواب دیا تو چوہدری نے کما "بیٹے یہ تو حشمت کا گھرے تا ' تو یمال کیے ؟"

" دهشمت بھائی کی طبیعت خراب تھی انکل' میں ان کی مدد کے لیے آیا تھا "انفال نے کہا۔

"ببت اچھا کیا تھا۔ مسلمان کو مسلمان کی عیادت کرنی چاہیے۔ جماعت نگلنے کا ذرنہ ہوتا تو میں بھی ابھی حشمت کی مزاج پری کرتا۔ خیر نماز کے بعد واپسی میں سی۔"

انفال محراكيا "يه غضب نه كرنا انكل!"

چوہری' افضال کی سحر خیزی کے کار عظیم کو سرائے کے باوجود اس بات پر برا ان کیا "غضب کیما' اللہ کا تھم ہے یہ تو۔"

"میرا مطلب ہے انکل" کہ حشمت بھائی رات بھر درد سے تڑیتے رہے ہیں۔ ابمی نیند آئی ہے۔ آپ جگائیں مے تو انہیں تکلیف ہوگی۔"

"بال" بيد تو ہے۔" چوہدري نے سر بلا كركها۔ "عيادت كے نام پر تكليف پنچانا تر كھيك ہں۔"

روس چاتا ہوں انکل!" افضال نے کما اور ایخ کمری ... یعنی چوہرری کی گلی اور ایخ کمر کی ... یعنی چوہرری کی گلی اور ایخ کمر کی استان کی طرف چل دیا۔

چوہدری اپنی راہ پر چل دیا۔ گر انضال کے معاملے میں کوئی خاص اسے ستا رہی گی۔ گا۔ پھر بات اس کی سمجھ میں آئی۔ سمجھنے میں دیر اس لیے گئی کہ وہ حشمت کی

یاری میں الجھا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ چوہدری کو یہ لفظ انکل بہت برا لگتا تھا۔ چاپا الله علی وہدری کو یہ لفظ انکل بہت برا لگتا تھا۔ چاپا الله وادا اور نانا میں جو مشاس اور اپنائیت تھی 'یہ اس سے محروم تھا۔ وہ سرے یہ کا انکل کوئی سخصیص تھی 'نہ عمری کوئی شخصیص تھی 'نہ مقام اور مرتبے کی اور نہ پیٹیے کی۔ ہر دکان دار انکل تھا 'جعدار انکل تھا' چیس بری کا جوان بھی انکل تھا اور اس انکل کا کمی جذب کا جوان بھی انکل تھا اور اس انکل کا کمی جذب سے 'کسی رشتے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

وہ مجد پنچا تو جماعت کھڑی ہونے والی تھی۔ اس نے جلدی سے سنیں پڑھیں۔ سلام پھیرا تو جماعت کھڑی ہو رہی تھی۔ امام صاحب کے چرے کو دیکھ کر اسے دن کی گزشتہ روز کی تقریر کا خیال آگیا۔ جمعے کی نماز سے پہلے امام صاحب نے بہت ایمان افروز تقریر کی تھی، بہت روشن باتیں بتائی تھیں۔ اس نے تقریر من کر بہت ایمان افروز تقریر کی تھی، بہت روشن باتیں بتائی تھیں۔ اس نے تقریر من کی فیصلہ کیا تھا کہ ان باتوں پر عمل کرکے اپنی عاقبت سنوارے گا۔ لیکن افروس کہ وہ بھول گیا۔ اب وہ انہیں یاد رکھے گا، کہی نہیں بھولے گا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔

نماز کے بعد وہ باہر نکلا تو امام صاحب کی تقریر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے خود پر افسوس ہو رہا تھا۔ ارے الی ایک تقریر تو آدمی کی زندگی بدل دی ہے اور مجھے دیکھو کہ عمد کرکے بھول گیا۔ پچھ یاد ہی نہیں۔

اییا نمیں کہ چوہدری محکوم اللہ کی یادداشت خراب ہو۔ اس کی یادداشت پر جو بات ریکارڈ ہو جاتی کمجھی نمیں مٹی تھی۔ بس ایک خرابی تھی۔ اس کی یادداشت دور جدید کے ثیب ریکارڈ کی سی نمیں تھی۔ بلکہ وہ پرانے زمانے کے گرامو فون ریکارڈ جسی تھی۔ اور دشواری یہ تھی کہ اس کی سوئی والے کریڈل میں خرابی تھی۔ خرابی بھی وئی برخی تھا اور خود مخار بھی۔ وہ اپی مرضی بھی کوئی بری نمیں تھی۔ بس وہ کریڈل خود کار بھی تھا اور خود مخار بھی۔ وہ اپی مرضی سے ریکارڈ پر کمیں بھی جا نکتا اور ریکارڈنگ شروع ہو جاتی۔ اگر وہ چاہتا کہ ریکارڈ کے آغاز پر سوئی کھے تو یہ ممکن نہ ہو تا۔ ہاں بھی کریڈل کا موڈ ہو تا تو یہ بھی ہو جاآ۔ اس بات سے چوہدری بہت پریٹان تھا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گھرا آ۔ اس بات سے چوہدری بہت پریٹان تھا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گھرا آ۔ اس بات سے چوہدری بہت پریٹان تھا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گھرا آ۔

لئے ہم نہ کرسکو تو اے ایک بے غرض تہم سے نواز دو۔ یہ بھی صدقہ ہے۔"
چوہری جھنجا گیا۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے کیا کہا تھا اہم صاحب نے ؟ مگر
سوئی ریکارؤ کے آغاز پر عک ہی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ وہ سمری کی طرف لیکا۔ اہم
ماحب کا اس تقریر میں سارا زور نیکی پر تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ آدی کو ب ساختہ اور
بے غرض نیکی کرنی چاہیے۔ وہ وکھاوا نہ ہو۔ اس کا مقصد لوگوں سے داد وصول کرنا ان کے تئیں نیک سمجھ جانا نہ ہو اور انہوں نے آخر میں کہا تھا کہ اگر پوری زندگی
میں انبان کی ایک صرف ایک نیکی بھی اللہ کو خوش کرنے دائی ہو تو اس کے دونوں جمان کے دلدر دور ہو جاتے ہیں۔

رون بال سمری نے چوہری کو پچھ مطمئن کر دیا۔ یہ ہوئی نابات۔ اس نے دل میں اس سمری نے چوہری کو پچھ مطمئن کر دیا۔ یہ ہوئی نابات۔ اس نے دل میں کما۔ یمی تو میں نے ارادہ کیا تھا کہ اب باقی زندگی الیم ایک نیکی کی جبتو کرتا رہوں گا۔ گا۔ کئے جاؤں گا لیکن پانچ منٹ بعد میں بھول گیا تھا۔ خیر اب نہیں بھولوں گا۔ لفظ نیکی کو اپنے دماغ پر سوار کرلوں گا۔

سو چوہری محکوم اللہ بے غرض نیکی کے تصور میں سرشار اپنے گھر کی طرف برہت رہا۔ گھر جاتے ہوئے وہ دو سرا راستہ اختیار کرتا تھا۔ چنانچہ اب وہ تمیں فٹ چوڑی سرک پر خار دار جھاڑیاں بڑی ترتیب چوڑی سرک پر خار دار جھاڑیاں بڑی ترتیب سے پھیلائی تھیں۔ سے پھیلائی تھیں۔ کی بھی راہ گھیر کا دامن ان میں الجھ سکتا تھا۔ خراش بھی لگ سکتی تھی اور پیروں میں کئا بھی چیھ سکتا تھا۔

یے غرض نیکی کی خواہش نے چوہدری کے دل کو گداز کردیا تھا۔ کانوں والی جماڑیوں سے انسانوں کو ضرر چنچنے کا تصور کرتے ہی اس کی آئیسیں بھیگ گئیں۔ پھر اسے ان لوگوں پر غصہ آگیا، جنوں نے خلق خدا کو ضرر پنچانے کا یہ سامان کیا تھا۔

ایم ی رفار م کرنے کے لئے کل یہ اسپیٹر بریکر بنایا ہے کے ایم ی بنا ہے۔ گاڑیوں کی رفار کم کرنے کے ایم ک

انوبه کانے بھی انہوں نے بچھا دیے ؟"

"نس _ يو تو من في بجهائ بين نيكي سمجه كر-"

چدری کے لئے وہ مقام عبرت تھا۔ راہ میں کانٹے بچھانا بھی نیکی ہے؟

النظرالله! اس میں کیا مصلحت ہے بھائی ؟" اس نے پوچھا۔

چوہدری کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ یہ فخص اس کی نیکی کو بدی بنائے دے را تھا۔ عجیب آدی تھا "تم اس کی فکر میں رات بھر نہیں سوئے ؟" اس نے حیرت

"نینر تو ویے بی مجھ سے روٹھ گئی ہے" اس مخص نے کما اور رونے لگا مجم الله "ابھی ایک ہفتہ پہلے ایک بدمت گاڑی نے میرے بچ کو کچل دیا تھا۔ تب سے نئے یہ کار رہتی ہے کہ کسی اور کے بچ کے ساتھ ایبا نہ ہو۔ میں اس اسپیڈ بریکر کو کئی نوٹے نہیں دول گا۔" بجروہ کانٹے اٹھا کر دوبارہ سڑک پر بھیلانے لگا۔

پوہدری کا شرمندگی سے براحال تھا۔ واقعی یہاں تو کافٹے ڈالنا اور ان کی انتشاری کا شرمندگی سے براحال تھا۔ واقعی یہاں تو کافٹے ڈالنا اور ان کی انتشاریا نیکی کاکام تھا۔ ان کانوں کو ہنانا تو زیادتی تھی۔ "میں شرمندہ ہوں بھائی!"

السند اس مخص سے کہا اور دل گرفتہ سا آگے بڑھ گیا۔ چند قدم چل کراسے خیال اور دل گرفتہ سا آگے بڑھ گیا۔ چند قدم چل کراسے خیال ایک کانے بچھانے میں اس مخص کی مدد کرکے نیکی کمانی چاہیے تھی۔ اس نے

چلو ' آدی نیکی نه کرے تو نه کرے لیکن ایسی تھلی بدی سے تو بچ۔ اور تیرے مرط میں اس کا دل خوش ہوگیا۔ راہ سے ایک کانٹا ہٹانا بھی بہت بری نیکی ہے۔ یہ مال ز سیکٹوں کانٹوں والی نیکی نصیب ہورہی تھی۔

چنانچہ چوہدری نے جھک کر وہ جھاڑیاں سیٹنی شروع کر دیں۔ یہاں سے وہاں کت وہاں کت جھاڑیاں سیٹنے میں کئی بار اس کے وال میں کانٹے چھے۔ ہر بار اس کے ول میں کتی اور خوب صورت خوشی کی ایک لہرا بھری۔ میری نیکی اور معتبر ہورہی ہے۔

خار دار جماڑیاں سمیٹ کروہ سڑک سے ملحقہ گھر کی دیوار کے ساتھ لگائی ہا تھا کہ کسی نے اسے لاکارا "او چاچا ہے کیا کر رہا ہے ؟"

سڑک پر کوئی اور موجود ہی نہیں تھا کہ چوہدری گمان کرتا کہ کسی اور کو پکارا ہا رہا ہے۔ اس کا دل خوش ہوگیا۔ مدت کے بعد کسی نے چاچا کمہ کر پکارا تھا ۔۔۔ خراب لیج میں سسی' پکارا تو تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا بر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی نظریں اور تیور بڑے خراب تھے۔ وہ قریب آیا تو چوہدری نے نمایت حلیمی سے کما "خداکی اذبت کا سامان اور راہ کی رکاوٹ دور کر رہا ہوں۔"

وہ فخص اب اس کے پاس آکھڑا ہوا تھا "خاک دور کر رہے ہو۔ خلق خدا ک موت کا سامان کر دہے ہو تم۔" اس نے بے حد خراب لیج میں کما۔

چوہدری بھونچکا سا رہ گیا۔ یہ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا "کا

که رہے ہو تم؟"

"نینچ تو دیکھو شاید سمجھ میں آجائے کہ یہ کانٹے یہاں کیوں بچھائے گئے تھے۔" چوہدری نے دیکھا وہ ایک اسپیٹر بریکر تھا۔ گر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "مجھے تو یہ بھی رکاوٹ لگ رہی ہے۔" اس نے کہا "اس سے کمی کو بھی ٹھوکر لگ عتی ہے۔"

اس مخص نے اسے یوں ویکھا جیسے اسے پرلے درجے کا جابل سمجھ رہا ہو۔" اللہ کے بندے 'کس دنیا میں رہتے ہو۔ اس سؤک پر چہل پہل رہتی ہے۔ بچ مجل کھیلتے ہیں اور گاڑی والے اندھا وہند گاڑی چلاتے ہیں۔ کبھی کسی کی جان بھی جل

بلٹ کر دیکھا۔ وہ فخص کانٹے بچھا چکا تھا۔

چوہدری محکوم آللہ بے حد دل گرفتہ تھا۔ نیکی کا ارادہ کرنے کے بعد اس کی کوشش ہی بری طرح ناکام ہوگئی تھی۔ اور وہ بھی صبح ہی صبح۔ اب پورا ول بر کر شرے گا۔ پچھ نہیں اس نے بے پروائی سے سوچا۔ میں پورے ول کو لا کرنا رہوں گا۔

وہ چند قدم چلا ہوگا کہ اے دو سرا موقع مل گیا۔ سامنے سے ایک بھکارن آرہی تھی۔ اس کے قریب آگر اس نے اس نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا را۔" ا سیٹھ' مجھے کچھ ریتا جا۔"

چوہدری نے بے ساختہ جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر جیب خالی تھی' خالی ہاتھ بر سے نکالتے ہوئے اسے خیال آیا کہ نیکی تو وہ اب بھی کرسکتا ہے۔ چنانچہ وہ برے ا نشین انداز میں مسکرایا۔

بھکارن اب بھی ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی "سیٹھ روپیا دو روپے دے ر۔ اللہ کے نام پر" اس نے کہا۔ مگر جیب سے خالی ہاتھ باہر آتے دیکھ کر اس کا منہ گہا۔

بھارن نے خال ہاتھ کے بعد ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تو اسے اور ماؤ آیا ": تو مسکرا کیوں رہا ہے سیٹھ ؟" اس نے چرا کر پوچھا۔

"اس وقت تو میرے پاس میں کھھ ہے صدقہ کرنے کے لئے۔" چوہدری اب عدد خلوص سے کما۔

"تو جیب سے خالی ہاتھ نکال کے اور مسکرا کے کیا کمنا چاہتا ہے سیٹھ' ہیں سے مستحق ہوں۔" بھکارن نے تیز لیج میں کما۔ "لیکن تو بوہنی والا ہے۔ ویکھ میرا ہا اون خراب ہو جائے گا۔ ایک روپیا ہی دے دے اللہ کے نام پر"

بھکارن تو اپنے تجربے کے مطابق سمجھ کئی تھی۔ لیکن چوہدری محکوم اللہ ہم نہیں سمجھا کہ بھکارن کیا کمہ رہی ہے۔ اس وقت تو وہ ایک بے غرض نیکی کرنا ہا

فی اور اللہ کے نام پر اپی جان بھی قربان کرسکتا تھا۔ دوسرے وہ خود دکان دار تھا۔
بہن کی اہمیت خوب سجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اور زیادہ خلوص سے کما۔ "جیب خالی
ہے تو کوئی بات نہیں۔ گھریس میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے تو میرے ساتھ گھر
بل۔ میں تجھے خوش کردول گا۔ پورے دن تجھے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گ

ہوں رے ۔۔۔ بر اس میں میں ہوں ہے۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ صفائی پیش کرنے لگا۔" یہ بات نہیں۔ دیکھ میرے گھریں ہوی ہے بیچ ہیں"

"میں جانتی ہوں۔ سب میں کتے ہیں۔ مگر گھر چھڑوں کا نکلتا ہے۔ جا سیٹھ 'رش کا دقت ہو ، او تا ہو کے کا دقت ہے۔ کا دقت ہو کا دوت ہو کا درنہ میں ایسا شور مچاؤں گی کہ سوتے ہوئے لوگ بھی گھروں سے نکل پرسیں

چوہدری کے دیو تا کوچ کر گئے کوئی اور ہونہ ہو' کانٹوں کی چوکیداری کرنے والا قرموجود تھا اور پہلے ہی اے ایک فتیج حرکت کرتے رنگے ہاتھوں پکڑ چکا تھا۔ اب وہ رکآ تو دو منٹ میں پورے محلے میں اس کی بدنای ہو جاتی۔ چنانچہ وہ وم دیا کر نکل لیا۔ ددر تک اے بھکارن کی گالیوں اور کوسنوں کی آواز سنائی دیتی رہی۔

چوہدری بے حد مایوس تھا۔ پانچ منٹ کے اندر اس کی دو کوششیں ناکام ہو چک میں۔ بلکہ دو سری کے نتیج میں تو عزت بھی بال بال پی تھی۔ مولوی صاحب نے میک می کما تھا کہ نیکی کرنا آسان ہوتے ہوئے بھی آسان نہیں لیکن آدمی کو ہمت میک بارنی چاہیے۔ انہوں نے فارس کا ایک مصرع بھی پڑھا تھا ایں سعادت بردر ازد نر ..

چوہدری محکوم اللہ نے فارسی شیں پڑھی تھی۔ لیکن وہ فارسی کو اردو کی بمن ا انا تما اور فارس اس کی سمجھ میں خوب آتی تھی۔ اس نے اس مصرعے کا مطلب بھی

سجھ لیا تھا۔ جس نیکی کے لئے زور بازو کی ضرورت پڑے ' وہ نیکی نہیں' بلکہ نیر

اننی خیالوں میں غلطاں وہ دو سری کلی میں مڑا تو اس کا جی خوش ہوگیا۔ حشمت دورھ کی تھیلی گئے اپنے گھر کی طرف آرہا تھا۔ چلو عیادت کی نیکی تو مل گئ چوہدری نے سوچا۔ عیادت بھی برے اجر والا کام ہے۔ چنانچہ قریب آنے پر اس لے برے تپاک سے سلام کیا۔ سلام کا جواب ملتے ہی وہ شروع ہوگیا "اس ۔۔۔ میں دورھ لانے کے لئے نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں تو تہماری عیادت کے لئے آنے ی

والا تھا۔ مجھ سے کمہ دیت میں لادیا۔ اب طبیعت کیسی ہے تہماری ؟" حشمت کے چرے پر البھن کا آثر ابھرا "میری طبیعت تو وایی ہی ہے ، جین

سمی کے بارک میں ماہم میں میری عیادت۔؟" محی۔ اور آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں' میری عیادت۔؟"

چوہدری نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا حال بہت برا تھا۔ آئکھیں سوجی ہولی گم تھیں اور بند ہوئی جا رہی تھیں۔ ظاہر ہے ' رات بھر کی تکلیف کے بعد آدمی سوئے اور پھر اسے دودھ لانے کے لئے اٹھنا پڑے تو اور کیا ہوگا۔ اس کا دل انسوں کا اور محبت سے بھر گیا۔

".... اور دودھ تو میں روز لے کرآیا ہول کام سے واپس آتے ہوے" الرا ما عصے توڑ ڈالے گا۔

حشت نے اپنا جملہ بوراکیا۔

"تم کام سے واپس آرہے ہو؟" چوہدری نے جیرت سے بوچھا۔ ہاں چوہدری صاحب۔ رات کی شفٹ ہے نا میری۔"

''رِ آج تو چھٹی کی ہے نا تم نے ؟'' چوہدری نے کما۔ پھر پوچھا ''بہت ناا طبیعت خراب ہوگئی تھی تمہاری ؟''

"بيكس نے كما آپ سے؟ آپ كى طبيعت تو محك ہے؟"

" مجمع افضال نے بتایا تھا کہ تم رات بحر درد سے تڑیتے رہے ہو۔" "کون افضال ؟" حشمت نے اسے محورا۔

"وہ جوان لؤکا ، جو ہماری گلی میں رہتا ہے۔ مرزا صاحب کا بیٹا !" "تو اے کیے پاچلاکہ میں بیار ہوں اور کام پر جانے کی بجائے وردے "ج

ا انا؟ حشت نے معرضانہ کہتے میں پوچھا۔ انا؟ مرک یقیس مرک ان

پوہدری کو بھین ہوگیا کہ حشمت بری اذبت میں رہا ہے۔ ایسے میں یا دداشت پر ارثر تو پر آ ہے۔ وہ افضال کو بھی بھول گیا۔ سو چوہدری نے بے حد در گزر کرنے لے بھی حشمت سے کما "یاد نہیں' افضال تمماری مدد کرنے کے لئے تممارے کرتا ہوا تھا۔ تم درد سے تڑپ رہے تھے تو وہ تممارے پاس بیٹھا تھا۔"

را با اواک حشمت کا رنگ بدل کیا۔ آکھیں پوری طرح کھل گئیں "افضال میرے اوا تھا ... یہ آپ کیے کمہ سے میں ؟"

"بین نماز کے لئے جا رہا تھا اور وہ ای وقت تسمارے گرے نکل رہا تھا۔ برے بوچنے براس نے مجھے جایا کہ تم رات محر درد سے تڑپتے رہے ہو۔"

ر به بالکل یار نمیں موں چوہری صاحب آپ گر جاؤ میں اس خبیث کو

ال دیکه لول گا اور اس کثنی کو بھی۔"

چوہدری کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ آگے بردھ کیا۔ اس وقت وہ ہاتھ مل رہا الک عیادت بھی نصیب نہیں ہوئی اور یہ البحن الگ کہ یہ ماجرا کیا ہے اور خبیث الام اور کٹنی کون ہے۔ پیچھ گلی میں حشمت اپنے گھر کے دروازے کو بوں وعرم الام ازاد صدرت میں مام

چہرری اپی گل میں واخل ہوا۔ اپ گرے سامنے والے مکان سے اس نے اللہ دین کو نظتے دیکھتے ہی چوہری کو غصہ آجا یا تھا اور اللہ دین کو نظتے دیکھتے ہی چوہری کو غصہ آجا یا تھا اور اللہ کا مرفی خانہ اللہ کا کہ کا دیا کہ کا

الله الله دین کے پاس مامنے کے چار پلاٹ تھے۔ ان پر اس نے اپنے مکان کے ساتھ الله دین کے پاس مان کے ساتھ اللہ منا کی اور عابر ہو نہ ہو، چوہدری بے حد الله تارکھا تھا۔ مرغیوں کی بدیو سے کوئی اور عابر ہو نہ ہو، چوہدری بے حد الله تارکہ اس نے سر توڑ کوشش کی تھی کہ مرغی خانہ بند کرا دے لیکن اس مقصد الله ان کوششوں کی وجہ سے اس کے اور اس کا در

المان کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئ تھی جو کہ بومتی ہی جا رہی تھی۔ اللہ میں اللہ میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی جو کہ بومتی ہی جا رہی تھی۔

لال دین ای وقت سو کر اٹھا تھا۔ مجھی وہ انگزائی لیتا اور مجھی جماہی۔ چوہدری کو ملکو اس کے چہر کی اور اس نے منتصفے سکیٹر کر یوں ظاہر کیا جیسے

چوہدری کا بھی ہی خیال تھا۔ وہ کہتا تھا جیسی روح ویسے فرفتے۔ جو فو

پروسیوں کے حقوق پال کرے گا' ان کی اذبت کا سامان کرے گا' اس کا سلام قرا بى موگا۔ چنانچه وه اس سلام كا جواب بھى ضرور ديتا تھا۔ وه سوچتا تھا كه لال دين جرب

ر کراہت کا آثر لاکر ستنے سکیٹر کر اور منہ اور ناک یہ ہاتھ رکھ کر گویا اے اللہ رحموں سے نوازے جانے کی دعا کرنا ہے۔ سو وہ اس کا جواب عربی میں نیں اللہ اپنا بدیو دار مرغی خانہ پورے محلے کے سرپر لاد رکھا ہے۔ تو پروسیوں

اردو میں دیتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی اس نے ہیشہ کی طرح کما "جھ پر بھی اللہ کے موزی ہے موذی۔" رحمت ہو لال دین" اس طرح اس نے لال دین کی طرف سے زبروسی اللہ کی رو

کی دعا وصول کرتی۔ مگر اس کا اگلا جملہ خاصا اشتعال انگیز تھا ''اور سنا لال دیں' نز ازم کے ڈرم لا تا ہوں۔ اس سے مرغی خانہ بھی دھو تا ہوں اور مرغیوں کو بھی ناک تو لگنا ہے' ٹھیک ہو گئی ہے۔"

"ناک تو میری ہمیشہ سے مھیک ہے اللہ کے تھم سے" لال دین نے ہی^{ے آ} سے کما۔ "اللہ کے محم سے" اس کا تکیہ کلام تھا۔

"مرایی مرغیوں کی بدیو تو تحجے آج آئی ہے۔"

"مرغیوں کی بدیو! میرا تو مچھلیوں کی بساند بلکه سراند سے داغ بھا ہے" لال دین نے کما۔

یه چوبدری بر صاف صاف طنز تھا۔ کیونکہ چوہدری کی کلفٹن پر دکان میں ج وہ تلی ہوئی مچھل بیچنا تھا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تیری دور کی ناک تیز ہے' قریب کی ماؤف ہو بھی ہے" چوہدری نے بوے رسان سے عالمانہ شان سے

کیونکہ لال دین کی جمالت اس پر اظهر من انفس تھی۔ اس کیے تحجیم اثن ^{در ا} سندر سے مچھلیوں کی بیاند تو آجاتی ہے، گھر میں موجود مرغیوں کی سڑاند کا ہ

"سمندر سے مچھلیوں کی بساند مجھی نہیں آتی وس جماعت پاس جامل!" نے بے حد حقارت سے کما ''وہ تو باس مچھلیوں سے آتی ہے۔ باس معجھلا والوں کے جسموں سے آتی ہے اور الیں آتی ہے کہ دماغ نیشنے لگنا ہے اللہ

یہ بن کر چوہدری مشتعل ہوگیا ''گھر میں اسٹور کرنا تو کجا' میں تو گھر میں مچھل

وسرى بى چيزنه كوئى خود كھا آ ہے نه اسے گھروالوں كو كھلا آ ہے الله كے تھم

جدری نے اس جملے کو نظرانداز کیا اور اپنی بات جاری رکھی "میں تیری طرح

"بربو دار مرغی خانہ!" لال دین نے برا ماننے کی اداکاری کی "میں ولایتی عطر ا ابوں۔ جھ سے بدیو کی شکایت آج تک کسی نے نہیں گی۔ لیکن تیرے جمم کی ادے سب عابز ہیں۔ لحاظ میں کچھ نہیں کتے۔ جس روز تو لا كف بوائے سے بھی الے تو محلے کے تمام چھوٹے بوے 'عورتیں اور مرد شکر کے گفل بڑھتے ہیں اللہ کے

چہدری غصے میں آپ سے باہر ہوگیا "تیرا یہ مرغی خانہ غیر شرعی عیر اخلاقی مثیر قانونی ہے لال ومین !"

"مجھے مجھی قانون نے بھی نہیں ٹوکا اس پر "لال دین نے فخرسے سینہ آن کر الونے سب کھے تو کرایا۔ مجھے ایک نوٹس بھی نہیں ملا آج تک اللہ کے علم سے الرم ہے ، محکوم ہی رہے گا۔"

"میں محکوم ہوں اللہ کا۔ محکوم اللہ میرا نام ہے۔ مگر میں تیرے باپ کی پیش بنی الا شای کو سلام کرآ ہوں ، جس نے تیرے پیدا ہوتے ہی بھانپ لیا کہ اس کے الله ب وين پيدا موكيا ہے۔ اى كئے تيرا نام لال دين ركھا۔"

اب کے اشتعال لال دمین کو آیا "کیوں کیا خرابی ہے اس نام میں اللہ کے

الل في كب كماك خرابي ب- مين و تعريف كرربا مون اس كى- تيرا نام س

کرہی پتا چل جاتا ہے کہ تو سرخا ہے کمیونٹ ہے۔ سالے دہریے کمیں کے، یہ سرخا' کمیونٹ' دہریا۔ یہ الل دین کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس لمرا کر کما "پھر کے لگا اول فول۔"

تیری صورت دیگھ کر لگتا ہے کہ اہمی تیری حاجت رفع نہیں ہوئی۔ جا سے بہ الخلا میں جا۔ وہاں بیٹھ کر سوچ کہ دین بھی لال ہوا ہے؟ بیہ تو بے دینوں کا کل الخلا میں جا۔ وہاں بیٹھ کر سوچ کہ دین بھی لال ہوا ہے؟ میر شو بیش کرکے چوہدری تیزی سے اپنے گھر میں چلا گیا۔ ادھر لال دین۔ الجالم این گھر میں گھتے ہی بوی سعادت مندی سے بیت الخلاکا رخ کیا۔

چوہدری اپنے گھرکے صحن میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ بیوی نے پوچھا "ناٹناللہ جی ؟" حالا نکہ وہ جانتی تھی کہ ابھی چوہدری بیس منٹ تک ناشتا نہیں کرسکے گا۔ "ابھی رہنے دو۔" چوہدری نے نرم لیج میں کما۔

چوہدری بیٹا لال دین اور اس کے مرغی خانے کے بارے میں سوچا ہا۔
اس بارے میں سوچا تو اسے بمیشہ غصہ آتا اور بے بی کا احساس ہو آ۔ یہ اللہ خداداو میں کس طرح کی دھاندلی ہے۔ ایک شخص سینہ آن کر رہائٹی علانے؛ مرغی خانہ چلا رہا ہے۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ ایک طرف انتظامیہ کی طانت استعدی کا یہ عالم ہے کہ شربھر کی بھینسیں لے جاکر لانڈھی کے پیچھے پھینک دیں اس جگہ کا نام رکھ دیا بھینس کالوئی اور یمال لال دین بورے محلے کے سینے پر مرئی دل رہا ہے اور کوئی بوچھے والا نہیں۔

چوہری کو محلے کا خیال آتے ہی اہمیان محلہ پر غصہ آنے لگا۔ لال دین المین کمہ رہا تھا۔ چوہری نے مرفی خانے سے محلے کو نجات دلانے کے لئے کیا نہیں کمہ رہا تھا۔ وہ تھانے گیا۔ انہوں نے کما 'یہ انظای مسلہ ہے۔ انظامیہ کی اس پنچا۔ انہوں نے کما 'یہ اجتماعی درخواست لے کرا شکایت نامے پر پورے محلے کے دستخط ہوں۔ چوہری نے محلے کی جزل باڈی کا المجانی نامے پر پورے محلے کے دستخط ہوں۔ چوہری نے محلے کی جزل باڈی کا المجانی طلب کیا۔ اجلاس میں چوہری کے علاوہ محلے کا صرف ایک محص شریک ہوا۔ آپ کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے اجلاس ملتوی ہوگیا۔ پھر سے یہ اجلاس کیا۔ اورا نہ ہونے کی جسکیاں لیتے ہوئے بنایا کہ دراصل وہ چوہری کو سجھانی دستمرکا "نے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے بنایا کہ دراصل وہ چوہری کو سجھانی دستمرکا "نے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے بنایا کہ دراصل وہ چوہری کو سجھانی

لے آیا تھاکہ دیوارے سرنہ پھوڑے۔

اس کوشش کے لئے چوہدری نے شکایتی درخواست تحریر کی۔ پھر وہ اس پر اہان مخلہ کے دستخط کرانے کے لئے نکلا۔ لیکن ندکورہ درخواست پر اس کے دستخط بھی اکیلے دہ گئے اور اس پر بیہ عبرت ناک انکشاف ہوا کہ محلے میں کسی کو مرغی خانے کی موجودگی کا علم ہی نہیں ہے۔ "کون سا مرغی خانہ" کمال ہیں مرغیاں؟"
"یہ لال دین کا گھر مرغی خانہ نہیں ہے؟" چوہدری نے تپ کر کما۔
"ارے یہ سے تو لال دین کی پالتو مرغیاں ہیں۔"

"يه بالتو مرغيان بين ؟"

"تو اور کیا" جواب ملا۔ "بیہ تو شوق ہے لال دین کا۔" "تہمیں مرغیوں کا شور پریشان نہیں کرتا ؟"

ودكمال ب مرغيول كاشور؟ جميس توكوئي آواز سائي سيس ديت-"

چوہدری شرمندہ ہوگیا۔ وہ غلط کمہ گیا تھا۔ فارمی مرغیاں شور کمال کرتی ہیں۔ اور دلی مرغیوں کو لال دین بچھوا ڑے کی طرف رکھتا تھا ""تہیں بربو نہیں آتی مغیول کی ؟"

"کیمی بدیو ؟ کهال کی بدیو ؟"

اس ناکای کے بعد چوہدری اپنی انفرادی شکایت بالائی سطح تک لے گیا اس کا فاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ انتظامیہ کی طرف سے ایک سات رکنی انپکش فیم لال دین کے گر آئی۔ اس روز چوہدری بہت خوش تھا۔ وہ کام پر بھی نہیں گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ فیم کے رخصت ہونے کے بعد چلا جائے گا۔

وہ انظار کرتا رہا۔ وس بجے آنے والی سات رکنی ٹیم شام چھ بجے تک لال دین کے گھرسے نہیں نکل پائی۔ چوہدری خوش اور مطمئن تھا کہ تفصیلی معائنہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن الل دین کے گھر کی طرف سے چلنے والی ہوا اپنے ساتھ ایسی اشتما انگیز فرنبوئیں لا رہی تھی کہ اس کا دل گھرانے لگا۔ پھراس نے سوچا کہ شاید انسکش ٹیم مفلل دین کو تمام مرغیاں پکانے اور اس کے بعد مرغی خانہ بند کرنے کا تھم دے بادے۔

زریند سونا نہیں چاہتی تھی۔ یہ سونے کا مناسب وقت تھا ہی نہیں۔ ابھی ذرا ریب اس کا شوہر آجائے گا۔ وہ اس کے لئے چائے بنائے گی۔ ناشتا تیار کرے گی۔ رون ساتھ بیٹے کر ناشتا کریں گے۔ پھر حشمت سو جائے گا۔ اور وہ بھی۔ وہی سونے کے لئے مناسب ترین وقت ہو آتھا۔ اور وہ خوب ڈٹ کر سوتی تھی۔ اکثر الیا ہو آگ

ے اسے جگا آ "سنو اٹھ جاؤ۔ میرا بھوک سے براحال ہے۔" وہ اٹھتی تو وہ بدے پیار سے کہتا "تم تو ایسے سو رہی ہو' جیسے رات کی ڈیوٹی میں نے نمیں' تم نے وی ہے۔"

حمت این نیز بوری کرکے اٹھ جاتا۔ مرزرینہ کی آگھ نہ کھلی۔ حمت برے پار

یہ من کر ذریعہ گھرا جاتی تھی۔ اسے لگتا کہ اس کا چور پکڑا گیا ہے۔ وہ بہت فررسے حشمت کو دیکھتی لیکن اس کی آکھوں میں محبت کے سوا پچھ نہ ہو تا۔ تب وہ پانٹاد ہو جاتی "ڈیوٹی تو میں بھی دیتی ہوں۔ تمہارے بغیر مجھے نیند کمال آتی ہے" وہ دمرلے سے کہتی "پھر تم سو جاتے ہو تو میں تمہیں دیکھتی رہتی ہوں۔ بور ہو جاتی اول کرنے کو پچھ نہیں ہو تا۔ تمہیں دیکھتے دیکھتے بھی نیند بھی آجاتی ہے۔ تم رات کی ڈیوٹی گوڑ دو نا" حالانکہ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ حشمت رات کی ڈیوٹی گھڑ ارب

"کیے چھوڑ دوں؟ نوکری ہے۔ اس پر میرا اختیار تو نہیں ہے" حشمت افسردگی سے کتا "پھر اس میں کچھ بیے بھی زیادہ مل جاتے ہیں۔"

 ساڑھے چھ بجے ساتوں اراکین باہر آئے تو ان کے بیٹ ان کی جیبوں کی طن پھولے ہوئے تھے۔ چروں پر طمانیت تھی لیکن چوہدری نے استفسار پر انہوں نے ب رخی سے کہا کہ اپنی رپورٹ وہ متعلقہ افسر کو ہی دیں گے۔

اگلے روز چوہدری کمشز کے آفس کیا تو کمشز کے پی اے نے وہ رپورٹ اے وہا دی۔ رپورٹ میں کول معائنہ کیا۔ اس مکان میں کول وکھا دی۔ رپورٹ میں کھھا تھا۔ "ہم نے نہایت تفصیلی معائنہ کیا۔ اس مکان میں کول کمرشل مرغی خانہ نہیں ہے۔ وہاں صرف Pets ہیں۔ مختلف اقسام کے پالتو پر ندے۔ اور رہائشی علاقوں میں شوقیہ پر ندے پالنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ رپورٹ پر ماتوں اراکین کے دستخط شبت تھے۔

چند روز بعد قرنے چوہدری کو لال دین کے سیٹ اپ کے بارے میں سمجھایا۔
پا چلا کہ لال دین تھانے سے لے کر انظامیہ تک کو باقاعدہ بھتا پہنچا تا ہے۔ علادہ
ازیں وقت ضرورت متعلقہ لوگوں کو مفت دلی مرغیاں فراہم کرتا ہے۔ دلی مرغیاں
اس نے ای مقصد کے تحت رکھی ہیں۔ اور اس کی دلی مرغیوں کے ذائع کی پور۔
اس نے ای مقصد کے تحت رکھی ہیں۔ اور اس کی دلی مرغیوں کے ذائع کی پور۔
وسرکٹ میں دھوم چی ہوئی ہے۔ اور جماں تک محلے والوں کا تعلق ہے تو انہیں بوتت
ضرورت رعایت نرخ پر مرغیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں کوئی لال دین کا بال جی

یہ سب یاد کرکے چوہدری کا خون کھولنے لگا۔ اس نے دہاڑ کر کہا "رحت' انتا مجھے۔"

رحمت جانتی تھی کہ اب سے مرحلہ آنے والا ہے وہ اس کے لیے تیار تھی!

لیکن سے ڈھول بجانے والا بے سرا تھا۔ لنذا ڈھول کی آواز اسے بہت ناگوار لگ رہے خواب تھے۔ اسے ڈر کینے لگا۔ کمیں حشمت کو پتا تو نہیں چل عمیا لیکن نہیں تھی۔ شاید اس ناگواری ہی کی وجہ سے اس کی نیند اجٹی۔ پھر اسے احساس ہواک و و رہی ہے۔ اگلے مرط میں اللہ حقیقت میں سائی دے رہی ہے۔ اگلے مرط م ید احساس ہوا کہ وہ ڈھول نہیں ' دروازہ پیٹے جانے کی آواز ہے۔ وہ تھرا کر اٹھی ان دروازے کی طرف کیل۔ لگتا تھا دروازہ توڑ دیا جائے گا۔

اس نے جلدی جلدی آئے کھیں ملیں اور دروازہ کھولا۔ حشمت دودھ کی تمل لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے چرے پر غصے کا آثاثر تھا اور آگھوں میں شوک کی پرچھائیاں کرز رہی تھیں۔ زرینہ نے بے حد مدهر آواز اور شیریں کہے میں اسے ملام

حشت کا موڈ بت خراب تھا۔ اس نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا "کیا ابی ابھی سوئی تھی کہ آنکھ نہیں کھل رہی تھی ؟" حشمت نے بے حد خراب لہج میں

زرینه گربردا منی دمن شیس تو- میس تو باتھ روم میس تھی۔ مجبوری تھی' باہر آنے میں ور لگ گئے۔"

حشمت نے اسے غور سے دیکھا۔ "صورت سے تو لگتا ہے کہ تم سوئی ہوئی

"آدمی رات بھر جاگے اور نینر سے بے حال ہو تب بھی الیی صورت ہو جاتی ہے'تم اندر تو آجاؤ۔"

حشمت کو احماس ہوا کہ وہ دروازے پر ہی کھڑا ہے۔ وہ اندر آگیا۔ زرینہ کے وردازہ بند کردیا۔ زرینہ نے اس کے ہاتھ سے دودھ کی تھلی لی اور کچن کی طرف چل "ركو كمال جا ربى مو ؟" حشت في اسے لوكا_

"نا ٹتا بنانا ہے تا؟"

"ہو آ رہے کا ناشتا۔ مجھے تم سے بچھ بات کن ہے۔" "اجھا دودھ چو کھے پر رکھ کر آتی ہوں۔"

کچن کی طرف جاتے ہوئے زرینہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ حشمت سے توہ

ا من على كا ؟ الإلك اس ك نينر من سوئ موئ زبن كو جميكا لكا- آج جب وه النال كو رخصت كر ربى تقى تو اس كا چوہدرى جاجا سے كراؤ ہوگيا تھا۔ اسے بورى ان یاد آئی۔ ضرور چوہدری چاچا نے لگائی بجھائی کی ہوگی۔ نہ جانے لوگوں کو ووسرول ع مر خراب كرنے ميں كيا مزہ آ تا ہے۔ خير... وہ بھى ديكھ لے گا-

وہ كرے ميں آئى توحشت چاربائى پر بيشا چنج و تاب كھا رہا تھا۔ "يمال افضال یں آیا تھا؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

'کون افضال ؟ اور وہ کوئی بھی ہو' یہاں کیوں آنے لگا ؟'' زرینہ نے جارحانہ ازاز اختيار كيابه

"يى تو مى بھى بوچ رہا ہول؟" حشمت كے تيور برستور خراب تھے۔ ''اول تو میں کسی افضال کو جانتی ہی شہیں' پڑوس کی عورتوں کے سوا میں کس کو

"بي افضال سامنے والى كل ميں رہتا ہے۔ مرغى خانے كے ساتھ والے مكان

"سامنے والی کلی میں تو میں سوائے چوہدری جاچا کے سمی کو نہیں جانتی-" "چوہدری صاحب نے ہی مجھے بنایا ہے کہ آج صبح سوا پانچ بج انہوں نے انفال کو ہارے گھرے نکلتے دیکھا تھا۔"

"چوہدری چاچا نے کما تھا" زرید نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کی- بھر ا چانک لہجہ بدل کر بولی ''ہاں آج چوہدری چاچا آیا تھا صبح پانچ بجے۔ خدا کی مار الاے اس پر۔ میں نے مجھی آپ سے اس کی شکایت نہیں گی۔ میں اس کی بری عزت للَّ تَهَى لَيْن وه بهت كمينه ہے۔ آج تواس نے حد ہى كردى-"

"جھ سے میں نے بوچھا ہے کہ افضال یمال کیوں آیا تھا تو چوہدری کے بارے مُ مِا تِينَ كُرنَ بِيهُ هُمُ "حشمت تو تراخ پر اثر آيا "صاف بات بتا-"

"میں تو کسی افضال کو جانتی ہی شہیں۔ میں کوئی باہر تھومتی، ملتی مجرتی ہول الال سے۔ تم خود سوچو، مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ افضال کون ہے، کیسا ہے؟

اس کی عمر کیا ہے؟"

"چوہدری چاچا نے خود افضال کو گھرے نگلتے دیکھا تھا۔"

"جموث بولنا ہے وہ لعنتی !" اب کے زرینہ نے غصے سے کما۔ " کی یہ ہے ا وہ خود یمال آیا تھا۔ وہ اکثر یمال آیا ہے فجر کے وقت۔ جانتا ہے کہ وہ وقت مال ا ہے۔ گلی میں کوئی ہو تا ہی نہیں۔ یمی موقع ہو تا ہے اس کے لیے۔"

"پر وہ یمال کیوں آیا ہے ؟"

زرینہ جواب دینے کے بجائے رونے گی۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کے آنو دیکھ کر حشمت کا دل موم ہوگیا۔ وہ اس کی پیٹھ تھیکنے لگا ''تو رویا نہ کر جینو۔ مرا دل کٹنے لگنا ہے۔ مجھے بتا تو سمی' بات کیا ہے ؟''

"م اتنے بھولے ہو کہ کچھ سجھتے ہی نہیں" زرینہ نے ہیکیوں کے درمیان کا "اور سمجھو کے تو میری بات کا یقین نہیں کرو گے۔"

"تو بتا تو سمی" این بمولین کا تذکرہ من کر حشمت اور پکھل گیا۔

"چوہدری مجھ پر بری نظر رکھتا ہے۔ ہیشہ مجھ سے کہتا ہے ذرینہ ترا با آگن دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے۔ حشمت سے کجھ کھ نہیں ملے گا۔ مجھے موقع دے کر دیکھ۔ تیرا آگن چولوں سے بحر جائے گا اور کمی کو پتا بھی نہیں چلے گا، حشمت کو میں جانتا ہوں وہ کمی قابل بھی نہیں۔ تو اس کے ساتھ گزارہ کر دبی ہیں نہیں، حشمت کو میں جانتا ہوں وہ کمی قابل بھی نہیں۔ تو اس کے ساتھ گزارہ کر دبی ہیں۔ بیرا گاہ نہیں شار ہوگا۔ دبی ہے۔ یہ اجر کا کام ہے۔ اس لئے تیرا گناہ بھی اللہ کے ہاں گناہ نہیں شار ہوگا۔ بس ایک بار ہاں کروے اور آج تو اس نے میرا ہاتھ بھی پکرلیا۔ زبردستی کرنے لگا۔ میں نئے کہا شور مچا دول گی۔ تب چھوڑا اس کینے نے۔"

"یقین نمیں آیا" حشمت نے لرزیدہ آواز میں کما "میں بچین سے جاتا ہوں چوہدری چاچا کو۔"

زرینہ پھر رونے گی «میں نے پہلے ہی کما تھا'تم یقین نہیں کرو ہے۔ ای لئے تو پہلے نہیں بتایا تم کو۔ اپنا شوہر ہی اعتبار نہ کرے تو۔ "

حشمت نے اس کا ہاتھ تھام لیا "مجھے تم پر اعتبار ہے لیکن یہ بات ہی الکا ہے۔ خیرتم یہ بتاؤ' تم نے کیا کما ؟"

میں بیشہ کی بات کمتی متی۔ میں کمتی متی میرا حشمت دنیا کا سب سے کڑیل ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مجھے کمی کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ "
ریاز بے حد معصومیت سے کہا۔" اور بچ تو اللہ کی دین ہوتے ہیں۔ جب اللہ ایک میرک عامیں گے۔ بچھے بچوں کی خواہش اپنے مرد کی محبت اور عزت سے میں ہوگا، مل جاکیں گے۔ بچھے بچوں کی خواہش اپنے مرد کی محبت اور عزت سے

او عزیز نمیں۔ میں یو نمی بہت مطمئن اور خوش ہوں۔" اپی مردانگی کے قصیدے نے حشمت کو جیلی بناکر رکھ دیا۔ اس نے زرینہ کو بالا "اس جوہرری سالے کو تو میں ابھی دیکھتا ہوں" اس نے موٹی سی گالی دے

ركما "تم ميرك ساتھ چلو-"

"سنوجی" تم مرد ہو۔ پر محصد واغ سے کام لو" زریند نے اس سے اور لیٹت

بئے بے مد تخرے سے کما۔

"تم وُرتی ہو؟"

"میں نے بھی شک نہیں کیا۔ اب سے تو چوہرمری جیسے بندے کی بات تھی۔"
"بس تم دفع کرواہے۔"

"ليكن ميں اسے چھو روں كا نہيں۔ ميں اسے جاؤں كاكہ مجھ پر اس كى حقيقت كل كئ ہے ليكن ميں اس كا يرده ركھ رہا ہوں۔"

"تو چلو عین بھی چلتی ہوں تہارے ساتھ" زرینہ نے کما۔ لیکن ول ہی ول

نی ده وُر رہی تھی کہ کمیں سچ کچ ہی سامنا کرنا نہ پڑ جائے۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ میں مرد ہوں' ان معاملات سے نمٹنا میرا کام ہے۔" حشمت المحف لگا تو زرینہ نے کہا "باشتا تو کرتے جاؤ۔"

"تم ناشتا تيار كوو والي آكر تمهارك ساته ناشتا كول كا-"

چوہدری کے گھر کی طرف جاتے ہوئے حشمت کو بیہ سوچ سوچ کر غور آباز کہ چوہدری جیسا دین دار آدی بھی بیہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ گراپنے اندر کمیں گرائی میں اسے اس بات کے بچ ہونے پر معمولی ساشبہ تھا۔ شاید اس لیے اس نے پہلے مزا صاحب کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے دستک دی۔ مرزا صاحب باہر آئے تواں نے ان سے کہا ''ذرا افضال کو بلا د تھے۔''

"وہ تو سو رہا ہے۔" مرزا صاحب نے جواب دیا۔

وسو رہا ہے ؟" حشمت ك دل ميس كوئى شك كھنكارا۔

"کوئی نئ بات نمیں" مرزا صاحب نے بے زاری سے کما۔ "روز ایک دو بے دوپر تک رہا ہوتا ہے مردود۔ برسوں کا معمول ہے اس کا۔ یہ آج کے الاکے ایے ہی ہیں۔ کام کے نہ کاج کے دمشن اناج کے۔"

حشمت کو برسول کا بیہ معمول من کر اطمینان ہوگیا۔ وہ مڑا اور اس نے چوہدری کے گھر کی طرف رخ کرکے آواز لگائی "محکوم اللہ باہر آؤ ذرا۔"

ناشتہ کرتے ہوئے چوہدری نے وہ لکار سنی تو اس کی آٹکھیں ڈیڈیا سکئیں۔ برسول ی نے اسے اس طرح نہیں اکارا تھا۔ الام جدمری اسے طرح نہیں کا تھی

سے کی نے اسے اس طرح نہیں پکارا تھا۔ ابا مرحوم ہی اس طرح پکارا کرتے تھے۔
دو مرول کے لئے تو وہ چوہدری تھا۔ اور بیہ جو چوہدری کا لاحقہ تھا تو اس وجہ سے نہیں
کہ وہ چوہدری برادری سے تعلق رکھتا ہو' عام طور پر لوگوں سے اس کا نام ادا نہیں
ہوتا تھا۔ صرف محکوم کما جاتا تو اس کی توریاں چڑھ جاتیں۔ وہ کمی بندے کا نہیں'
مرف اللہ کا محکوم تھا۔ کمی نے نگ آگر اسے چوہدری کمنا شروع کیا پھر سب اے
چوہدری کمنے گے۔

سواس وقت محکوم اللہ کی بکار پر اسے ابا مرحوم یاد آگے۔ پھریہ خیال آیا کہ ابا مرحوم تو جنت مکانی ہو چکے۔ یہ اس طرح سے بکارنے والا کون ہوسکتا ہے۔ آواز جانی بچپانی کئی تھی۔ اس کے اپنے بچوں میں سے کوئی اٹھا ہوا نہیں تھا۔ چنانچہ وہ خود ناشنا چھوڑ کر وروازے پر گیا۔ حشمت کو و کھ کروہ کھل اٹھا "ارے حشمت میاں" تہاری

ٹیک ہوگئ ؟" "میری طبیعت تو ٹھیک تھی۔ میں تمهاری طبیعت ٹھیک کرنے آیا ہوں" حشمت

بن لیج میں کیا۔

چہری کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بیہ بات کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔ لیکن اس نے بیر وچ کر پچھ نہیں کما کہ حشمت ابھی بیاری سے اٹھا ہے۔ کون جانے اب بھی نے بیر میں ٹھیک نہ ہو۔ اس نے بے حد خلوص سے کما "تم نے کیوں زحمت کی"

دا ليتي- "

"جانا ہوں" تم تو میرے گھر میں گھنے کا بہانہ تلاش کر رہے ہو" حشمت نے کہا "ای تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں محکوم اللہ اور تم ہو تو ای قابل لیکن پھر ای میں محلے والوں کے سامنے تہاری بے عزتی نہیں کرنا چاہتا۔ اب یہ بتاؤ" بات

اب گریں کرنا چاہتے ہویا نہیں ؟" چوہدری کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ لیکن حشمت کے تیور اے بت خراب لگ رہے تھے۔ بات تو پتا نہیں کیا تھی لیکن ہوگی کوئی بری ہی بات

اے بت خراب لگ رہے تھے۔ بات تو پتا نہیں کیا تھی سین ہولی لولی بری ہی بات "لمک ہے۔ اندر چلے چلو لیکن میں تمہارا بزرگ ہوں' تہمیں مجھ سے اس طرح بات نمی کن چاہیے ' آؤ۔"

"مجھے تو پورے محلے کو جمع کرکے سب کے سامنے بات کرنی چاہیے۔" حشمت آن کے ساتھ گھریں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو!" چوہدری نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا "چائے پیو مجے یا ناشتا کرو

"اصولا" تو مجھے تمہارا خون بینا چاہیے اور تمہارے ٹوٹے کر دینے چاہئیں" شمت نے بیٹھتے ہوئے کما "لیکن میں نہ کچھ پیوں گا اور نہ کچھ کروں گا' بس تم میری

چوہری کو غصہ تو بت آیا لیکن گھر آئے مہمان سے بات کرنے کے بھی الب ہوتے ہیں۔ وہ نیکی کے تصور میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا اللہ چنانچہ اس نے بے حد مخل سے کما "مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں نے ایسا کیا کر دیا

«میں تو گرمیں تھا ہی نہیں۔ کیما درو کیمی تکلیف۔ میں جب تم سے ملا تو اس کی ڈیوٹی کرکے آرہاتھا۔"

رحت اب بری توجہ سے ہر بات من رہی تھی۔ لیکن چوہدری کو اس کی رحت اب بری توجہ سے ہر بات من رہی تھی۔ لیکن چوہدری کو اس کی بردی کا احساس ہی نہیں تھا۔ اس پر افادہی الیی پڑی تھی۔ حشمت کی بیہ بات من روز گردا گیا۔ اس نے ناسف سے کما "بیہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"
"تو اب سوچو نا" حشمت نے کما "بہتان تو تم نے لگایا ہے۔"
"میں کیوں بہتان لگاؤں گا۔ میں نے تو اسے بھی دیکھا بھی نہیں۔"

"میں یوں بہمان ناوں ٥- یں ہے و سے میں دید ن میں۔ "تم جھوٹ بولتے ہو محکوم۔ میری یوی نے جمجھے سب کچھ بنا دیا ہے۔" "کیا بنا دیا ہے؟" چوہدری نے بلبلا کر پوچھا۔

"یی کہ تم اسے پھنسانا چاہتے ہو۔ روز فجر کی نماز کے لئے جاتے ہوئے تم برے دروازے پر رکتے ہو کہ میں بچہ پیدا برے دروازے پر رکتے ہو اور اسے ورغلاتے ہو۔ تم اسے کھنسا لیتے۔ وہ نہیں بھنسی تو لئے کابل نہیں ہوں۔ وہ نیک نہ ہوتی تو تم اسے پھنسا لیتے۔ وہ نہیں بھنسی تو ان بر بہتان لگا دیا۔ میں تمہیں بہت اچھا تسجستا تھا محکوم۔ تم بہت کینے نکلے اس ٹرم آنی چاہیے۔"

چوہدری اس دوران میں اپنے ہاتھوں سے اپنے دونوں رخسار پٹتا رہا۔ "بید اللہ کا یوی نے کما ہے تم سے ؟"

"ال اور یہ وہ پورے محلے کے سامنے کئے کے لئے بھی تیار ہے۔" یقینا" ہوگی جو عورت اپنے خاوند سے اس طرح کا جھوٹ بول سکتی ہے "وہ ﴿ أُدْمِينَ كَ سَامِنَے بھی بيہ سب پچھ كمد سكتی ہے۔" چوہدری نے ول میں سوچا ﴿ اُرْمَارِهِ كُما۔

می اسے نہیں جھٹلا سکتا اور وہ افضال بھی اسے ہی جھٹلا دے گا۔ اب کیا ہوگا، ابنی برای مشکل میں پھنس کیا۔ کیا ہوت والا ہے ؟

کھ بھی نہیں ہوا۔ اس کی مشکل آسان ہو گئی۔ حشمت اٹھ کھڑا ہوا ''دیکھو اُلٹُو' ہونا تو یہ چاہیے کہ تمام محلے والوں کے سامنے تمہارے کرتوت نبیان کیے سالیکن میں تمہاری عزت کرنا تھا۔ اس لیے حہیں چھوڑ رہا ہوں لیکن اب اگر ' حشمت نے میری یوی پر بہتان لگایا ہے ؟" حشمت نے تند و تیز لیج میں کہا۔ رحمت آنگن میں بیشی کپڑے وھو رہی تھی۔ اس بات پر وہ چوکی اور ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

چوہدری اب تک یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حشمت کے ساتھ ال نے کب اور کیا زیادتی کی ہے لیکن یہ سن کر وہ حیران رہ گیا۔ یہ تو اس کے سان ر مگان میں بھی نہیں تھا۔

"میں نے تماری ہوی پر بہتان لگایا ؟ کب ؟" اس نے ہراساں ہو کر کما "کی نے کما تم ہے ؟"

"کی نے نہیں۔ خود تم نے کما ہے مجھ سے۔ تم نے بہتان لگایا ہے مرری معصوم یوی رہے"

"میں نے کب ؟" چوہدری کی حیرت کی کوئی حد نہیں تھی۔ "آج صبح' جب تم نماز پڑھ کر آ رہے تھے۔" "م مجھے تو یاد نہیں۔"

"تم نے نہیں کما تھا کہ تم نے سوا پانچ بج صبح انضال کو میرے گھرے نگلے اللہ اتھا؟"

"بان کما تھا اور افضال کو دیکھا ہی نہیں تھا' اس سے بات بھی کی تھی۔ گر اس میں بہتان لگانے کی کون می بات ہے ؟" چوہدری کی سمجھ میں اب بھی پچھ نہیں آرہا تھا۔

"معصوم نہ بنو محکوم اللہ اتن صبح کو میرے ممرسے کوئی جوان آدمی لکنے گا قر عبادت کرکے تو نہیں لکلے گا۔ وہ میرا محرب کوئی مجد نہیں ہے اور بہتان کیا ہو آ ہے؟"

"کروہ تو تمهاری عیادت کے لئے اللہ میں تمهارا ساتھ دینے کے لئے تکلیف میں تمهارا ساتھ دینے کے لئے تمهارے گر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ تم ساری رات درد سے تربیتے رہے ہوادر ابھی سوئے ہو۔"

چوہری نے سراٹھا کر اسے دیکھا اور پھاڑ کھانے والے لیج میں بولا "اب کیا

"مجھ پر کیوں ناراض ہوتے ہو؟ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔" چہرری نے بدی مشکل سے لہد نرم کیا "بات کیا ہے؟" "تم فجرکی نماز گھریں ہی پڑھ لیا کدد-"

غصے کے مارے چوہدری کے سرکے بال کھڑے ہوگئے۔ پہلے کما گھر میں بی کا پا کود- اب کمہ رہی ہے ' نماز بھی گھر میں پڑھ لیا کرو۔ 'نہواس مت کرو' وہ

"تہمارے ہی بھلے کو کمہ رہی ہوں" رحمت نے تنگ کر کما "اسنے سورے سان گلیوں میں مردوں کا نکلنا ٹھیک نہیں عزت بردی چیز ہوتی ہے۔"

"باجماعت نماز سے بردی چیز نہیں ہوتی عزت" چوہدری بولا۔ "و مکھ نیک بخت ا الکی نماز میں مشکل سے سات آٹھ آدمی ہوتے ہیں۔ سب میں سوچنے لگیس تو وہاں الکے اہم صاحب ہی رہ جائیں گے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ سب لوگ فجر کی نماز کے لئے افیں۔ ناکہ نہ کلیاں سنسان ہوں اور نہ کسی پر تہمت گئے۔"

میرا کام سمجھانا تھا' آگے تم جانو" رحمت نے کہا اور کمرے میں چلی مئی باکہ اللہ کو جگا سکے۔ چوہدری کو غصہ تو بہت شدید آیا تھا۔ رحمت کے انداز سے مان فاہر تھا کہ وہ اسے مجرم سمجھ رہی ہے۔ لیکن پھٹ پڑنے سے پہلے ہی چوہدری کو اللہ عمد بہت بری چزہے۔ اسے پینے کا حکم ویا گیا ہے۔ اس نے اٹھ کر پانی با گیا کہ غصہ بہت بری چزہے۔ اسے پینے کا حکم ویا گیا ہے۔ اس نے اٹھ کر پانی با گیا گھے کی کردی زہر ملی کول کو طلق سے اتار لیا۔

مجراسے خیال آیا کہ ان نحوستوں میں وہ یہ بھول کیا کہ اسے قرآن پاک کی است کنی ہے۔ وہ اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

، چوہری نے گزشتہ روز قرآن پاک ختم کیا تھا۔ اس روز دوبارہ شروع کیا تو اس سلاغ کے میکنزم کا سوئی بردار کریڈل یادداشت کے گراموفون ریکارڈ کے ابتدائی میں نے تہیں اپی گل سے بھی گزرتے دیکھا تو مجھ سے براکوئی نہیں ہوگا۔" چوہدری نے دل میں قتم کھائی کہ اب وہ اس گل سے بھی نہیں گزرے ہے۔ بلکہ اس کے بس میں ہوا تو بھی بمی بھی گلی سے نہیں گزرے گا۔ اسے پتا بھی نہر چلا کہ کب حشمت گھرسے چلا گیا۔ وہ تو اس وقت چونکا جب رحمت نے قریب آرکی "ناشتا تو بورا کرلو۔"

چوہدری نے سراٹھا کر بیوی کو دیکھا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ رحمت نے بھی سب کچھ من لیا ہے۔ اب تو اس کی شرمندگی کی کوئی حد نہیں تھی۔ اس پا پاکہ آدی بغیر گناہ کے بھی شرمندہ ہو جاتا ہے "بیل کر چکا ناشتا۔ اب اٹھا لو۔"

رحمت نے ناشتا یوں اٹھایا 'جیسے شوہر کے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہی ہو۔ پر کی میں جانے سے پہلے اس نے چوہدری سے بوچھا۔ "کیوں جی کیا میں بوڑھی ہوگی ہوں ہے"

چوہدری نے بے دھیانی سے اسے دیکھا اور بولا "دنمیں تو" میں بوڑھا نہیں ہوا تو تم کیے ہو سکتی ہو ؟" پھرچونک کر پوچھا "میہ تم کیوں پوچھ رہی ہو ؟"

'' کچھ نہیں' یو نئی۔'' رحمت ٹرے لے کر کچن کی طرف چل دی۔ مجرا جا لک الا یکی اور بول ''گرمیں ہی کھایا پیا کرد۔ باہر کا کھاؤ کے تو ہاضمہ مجر جائے گا۔'' یہ کسر وہ کچن میں چلی گئی۔

چوہدری دل ہی دل میں جل بھن کر رہ گیا۔ بیوی نے ہاضمہ ایسے کما تھا بھی اس کی عاقبت کا تذکرہ کر رہی ہو۔ اور وہ اس کی گرفت بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لوئی گم میں بھی عزت گئی بلادجہ۔ اس نے سوچا۔

اب وہ کڑھ رہا تھا' یہ کیسی مشکل ہے۔ اس نے عیادت کی نیکی کمانے کا کوشش کی تو اس کے حصے میں بہتان کا گناہ آیا اور بے عزتی الگ۔ وہ تو شکر ہم کہ حشمت نے محلے والوں کے سامنے فساد نہیں مچایا۔ ورنہ وہ اس سرفے لال دین کم سامنے بھی نظر نہیں اٹھا یا آ۔

ر حمت کی سے نکل آئی اور اس کے پاس کوئری ہوگئی "سنتے ہو جی' ایک ا^{یک} . م"

ھے پر کرا۔ اے مب کھ یاد آنے لگا۔

مولوی صاحب نے تقریر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کے حوالے سے ہی شرن کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا ... "اس پہلے رکوع کو غور سے پڑھو، پڑھو اور غور کرد اللہ فرما تا ہے کہ بے شک یہ اللہ کی کتاب ہے۔ ہدایت ہے ان کے لئے جو اللہ یہ ڈرتے ہیں۔ تو اللہ سے نہیں ڈرو کے تو تہیں اس سے ہدایت نہیں مل سکتی اور اللہ سے اس وقت تک نہیں ڈرکتے۔ بھب تک کہ اسے سمجھو کے نہیں، پہانو گے نہیں۔ آگے اللہ فرما تا ہے کہ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں، بغیر دیکھے، جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرج کرتے ہیں۔ جو قرآن پر اور اس سے پہلے نازل موسے دالی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اور جو آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

"اب سوچو تو یہ سب آپس میں مربوط ہے" مولوی صاحب نے کما تھا "آخرت کر یقین بہت اہم ہے۔ آخرت کر مکمل یقین رکھو گے تو اللہ سے ڈرے بغیر رہ ہی نہیں کستے۔ تو پھر قرآن سے ہدایت بھی ملے گی ورنہ پڑھتے رہو' سمجھو گے پھر بھی نہیں۔ اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے لیا کی جزار کی قبیض خریدل۔ یا اونچا محل بنوالیا۔ اس کا مطلب ہے' اللہ کی خوشی کے لئے اپنے اللہ کی خوشی کے لئے اپنے رشتے داروں' پڑوسیوں اور ان تمام مسلمانوں کی مدد کرتا جو ضرورت مند ہوں۔ اس کی وضاحت آگے بھی کئی مقامات پر کی گئی ہے۔ بیبیوں' مسکینوں' قیدیوں اور اس کی گردن چڑا اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تو اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تو اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تو اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تا اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تا اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تا اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو تا اس کی گردن چڑا ہمی نیکی ہے۔ یہ ہو اللہ عن سے خرچ کرتا۔

"اور یہ نہ سمجھو کہ ایمان کے آئے تو بخش ہوگئی۔ قرآن پاک میں جال بھی ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہاں نیک عمل کی شرط بھی ہے۔ متعدد مقامات پر اللہ لے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کی انہیں جنت کی بشارت دے دو۔ گویا نیک اعمال سے تجدید اور قیام ایمان ہے اور نیک اعمال کی وضاحت قرآن پاک میں جابجا موجود ہے۔ چی گواہی دو حق کو نہ چھپاؤ۔ انصاف سے کام لا جماد کرد ' برائی سے روکو۔ بھاریوں کی عیادت کرد۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کر اور سلطاعت نہ رکھتے ہو تو اپ بھائی کی راہ سے کانٹ ' پھر رکاوٹیں ہٹا دو۔ اپ بریانا استطاعت نہ رکھتے ہو تو اپ بھائی کی راہ سے کانٹ ' پھر رکاوٹیں ہٹا دو۔ اپ بریانا

ال بھائیوں کے لیے مسرا دو۔ دو مرول کے لئے وہی پند کرو' جو اپنے لیے پند ہو۔ ان اپندیدہ چیز دو مرول پر تھوپنا نیکی نہیں' پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ پروسیوں کو تم کلف نہ پنچ۔ پنچ کی تو تم مومن نہیں ہوسکتے۔"

پر مولانا نے کما تھا کہ نیکی کا حسن نیت کی پاکیزگی میں ہے۔ اسے بے غرض اور راضی اللہ کو خوش اور راضی اللہ کو خوش اور راضی کے کے لئے نیکی کرے۔ دکھادے کی نیکی کا صلہ تو آدمی انسانوں سے ہی وصول کرنے کے لئے نیکی کرے۔ دکھادے کی نیکی کا صلہ تو آدمی انسانوں سے ہی وصول کرانا ہے۔ نیکی کے ساتھ پلیٹی کو شامل نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالی کو تو وہ نیکی پیند کے متعلق نیکی کرنے والے اور جس کے ساتھ نیکی کی جا رہی ہو' اس کے ہاکی تیمرے فرد کو علم نہ ہو۔ نیکی کرتے وقت صلے کا تصور جتنا وصدلا ہو' اتنا ہی

دہ تقریر سنتے ہوئے چوہدری نے سوچا تھا کہ نیکی کرنا تو بہت آسان ہے۔ کیونکہ اندان کی فطرت میں نیکی رکھی ہے۔ البتہ خود کو شولنے پر اسے احساس ہوا کہ الحال سرزد ہو جاتا ہے اور یوں نیکی خالص شیں رہتی۔ گر آدمی ارادہ کرلے تو بخرابی دور ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ اگر تمام زندگی میں انسان کی بخرابی دور ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ اگر تمام زندگی میں انسان کی بدہمی نیکی اللہ کو خوش کردے تو اس کے دونوں جہان کے دلدر دور کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ یہ من کر چوہدری نے اپنی ضرور کرے گا لیکن پھر پورے دن اسے اس بات کا بنا نہیں آیا۔ وہ دنیا کے دصندوں میں پھنس گیا تھا۔ اور آج فجر کے وقت اسے یاد بال نہیں آیا۔ وہ دنیا کے دصندوں میں پھنس گیا تھا۔ اور آج فجر کے وقت اسے یاد بات کی دہ سنان شمی۔ دیکھنے والا کوئی بازاں نے سوچ لیا کہ اب وہ ہے بات نہیں بھولے گا۔ اس وقت سے اب تک وہ بات نہیں تھا۔ اس نے خلق خدا کی راہ سے کا نئے کہا تھا۔ اس نے خلق خدا کی راہ سے کا نئے کہا گئی گی۔ تو پا چلا کہ وہ بدی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی ایک بندی کو جیب نہا کہا گئی کی۔ تو پا چلا کہ وہ بدی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی ایک بندی کو جیب نہا کہا کہ دہ بدی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی ایک بندی کو جیب نہا کہا کہ دہ سے تبہم کا صدقہ دینے کی کوشش کی تو وہ اس کے گلے پڑنے گی۔

اللی جمل کہل ہوتی اور پلبی کے لیے سازگار وقت ہوتا تو وہ محلے میں برنام ہو

الک منفی پلبٹی! پھراس نے عیادت کی نیکی کمانے کی کوشش کی تو تہمت کا گناہ

اور اینے لیے برکرداری کا الزام کمالیا۔

چوہدری نے قرآن پاک کو چوہ' آکھوں سے لگایا' جزدان میں رکھا اور المان میں رکھا اور المان میں رکھ دیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا۔ اس کے آزہ ترین تجربات بتا رہے تھے کہ نیکی کی میت دشوار ہے۔ لیکن وہ جانا تھا کہ وہ ایک نیک انسان ہے۔ للذا اس کا دل ای بات کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ نیکی دشوار کسے ہو عتی ہے۔ پھر اس کے ذہن میں ایک دلیل آئی۔ اگر ایک نیکی سے دونوں جمان کے دلدر دور ہو سے بیں تو وہ نیکی آمان آئی میں ہوگ۔ دنیا کی زندگ تو پوری کی پوری آزمائش ہے۔ ایسی ایک نیکی اتن آمان ہو تو آزمائش کا تو تصور ہی گیا۔ نہیں ایک ایسی نیکی تو مشکل ہی ہوگ۔

بسرحال چوہدری نے یہ ارادہ کرلیا کہ اب ایسی ایک نیکی کیے بغیروہ چین ہے منیں بیٹھے گا۔ کامیابی تک وہ اور کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچے گا۔ اے الی ایک نیکی کرنی ہے۔ اور وہ کرکے رہے گا۔ وہ نیکیوں کے کنوئیں میں ڈول ڈالا رہ گا، جب تک کہ اس کے ڈول میں ایک خالص نیکی نہیں آجاتی۔

چوہدری محکوم اللہ کی عیادت کرنا خاص طور پر بہت پند تھا۔ پچھ اس لیے کہ نے والے فرش پر بچھے ہوئے پلاسٹک پر مھسے ہوئے نمایت بے آرامی سے بیٹے یہ نہی کریم کی سنت تھی اور پچھ اس لیے کہ یہ آسمان بہت تھا۔ خوش قسمتی سے اس اللہ اس اس کو دیکھ کر چوہدری کو اپنے عرصہ مگراہی کے وہ دن یاد آمجے ' آسمان ہونا اس پر ثابت ہوچکا تھا اور وہ عیادت کے صحیح مفہوم سے واقف تھا۔ اے بول می آر نیا نیا آیا تھا اور عام لوگوں کی وسترس میں نہیں تھا۔ کاروباری لوگوں وہ واقعہ یاد آگیا' جب عیادت کی روح کو اس نے سمجھا تھا۔

چوہدری محکوم اللہ اس روز حافظ بثیر احمد صاحب کی عیادت کے لیے ان کے ارائی تھا۔ اللہ نے ان کر ارائی تھا۔ اللہ نے ان پر کرم ایا تھا۔ اللہ نے ان پر کرم ایا تھا اور گزشتہ روز ہی وہ اسپتال سے رخصت ہوکر گھر آئے تھے۔ وہ بہت کرور رکھ تھے۔ بند فشار خون کے مریض وہ پہلے ہی سے تھے۔

چوہدی ان کی عیادت کے لیے گیا تو وہ ایک اوسط سائز کے کرے میں بیڈ پر انکیے سے ٹیک لگائے ہوئے نیم دراز سے اور کرا عیادت کرنے والوں سے کھیا فی مجرا ہوا تھا۔ پہلے آنے والے صوفوں اور کرسیوں پر قابض ہو چکے ہے۔ بعد میں نے والے فرش پر بچھے ہوئے پلاسک پر شمے ہوئے نمایت بے آرای سے بیٹے فی اس صورت حال کو دیکھ کر چوہدری کو اپنے عرصہ گمرای کے وہ دن یاد آگئے ' بدی می آر نیا نیا آیا تھا اور عام لوگوں کی دسترس میں نہیں تھا۔ کاروباری لوگوں بردی می آر رسیمین تھا۔ کاروباری لوگوں فی دسترس میں نمین تھا۔ کاروباری لوگوں فی دسترس میں نمین تھا۔ کاروباری لوگوں فی کرنے کی اور کی کرنے ہوئے اور فی سینما ہاؤس کے طور پر استعال کرنے گئے۔ باہر ان کا ایک آدمی کھڑا ہوکر ازاں لگا آتھا ۔ دس دوپے ۔۔۔۔ باہر ان کا ایک آدمی کھڑا ہوکر ازاں لگا آتھا ۔۔۔۔ باس بھئ ولی میں مار کی قلم آدمی وس دوپے ۔۔۔۔ والی لگا تھا ۔۔۔۔ باس ہوتی تھے۔ اندر سے حال ہو آتھا کہ تی وحرنے کی مرائی میں ہوتی تھی۔ بوکر قلم دیکھنے پر مجبور ہوتے میں موتی تھی۔ بوکر قلم دیکھنے پر مجبور ہوتے ہوئی میں ہوتی تھی۔ بوکر قلم دیکھنے پر مجبور ہوتے

تو اس روز حافظ صاحب کے کمرے میں عیادت کرنے والوں کا بجوم دمکھ کر اس کی آئسوں کے آنسوؤں سے اور ول امید اس کی آئسوں خوشی کے آنسوؤں سے اور ول امید انظر کیا کہ نیکل کے لئے بھی اتنا جوم ہوسکتا ہے۔ بمشکل جگہ بناکر وہ حافظ صاحب مہم کیا گئیا اور ان کی مزاج پری کی "حافظ صاحب" اب طبیعت کیسی ہے آپ کی؟"

وافظ صاحب نے عجیب سے یاس انگیز لیج میں کما "ابھی تک تو ٹھیک ہوا آگے کی اللہ جانے۔ آپ تشریف رکھیے نا۔"

چوہدری بشکل وہاں بیٹے گیا۔ حافظ صاحب کے برے بیٹے نے اس سے ب "کھانا لاؤں آپ کے کیے ؟"

چوہدری نے قدرے جرت سے اسے دیکھا "ونسیں بیٹے۔ کھانا کھا کر آیا ہوں، فی فااور ڈاکٹروں نے آپریش تھیٹر میں لے جاکر اس کا پتا نکال ویا۔" "تو چائے لیں مے یا محنڈا؟"

اب چوہدری کو بت ناگوار گزرا۔ اس نے کما "بیٹے میں حافظ صادب الله الله عیادت کے لئے آیا ہوں۔"

"وہ تو یہ سب لوگ بھی آئے ہیں" حافظ صاحب کے بیٹے نے دلی آواز م

معروف تھے۔ کہیں سیاست چل رہی تھی کہیں حالات حاضرہ اور کہیں منگائی اورزا اُلَا اُلا خطرہ تھا۔"

مسائل پر مخفتگو ہو رہی تھی۔ کچھ لوگ وقتا" فوقا" کسی کی خطرتاک بہاری یا خوااً حادثے کا آنکھوں دیکھا حال سنا رہے تھے۔ حاضرین میں حافظ صاحب کے رشخ السلم اللہ عالم معالمہ ہے اور ابھی وہ پوری طرح صحت یاب اور احباب بھی تھے اور پڑوسی بھی۔

کا تو دل بھٹ گیا تھا۔" کسی نے کہا۔

" یہ تو اللہ کا کرم ہوا" کوئی اور بولا "ورنہ اکرم صاحب درد سے ایسے تو تھے کہ ان کا بوراجم اینھ کیا تھا۔ ہاتھ پاؤل اور ہونٹ نیلے بڑم کئے تھے۔"

" یہ تو نمونسے کی علامت ہے" ایک اورصاحب نے اعتراض کیا "ارك الله میں ایبا نہیں ہو تا۔"

جس پر اعتراض کیا گیا تھا' اس نے تپ کر کہا ''وہ مرمی کا موسم تھا اور ^ک میں نمونیا نہیں ہو تا۔"

''نمونیا گرمی میں بھی ہو جا تا ہے ''اعتراض کرنے والے نے نهای^{ت سلولا}

"لكن واكثرن ول كا مرض تشخيص كيا تها-" "رَجْ كُلْ كِي ذَاكْثُرْ كِهِمْ بَهِي كُرْسِكِتْ بِينٍ."

اں بر زور دار بحث چھڑنے والی تھی کہ تیسرے صاحب کی مداخلت پر روک الله واکروں کا کیا ہے جی میرے سامنے کی بات ہے۔ ول کے ایک مریض کا

ایک آدمی کی ٹانگ پر بس مر مئی متنی ..." حاضرین میں سے ایک اور مخص

"انگ بربس!" كسى نے حيرت سے وہرايا۔

"بي بال- الله كا فضل تفاكه باتى جمم محفوظ رباب بسرحال ثابك كا تو سرمه بن

اب ڈاکٹروں کو وہ ٹانگ کاٹ کر جم سے علیحدہ کرنی تھی اور جانتے ہیں کہ کیا

وہاں موجود تمام لوگ دو دو تین تین کی کلوبوں میں آپس میں باتیں کرنے م ،انوں نے دو سری ٹانگ کاٹ دی۔ کہتے تھے کہ اس سے بورے جسم میں زہر

یہ فوفاک واقعات س س کر چوہدری کی اپنی حالت غیر ہونے کلی۔ وہ سوچ رہا ائی ہوئے ہیں۔ اس نے حافظ صاحب کی طرف دیکھا۔ ان کا چرو سرخ ہو رہا

ومیاں وافظ صاحب پر اللہ نے کرم فرمایا۔ ورنہ ایسے ہی دورے میں اللہ إلى الربار بہلو بدل رہے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی جو بیڈیر ان کے ساتھ بیٹے الان کی ہتھیالیاں سہلا رہے تھے۔

التئ لوگول كى موجودگى ميس احجها نهيس لكتا" حافظ صاحب نے جواب ديا۔ ان النت نقابت اور لہج ہے تکلیف متر شح تھی۔

" کُو آپ اندر چلے چلئے۔ آرام کر کیجئے تعوزی دیر۔"

فالط صاحب اٹھ رہے تھ کہ عیادت کرنے والوں میں سے ایک نے جلدی

"كال كرتے بيں امير بھائي۔ اتنے لوگ اتن محبت سے عيادت كے لئے آئے ''^{رآ}پ مانظ صاحب کو اندر لے جا رہے ہیں۔''

ڈاکٹرنے بھائی صاحب کو سختی سے آرام کے لئے کما ہے۔" امیر صاحب

"تو يمال آرام بى توكر رب بين حافظ صاحب!" ايك اور عيادت كرا المام كيا كيا ب

"اور کیا۔ ہم لوگوں کی موجودگی سے دل ہی بسلے گا حافظ صاحب کا۔" لائر فیصلہ سایا۔

اب کے حافظ صاحب بیٹھ گئے لیکن ان کے چرے سے اندازہ ہورہا قار تکلیف محسوس کر رہے ہیں۔ پہلو بدلنے سے ان کے ہائی بلڈ پریشر کا اندازہ ہو رہا نہا پانچ منٹ بعد ایک اور صاحب آئے۔ وہ بھی حافظ صاحب تک پہنچ کی ہوں کر رہے تھے۔ راستے ہیں ان کی نظر فرش پر بیٹھے ہوئے ایک صاحب پر پڑی۔ وہ م صاحب کو بھول گئے اور لیک کر بولے "آغا صاحب بھی موجود ہیں۔ بھئ کیے ا

"الحمد لله عليك مول" آغا صاحب في كما

نو وارد نے گرم جوشی سے آغا صاحب سے مصافحہ کیا "اب تو برسول! ملاقات ہوتی ہے۔"

"زندگی اتن مصروف ہوگئ ہے کہ اب تو عیادتوں ' جنازوں یا شادیوں میں ا ہو تا ہے" آغا صاحب بولے۔

دومیں ذرا حافظ صاحب کی مزاج پری کرلوں پھر سکون سے بیٹھ کر بات الے گے۔ بہت باتیں کرنی ہیں آپ سے " نووارد پھر حافظ صاحب کی طرف برھنے گئے۔ چوہدری کو وہاں بیٹھے ہیں منٹ ہو چکے تھے۔ اسے خیال تھا کہ اور علی کرنے والے بھی آئیں گے۔ جگہ خال کرنی چاہیے۔ دو سرے لوگ تو یوں بی تھے، جیسے رات کا کھانا ہی کھا کر اٹھیں گے۔ چوہدری اٹھ جانا چاہتا تھا۔ لیک سے نکلنا آسان نہیں تھا۔ مبعا " وہ شرمیلا تھا۔ نمایاں نہیں ہونا چاہتا تھا۔ عبارت جوش میں جیسے وہ یمال تک پہنچ گیا تھا لیکن جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تی جوش میں جیسے تھیے وہ یمال تک پہنچ گیا تھا لیکن جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تی بھر دروازہ کھلا اور ایک جوان لڑے کا خوب صورت چرہ نظر آیا۔ اس

یں ایک گلدستہ تھا۔ اس نے بھرے ہوئے کمرے کو گمری نظرسے دیکھا اور بلند آواز بی السلام علیم کما۔ کچھ لوگوں نے جواب دیا۔ کچھ کو اپنی باتوں میں پتا ہی نہیں چلاکہ بیام کیا گیا ہے۔

امیرصاحب اس لڑکے کو دیکھ کر کھل اٹھے ''آؤ بیٹے ابرار' کیسے ہو؟'' ''فیک ہوں چچا میاں۔ آیا ابا کی طبیعت اب کیسی ہے ؟'' لڑکے نے دروازے پر کڑے کھڑے پوچھا۔

"اب تو میں بمتر ہوں" حافظ صاحب نے خود ہی جواب دیا۔ آواز کی کمزوری کے باوجود ان کے لیج میں الاکے لیے محبت اور شفقت تھی۔

"الله كا شكر ب تايا ابا ميں آپ كے ليے پھول لايا ہوں" لڑكے نے گلدسته رردازے كے قريب بيٹھے ہوئے ايك فخض كو ديا "بيہ تايا اباكو پہنچا ديجئے۔"

گلدستہ ہاتھوں ہاتھ حافظ صاحب تک پنچا۔ انہوں نے پھولوں کو سونگھا۔ پہلی ہاران کے چرے پر خوشی اور طمانیت نظر آئی "اندر تو آؤ بیٹے۔ ذرا دیر بیٹھو۔"

" دنیں تایا ابا میں دراصل سے کئے آیا تھا کہ کوئی ضرورت ہو کوئی کام ہو تو جھے کہلوا دیجئے گا' میں حاضر ہو جاؤں گا۔ "

"جيتے رہو بيلے" حافظ صاحب نے كما۔

اڑکا چلاگیا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا "بیہ حافظ صاحب کا سگا بھینجا ہے۔"
"کتنا قربی رشتہ اور عیادت کا بیہ انداز!" کسی نے طنزا" کہا۔ "آبا کے پاس آنا
مجم گوارا نہیں ہوا بھینج ہے۔"

"آج کل کے جوانوں کو عیادت کرنی آتی ہی کہاں ہے" کوئی اور بولا ؟بس مجول لے آئے میولوں سے کیا ہو آ ہے میاں!"

یہ سنتے سنتے عافظ صاحب کا چرہ کرب میں ڈوب گیا "خدا کے لیے ایی باتیں نہ کریں" انہوں نے کرب آمیز لیج میں کہا "یہ میرا بھتیجا بہت مجت کرتا ہے جمھ سے۔ بان چھڑکتا ہے جمعے پر۔ یہ تین رات اسپتال میں میرے ساتھ رہا۔ ایک منٹ کے لئے مجی نہیں سوا۔"

ادھر امیر صاحب کو بھی غصہ آگیا۔ انہوں نے کما "اور آپ لوگوں کو تو عیادت.

کے آداب بہت آتے ہیں۔ آپ سے تو وہ لڑکا ہی اچھا کہ تعلق خاطر کا' اپی موجودی اور ہدردی کا احساس دلا کر چلا گیا' بوجھ نہیں بنا اور خود کو دیکھیں' مریض کے آرام کا' اس کی تکلیف کا آپ کو خیال نہیں۔ اس کے سرپر بیٹھ کر دنیا جہان کی ہاتی کرتے ہیں۔ خوف ناک قصے وہراتے ہیں۔ دل جوئی نہیں کرتے' النا تکلیف کا مبب بنتے ہیں۔ بھائی' عیادت کا مقصد دل جوئی کرنا' مریض کو احساس دلانا ہو تا ہے کہ ور اکیلا نہیں ہے۔ سب اس کے ساتھ ہیں۔ عیادت کا مقصد مریض کو سکون آرام ہے محروم کرنا نہیں ہو آ۔ یہاں تو مہمان داری ہو رہی ہے۔ کھانا محروم کرنا نہیں' مریض پر بوجھ بننا نہیں ہو آ۔ یہاں تو مہمان داری ہو رہی ہے۔ کھانا ہو

ہو رہا ہے' چائے آرہی ہے' جیسے کوئی خوشی کی تقریب ہو...." اس دوران میں خاصی بری تعداد میں لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ سب برا مان کر جا رہے تھے 'دکیا زمانہ ہے بھی'' کسی نے کما ''نیکی کرو' برائی لو۔''

"ہم یمال کھانے پینے تو شیں آئے تھے۔ اللہ کا تھم ہے عیادت کا۔ رسول کریم کی سنت ہے" دو سرا بولا۔

" چلو بھی چلو۔ ناقدروں کے ساتھ بھلائی کرنا عمل کو ضائع کرنا ہے" تیرے نے ارشاد فرمایا۔

مرایسے لوگ بھی تھے جو وہیں بیٹے رہے۔ ان میں سے ایک نے بے پروائی سے کما "میں جانا ہوں" آدفی تکلیف میں ہو" پریشان ہو تو دماغ کام نہیں کریا۔ ایے میں کی بات کا برا نہیں مانا جاہیے۔"

"اور پھریہ بزرگ ہیں۔ بزرگوں کی بات پر خفا ہونا کیما ؟" ایک جوان آدی نے کما۔

چوہدری بھی جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ گر شاید وہ واحد آدمی تھا جو ہا مان کر نہیں جا رہا تھا بلکہ اسے نگلنے کا موقع ہی اب جگہ بننے کی وجہ سے ملا تھا اور دا شرمندہ بھی تھا۔ اس کی سمجھ میں عیادت کا مغموم آگیا تھا۔

ا چانک اس کی نظر حافظ صاحب کے چرے پر پڑی۔ ان کو دیکھ کر اے ڈر گئے لگا۔ ان کا چرہ انگارے جیسا سرخ ہو رہا تھا اور سائسیں ٹوٹ کر آرہی تھیں۔ انہوں نے اپنا ایک ہاتھ سختی سے دل کے مقام پر رکھا تھا اور اسے دبا رہے تھے۔ پچھ بدمزگا

ر ہج بے آرای کی وجہ سے ان کی حالت مجر حمی تھی۔ امیر صاحب کی نظر بھی ان پر بڑی تو وہ تڑپ مسئے 'دکیا ہوا بھائی صاحب! کیا

"? جتا

ب کین حافظ صاحب سے بولا بھی نہیں گیا۔ بس انہوں نے اشارے سے بتایا کہ ان کے دل میں درد ہو رہا ہے۔ چند لمحول میں سب کو اندازہ ہوگیا کہ انہیں اسپتال

لے جانا پڑے گا۔ ''اب دیکھیں۔ ہم لوگ ہیں تو حافظ صاحب کو اسپتال لے جانے میں دشواری نیں ہوگی'' ناراض ہوکر اٹھنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"آپ لوگوں ہی کی وجہ سے بھائی صاحب کو استال لے جانا ہر رہا ہے" امیر مان نے جل کر کما۔

سو حافظ صاحب کو اسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے معاننے کے بعد ان کی حالت نویش ناک بتائی اور انہیں انتائی مگداشت کے شعبے میں نتقل کر دیا گیا۔ چھ کھنے کہ موت و زیست کی کھکش میں رہنے کے بعد وہ انتقال کرگئے۔

ان کی موت کے بعد چند معتد افراد کے درمیان بیٹھ کر ان کے جھوٹے بھائی ایراحمد نے کما "اگرچہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ڈاکٹروں نے موت کا سبب دل کی خاری تحریر کیا ہے لیکن میں جانیا ہوں کہ ان کی موت کا سبب کثرت عیادت ہے۔ فرٹ رہنے والے اور مستقل مزاج عیادت کرنے والوں کی عنایت۔ میرا بس چاتا تو یہ بات ان کی قبر کے کتبے پر کنندہ کوا ویتا۔"

" بخار تو اب بھی تھا" اندر سے سعید کی بیوی نے کما "لیکن بچوں کا ساتھ ان دن سے دکان بند تھی " آج ہمت کرکے چلے ہی گئے۔" پہرری کو مایوی تو ہوئی کہ کوئی کام سیدھا ہو ہی نہیں رہا ہے۔ لیکن عیادت تو بھی کرسکتا ہے۔ " نمیک ہے بہن میں دکان پر ان کی مزاج پرسی کرلوں گا۔" رکما۔

توڑی ہی دور سعید کی دکان تھی۔ وہ ویڈیو کیسٹ کرائے پر دیتا تھا۔ چوہدری اس کی دکان پر نہیں گیا ہا ہوں کی درائی کی دکان پر نہیں گیا تھا لیکن اس روز عیادت کی خاطر اس نے سے بھی گوارا پر نکل کے معاطم میں وہ بوہنی کرنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

وہ سعید کی دکان پر بہنچا تو دہاں تیسری گلی والے نعمان کی بیٹی رضیہ موجود تھی۔

، کھ کر چوہدری کو جیرت ہوئی۔ ابھی چند سال پہلے وہ چھوٹی سی چکی تھی اور

، ان محربور جوان ہوگئی تھی۔ چوہدری نے گھرا کر نظریں جھکالیں۔ وہ صرف جوان

ابن موئی تھی۔ اس کے لباس اور انداز میں بے حجابی بھی بہت تھی۔ وہ ایک

> "بجھے ویی قلم چاہیے" آپ سمجھتے کیوں نہیں ؟" رضیہ کمہ رہی تھی۔ "بین میں ایس ویسی فلمیں نہیں رکھتا۔"

"جموٹ نہ بولیں۔ شہاز ہمیشہ آپ سے بیہ فلمیں لئے کر جاتا ہے۔"
"لاک

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ میں ہنگامہ کردوں تو ابھی آپ کی دکان سے سینکٹول ا پائلین برآمد ہوجاکمیں گی۔" لڑکی کے لہجے میں دھمکی تھی۔

معید نے اسے بے بی سے دیکھا۔ پھر شوکیس میں ہاتھ ڈال کر ایک کیسٹ اور لائی کو دے دی۔ لاکی کے جانے کے بعد وہ چوہدری کی طرف متوجہ ہوا "آؤ

اس روز چوہدری محکوم اللہ نے عیادت کا مغموم سمجھ لیا۔ اس نے یہ بھی جان لیا کہ عیادت آس نے اس میں آدی کا لیا کہ عیادت آس اس میں آدی کا خرج کی جی ہیں ہوتا اور صلہ بہت بڑا ملتا ہے۔ مگر اس نے عیادت کو نیکی میں مجم شار نہیں کیا۔ اس کے ذہن میں نیکی کا مغموم الگ تھا۔ عیادت تو اگر دیکھا جائے تو ایک اعتبار سے فرض ہے۔ نیکی کو وہ وعدہ کے مغموم میں لیتا تھا۔

سوچوہدری نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب وہ ایک بے غرض نیکی کرکے رہے گا۔ گر اس سے پہلے عیادت کا ایک موقع مل جائے تو سجان اللہ۔ عیادت کا ایک موقع تو مج سویرے ہی ضائع ہوگیا تھا۔ مرف اس لیے کہ جس کی عیادت کرنی تھی' وہ سرے سے بیار ہی نہیں تھا' الٹا چوہدری خود وبال میں آگیا تھا۔

گرکام پر جانے کے لئے گھرے نگلتے ہوئے چوہدری کو یاد آیا کہ عیادت کا ایک چانس اور ہے۔ اس نے سوچا کام پر جانے سے دو دن پہلے اسے پتا چلا تھا کہ سعید بیار ہے۔ اس نے سوچا کام پر جانے سے پہلے وہ پانچ منٹ میں اس کی عیادت بھی کرلے گا۔ پھر شاید نیکی آسان ہو جائے۔

سب سے پہلے اس نے پھول والے سے ایک گلدستہ لیا۔ پھروہ سعید کے گھر کی طرف چل دیا۔ راستے میں وہ عیادت کے لیے بولے جانے والے جملوں کا انتخاب اور ان کی ریبرسل کرتا رہا۔ اس نے سعید کے دروازے پر دستک دی۔ سعید کا چھوٹا بیٹا دروازے پر آیا "میں سعید بھائی سے طنے آیا ہوں" چوہدری نے کما۔
"ابا تو دکان پر مجے ہیں۔"

"ليكن انهيل تو بخار تھا۔ سا ہے 'بت طبيعت خراب تھي ان كي۔"

چوہدری صاحب کیے نکل آئے اوھر؟ کوئی فلم چاہیے؟"

" نہیں ' میں تو مزاج پری کے لئے آیا ہوں" چوہدری نے جلدی سے کما" کے تھا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے ' اب کیا حال ہے ؟"

''بخار تو اب بھی ہے۔ لیکن کیا کروں' دھندا بھی ضردری ہے۔ روز _{کوا} کھود آ ہوں' روز پانی نکالٹا ہوں۔ تین دن دکان بند رہی تو فاقوں کی نوبت آلے تھی۔''

"الله رزق دینے والا ہے۔ گھبراؤ مت' الله تنہیں شفا عطا فرمائے۔ روزگاریم برکت دے" چوہدری نے بے حد خلوص سے کما۔ پھر گلدستہ سعید کی طرف برما "بیہ لو سعید بھائی' میں تنہمارے لیے لایا تھا۔"

سعید نے مشکوک نظرول سے اسے اور پھر گلدستے کو دیکھا۔ "اب میں انا یا بھی نہیں ہول چوہدری صاحب!"

الله بورے دن آئے گال اللہ اللہ اللہ بورے دن آئے گال اللہ بورے دن آئے گال اللہ بورے دن آئے گال اللہ موت مند ہو جاؤ مے۔"

سعید نے گلدستہ لیا اور پھولوں کو سونگھا۔ پھروہ مسکرایا "تم بہت نیک آدلیہ چوہدری صاحب! آج کل تم جیسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔"

چوہدری کو بروقت خیال آگیا کہ تعریف پر اکڑنا پھولنا نہیں ہے۔ ورنہ نیکی منالاً ہو جائے گی۔ اس نے نمایت عاجزی سے کما ''ارے نہیں سعید بھائی' میں تو بت کا گار آدی ہوں۔ اچھا اب میں چاتا ہوں۔''

چوہدری بس اسٹاپ کی طرف چل دیا۔ تمام راستے وہ ٹرپل ایکس مودی کے بارے میں سوچنا رہا اور اس حوالے سے اسے نعمان کی بیٹی رضیہ اور سعید کے ورمیان ہونے والی مختلک ویا ور فور میان ہونے والی مختلک ویا اور فور کو یاد ولایا کہ اسے بس ایک بے غرض نیکی کی فکر کرنی چاہیے۔

چوہدری صدر پنچا۔ وہاں سے اس نے کلفٹن کی بس پکڑی۔ بس میں ا

می وہ مکنہ نیکی کے بارے میں سوچتا رہا' جو اسے کرنا تھی۔ اچانک اس کی آکھیں چکنے لگیں۔ اسے مولوی صاحب نے کما فیاکہ اللہ حصد یاد آگیا۔ مولوی صاحب نے کما فیاکہ اللہ نے ایسے لوگوں کی مدد کرنے کا حکم ویا ہے۔ جو بظا ہر سفید پوش ہوتے ہیں' جنیں دیکھ کر کوئی سوچ نہیں سکتا کہ وہ پریشان حال ہیں لیکن ان کے چروں کو غور نہیں دیکھ اس جائے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی عزت اور خود داری کی وجہ سے کس کے سامنے وست سوال بھی وراز نہیں کرسکتے۔

یہ تھیک ہے، چوہدری نے دل میں سوچا۔ یہ آسان بھی ہے۔ صدر سے کلفش بانے والی بس میں ضبح کے وقت رش نہیں ہو آ۔ تفریح کے لئے تو لوگ دوپر کے بعد می نکلتے ہیں اور صبح معنوں میں تو تفریح کرنے والوں کا رش شام کے وقت ہو آ ہے۔ اس وقت تو صرف وہی لوگ کلفشن کا رخ کرتے ہیں جو وہاں کوئی دھندا کرتے ہیں یا مجروہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں بابا عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر جانا ہو آ ہے۔

ہردہ رے رہے ہیں میں بیٹھ ہوئے لوگوں کو بہت غور سے دیکھا رہا۔ وہ سب پھٹیچر اپ کے لوگ سفید ہوئے لوگوں کو بہت غور سے دیکھا رہا۔ وہ سب پھٹیچر ناپ کے لوگ شے۔ ان میں کوئی سفید پوش تھا اور نہ ہی کوئی ایبا جو مولوی صاحب کا بیان کردہ تعریف پر پورا اتر تا ہو اور وہ ہی پانے والے بھی نہیں تھے۔ انہیں پاچل جاتا کہ وہ ایک بے غرض نیکی کا خواہش مند ہے تو وہ سب اپنی ضرورتوں کی فہرست کے کراس پر بل پڑتے۔ ان میں بہرحال اس کے مطلب کو کوئی نہیں تھا۔

کلفٹن پر بس خالی ہوگئ۔ چوہدری محکوم اللہ بھی اتر گیا۔ ینچے ساحل سمندر پر اسل کو پیچے و کھیلنے والی دیوار کے اس طرف جو دور تک دکانوں کا سلسلہ تھا ان میں سے ایک دکان اس کی بھی تھی۔ وہ وہاں تلی ہوئی مجھلی بیچتا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک دکان نوب چلتی تھی۔ بہت معقول آمدنی تھی اس کی۔ وہ دکانیں ساری ہی اس کی دکان خوب چلتی تھی۔ بہت معقول آمدنی تھی اس کی۔ وہ دکانیں ساری ہی الی تھیں۔ ان میں کہیں میں میں میں میں میں اوپر اس بیخ والے تھے کہیں شربت والے اسل کی تار سے اوپر ہی پیٹ لیتے کی جات والے۔ اور سب کے سب ہزار سے اوپر ہی پیٹ لیتے سے سے بہزار سے دیتے تھے۔ میں اور تی وہوں تھی۔ میں اور تیا وہ نوبی تھی۔

بدی میں اسے حتی طور پر پتا چل گیا کہ اس کا اندازہ کس قدر درست تھا!

چہری نے اپنی رفتار اور بردھائی اور چند سینڈ میں اس مخص تک پہنچ گیا۔

ع قریب پہنچ کر اس نے اپنی رفتار کم کی اور چند لیے اس کے پیچے چلتا رہا۔ پھر

سے آگے نکلا اور اس نے برے مرسری انداز میں پلٹ کر دیکھا۔ اس مخص کا

بہتے ہی اس کا دل خوش ہوگیا۔ وہ یقینا " اس کے مطلب کا آدی تھا۔ اس کا چرو

من نمایا ہوا تھا اور اس پر عجیب طرح کے کرب کا تاثر تھا۔ اور اس کی آکھیں

مندلائی ہوئی تھیں جیسے اسے پچھ دکھائی نہ وے پا رہا ہو۔ شاید اسے چکر آرہے

چہدری کے ذہن میں شدت سے ایک لفظ گو نجنے لگا۔ بھوک بھوک! چد قدم چلنے کے بعد چوہدری رکا اور اس مخص کی طرف پلٹا۔ اب وہ مخص گیا تھا اور بری طرح ہانپ رہا تھا۔ چوہدری محکوم اللہ نے اس کی عزت واری کا رکھتے ہوئے بے حد احرام سے کما "السلام علیم!"

اں مخص نے اسے بوں دیکھا جیسے ٹھیک طرح سے نہ دیکھ یا رہا ہو۔ پھر پھولی المانوں کے درمیان کما "وا لیکم"

"آپ کس بہت بری پریشانی سے دوجار ہیں جناب ؟" چوہدری نے پوچھا۔ ان مخص نے چونک کر' آکھیں پوری طرح کھول کر اسے دیکھا "جہیں کھیے

"آپ کے چرے سے صاف ظاہر ہے۔"

"کیا کون" بت کوشش کرتا ہوں مگر پر بھی چرے سے پتا چل ہی جاتا ہے" الفی کے لیج میں بے بسی تھی۔

"پیٹ میں اینٹمن ہو رہی ہوگ؟" چوہدری نے ہدردانہ لیج میں کہا۔ "اینٹمن کیا' ایک گولا ساہے جو ہر طرف دوڑ ما پھر رہا ہے۔"

"ایک بار میرے ساتھ مجی اییا ہوا تھا۔" چوہدری نے حوصلہ دینے والے انداز

الله مراب آپ فکرنه کریں۔ آپ کی پریثانی انشاء الله دور ہو جائے گی۔"

اس روز اپنی دکان پر پینچنے کے لئے چوہدری نے لمبا راستہ اختیار کیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس راستہ بوش ہو اور خیال تھا کہ اس راستے پر اسے کوئی ایبا ضرورت مند مل سکتا ہے جو سفید پوش ہو اور عزت اور خودداری کی وجہ سے دست سوال دراز نہ کرسکے۔ اگر قسمت سے ایبا ہوگیا توضیح ہی صبح نیکی مل جائے گی۔ وضیح ہی صبح نیکی مل جائے گی۔ وہ ساحل سے کانی دور' ساحل سے متوازی کی مرک پر چلتا رہا۔ وہ مین روؤ

تھا۔ لیکن اس وقت وہاں ٹرنفک بہت کم تھا۔ آگے جاکر سے سرک ساحل کی طرف مرتی تھی۔ ساحل پر پہنچ کر اپنی دکان پر جانے کے لئے اسے بائیں ہاتھ پر مرکر کافی دور چانا پر آ۔ یہ الئے بانس بریلی والا معالمہ تھا۔ لیکن چوہدری کو کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ جانا تھا کہ اس کا معتمد ملازم اکبر دکان کھول چکا ہوگا۔ اور اس وقت رش بھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ اطمینان اور سکون سے چتا رہا۔ وہ سڑک کی سائڈ میں کھڑی ایک عال چنانچہ وہ اطمینان اور سکون سے چتا رہا۔ وہ سڑک کی سائڈ میں کھڑی ایک عال شان کار کے پاس سے گزرا۔ کار میں ایک ڈرائیور اور دو گن مینوں کے سواکوئی نہیں تھا۔ وہ شاید کمی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ کار کی طرف توجہ ویے بغیر آگے بڑھ

اپنے سے پچھ آھے اسے ایک فخص جاتا و کھائی دیا۔ اس کی دھڑکنوں کی رنار پیز ہوگئی۔ اس فخص کو پیچھے سے دیکھ کر بھی وہ سے کمہ سکتا تھا کہ وہ اس کے مطلب کا آدمی ٹابت ہوسکتا ہے۔ وہ بھاری بھر کم' بلکہ موٹا فخص تھا جو سفاری سوٹ وہ پنے ہوئے تھا' وہ بیش قیت معلوم ہو رہا تھا اور وہ اپنے مٹاپے کے باوجود تیز قدموں سے چلنے کی کوشش کر رہا تھا' جیسے کہیں پینچنے کی جلدی ہو۔

چوہ ری نے اپنی رفار تیز کلی۔ وہ جلد از جلد اس مخص کا چرہ دیکھنا چاہتا تھا۔ بس چرے پر پریشانی نظر آئی اور میرا کام ہوا' اس نے سوچا۔

ایک منٹ بعد ہی چوہدری کو محسوس ہوا کہ آگے جانے والے مخص کی رفار ٹوٹ رہی ہے۔ اسے اس کے قدمول میں لڑ کھڑاہٹ بھی صاف طور پر نظر آئی۔ ہ اچھی علامت تقی۔ چوہدری کو یقین ہوگیا کہ اس مخص نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ وہ لڑ کھڑاہٹ سو فیصد بھوک سے پیدا ہونے والی کمزوری کی وجہ سے تقی

"تم میری مشکل آسان کرو مے ؟"

چوہدری اینے دونوں رخسار پینے لگا "توبہ توبہ جناب! میں کیا اور میری اوہ كيا- وه اوير والا جمع جامع وسيله بنا دع-"

حكيم ؟" اس نے بوچھا "تم كيا كرسكتے ہو ميرے ليے ؟"

"میں میں کیا کروں گا' حاجت روائی تو بس الله فرما آ ہے" چوہدری نے ما الله عرورت!

مد عاجزی سے کما۔

وہ محض اچاتک گڑ گڑانے لگا "مجھے ماجت کی ماجت ہے میں بری معیت ہے۔ گاڑی کے بریک چلائے۔ وقفہ پھر گاڑی دوبارہ چل برای وہ اس سے ب

چوہدری پر رفت طاری ہوگئ۔ سچی اور بے غرض نیکی کی خواہش نے اے ، اِنموں نے اے دبوج لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھ یا آ ، وہ اس بہت بدی مضطرب كرديا- وه مخص بظاہر اس سے بهت ... بهت زياده خوش حال تھا۔ لين از ال من اي موٹے كے برابر بيشا ہوا تھا۔ اسے اٹھا كر گاڑى ميں سينكنے كے بعد

جیب سے سو کا ایک نوٹ نکال کر اپنی مٹھی میں بند کیا۔ پھراس نے اس فض کا ان اسلامی چلاؤں سرجی !" ڈرائیور نے موٹے سے پوچھا۔

۔ تھاما ' سو کا نوٹ اس کی ہھیلی پر رکھ کر اس کی مٹھی بند کی اور تیز قدموں سے آ^{گے۔}

ایک لیے بعد اے عقب سے تیز لیج میں پکارا گیا "اے رکوید تم لے بھ

چوہدری کے قدم اور تیز ہوگئے۔ واقعی خود دار اور عزت والا لگا ؟ اس نے سوچا' اللہ ایبا وقت کسی کو نہ دکھائے۔

"اب رک الو کے سیمے یا جھے خرات ویا ہے" اس بار عقب سے دائسان انری میں آپ کو پانچ سومیٹری لیڈ دے کر چاتا ہوں۔"

وی۔ اس کے ساتھ ہی بھائتے ہوئے بھاری قدموں کی جاہیں۔

چوہدری بھی دوڑنے لگا۔ اے یقین تھا کہ وہ موٹا اے سیس پکرسکے خوش تھا کہ اے ایک سجی نیکی نصیب ہو گئے۔

عقب سے موٹے کی وہاڑ دوبارہ سائی دی "اوھر آؤ نا خبیث وہاں کھڑے کیا کر

وہ فخص اب چوہدری کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "تم کوئی سایا کی اور کے پیٹ کر بھی سیس دیکھا ' بھاگتا رہا اور وہ زیادہ تیز نہیں بھاگ رہا اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس بھوکے موٹے سے تو چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

عقب سے ایک گاڑی کی آواز سائی دی۔ ممرچوبدری کو اس سے غرض نہیں

امالاً رہا۔ ایک بار پھربریک کی چینی ہوئی آواز اور اس کے ایک لمح بعد ہی

پریثان تھا کہ اے اس کی مدد کی ضرورت تھی "میں جناب" بے حیثیت آدی اول اباؤی گارڈ اگلی سیٹ پر بیٹے کیا اور دو مرا بچھلی سیٹ پر اس کے برابر۔ اب وہ لین شاید میری حقیری مدد آپ کے کھھ کام آسکے" اس نے بے حد عجزے کا در کا اور کن مین کے درمیان پھنا بیٹا تھا۔ موٹے کا وجود اسے مینے ڈال رہا تھا۔

"چاؤل کے بیج سیلے یہ بتا کہ گاڑی کمری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نکتابول که گاڑی میرے ساتھ ساتھ چلایا کرو۔"

چوہدری دم بخود بیشا تھا کہ یہ کیا افتاد آیری۔ وہ صورت حال کو سیحفنے کی الثم كررما تفايه

"مرجی اپ جس رفارے جو گنگ کرتے ہیں گاڑی کم سے کم رفار میں ایسی بركوادور فيك كرجائ كى اور اتنى كم رفار مين الجن بيضن كا خطره الك بـ اى

"اب گاڑی تیرے باپ کی ہے کیا۔ انجن بیٹے یا لیٹے کچھے کیا۔ تو میری بات النا سیٹھ نے گرج کر کما "بانچ سو میٹر کی لیڈ کی دجہ سے تو میں اغوا بھی ہوسکا

الی بات نہیں سرجی۔ ہم سڑک پر اور راہ میروں پر بوری طرح نظر رکھے

موئے تھ" آگے بیٹے ہوئے گن مین نے جلدی سے کما۔

"خاک نظر رکھے ہوئے تھے" موٹے سیٹھ نے بھنا کر کما "بید اتی در مجھ ر بات کر آ رہا اور تم ٹس سے مس نہ ہوئے" روئے مخن چوہدری کی جانب تھا۔ "سرجی بید پیدل تھا" چوہدری کے ساتھ بیٹھے ہوئے ممن مین نے صفائی پڑی "بید آپ کو اٹھا کر بھاگ نہیں سکتا تھا۔"

"بكواس بند كرو غيرذم دار خبيثو!"

ڈرائیور نے شاید موضوع بدلنے کی کوشش کی "سرجی" تھانے چلول یا اے ٹھکانے لگا کر سمندر میں کھینکنا ہے ؟"

اشارہ چوہدری کی طرف تھا۔ یہ س کر چوہدری کے تو دیو تا کوچ کرمگے "م_ میراکیا قصور ہے جناب عالی ؟"

"جب گاڑی چلانی ہوگی میں بتا دول گا" موٹے سیٹھ نے ڈرائیور کو ڈاٹا۔ پر وہ چوہدری کی طرف متوجہ ہوا "تم بتاؤ" تمہارا کیا معالمہ ہے؟"

چوہدری نے گھبرا کرالف سے سے تک سب کھھ سا دیا۔

''تو میں تہمیں صورت سے بھوکا' پریشان حال اور حاجت مند لگ رہا تھا؟'' ''بس غلطی ہوگئی جناب!'' چوہدری محکمایا۔

دو فلطی کیس میں بھوکا بھی تھا، پریشان حال بھی اور حاجت مند بھی " سیٹھ کے کہا "بھوکا اس لیے کہ حاجت پوری نہ ہو تو میں ناشتا نہیں کرسکا۔ میں گیس اور قبل کا مریض ہوں۔ حاجت مند بھی میں تھا اور پریشان حال اس لیے کہ اس جم کا مریض ہوں۔ حاجت مند بھی میں تھا اور پریشان حال اس لیے کہ اس جم ساتھ جمھے ہر روز جو گنگ کرنی پرتی ہے۔ گرتم نے جمھے خوب بھیانا" یہ کہ کرسٹم نے بنسنا شروع کیا اور بنستا ہی چلا گیا "دکمال کیا تم نے۔" وہ بنسی کے درمیان کہ اللہ تمانتی کے جمعے ایسا عزت دار ضرورت مند سمجھ لیا جو برے حال میں ہے اور کی محمد نمیں بتا تھا کہ میں اس حال جمل میں ہا تھا کہ میں اس حال جمل کی وجہ سے۔ جمعے نہیں بتا تھا کہ میں اس حال شمال گلا ہوں۔"

سیٹھ نبے جا رہا تھا اور مھرایا ہوا چوہدری اے دیکھے جا رہا تھا۔ اجا ک^{ی بن}

زور کا ایک دھاکا ہوا' جس نے چوہدری کو سیٹھ سے کم از کم چھ انچے دور اچھال دیا۔ اس کے نتیج میں گن مین گاڑی کے دروازے کے ساتھ وب کر رہ گیا۔ اس دھاکے کی نوعیت سجھنے میں چوہدری کو دس سکنڈ سگے۔

دھاکے کے نتیج میں موٹے سیٹھ کے چرے پر سکون اور طمانیت کھیل گئی تی۔ اس نے برے بیدے میٹھ کیا دانو ... میری آدھی حاجت تو رفع ہوگئ۔ تم برے باکمال اور مبارک آدمی ہو۔ نام کیا ہے تممارا ؟"

"چوہدری محکوم اللہ لکین جناب میں نے کیا کیا ہے ؟" چوہدری نے بے حد مظلومیت سے بوچھا۔

"بہت بوا کام کیا ہے تم نے۔ میری مشکل آسان کی۔ نہ صرف میری پریشانی در کی بلکہ اس کا مستقل حل بھی سمجھا دیا۔ ڈاکٹر کتے تھے کہ جاگنگ کرو بھی پتا چل کیا کہ میرا مسئلہ تو ہننے سے بھی حل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی بوی آسانی سے۔ تم نے بست بوی نیکی کی ہے میرے ساتھ! اب میں روز صبح کے وقت لطیفے ساکوں گا۔"

چوہدری ول ہی ول میں جملس کر رہ گیا۔ اتنی شدید خواہش اور اتنی مشقت کے بعد یہ کس قتم کی نیکی نصیب ہوئی اسے اور وہ بھی بہت بری۔

"لكن تم في ميرى توبين كى سوروپ دے كر" اچانك سينھ في بگڑے ہوئے ليے ميں كما۔ پھر ليجہ نرم كرتے ہوئے بوال "خير تممارى نيكى كى خاطر ميں في اسے قبل كرایا۔ ليكن تممين بھى ايك نذرانہ قبول كرنا ہوگا" اس في بريف كيس كھول كر اس ميں سے سوكے نوٹوں كى ايك پورى گڈى نكالى اور اس كى طرف بردھائى "لو ير كھ لو۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں" چوہدری نے عاجزی سے کہا۔ "ضرورت ہے۔ ایبا بھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی کو احسان کا صلہ نہ دیا ہو۔ لالو شاباش!"

"مرسينه صاحب! من الله سے صله چاہتا ہوں۔"

"وہ تم جانو اور اللہ جانے۔ یہ تو تہیں لینے ہی پڑیں گے۔" سیٹھ کا لہجہ سخت

بدل سے کما "ابلی ہوئی بھی ہوتی ہے ۔۔۔ میرا مطلب ہے جسیم صاحب!"
"بس تو پھر دوستی کی ہوگئ۔ میں روز مچھلی متکوایا کروں گا تم سے۔ دو تین کلو

وی رون گربرا گیا ''وہ ابھی تو ممکن شیں ہے۔ میں آیا ہوں' اب ابالوں

"جي- نهيس كرول كا' اب مجھے اجازت ؟"

سیٹھ نے اشارہ کیا۔ من مین نے اتر کر چوہدری کو راستہ دیا۔ گاڑی چلی گئی تو چہری کی جان میں جان آئی۔ تب اس کی نظراپنے ملازم اکبر پر پڑی۔ اکبر کی باچھیں کلی جارہی تھیں ''واہ سیٹھ' خوب مزے اڑا رہے ہو۔''

ی بورس یک و با میں حل کر رہ گیا۔ اب اسے مچھلی ابالنے کی ککر تھی۔ اس چوہری دل ہی دل میں جل کر رہ گیا۔ اب اسے مچھلی ابالنے کی ککر تھی۔ اس اس کے پاس کوئی بندوبست شیس تھا۔ وہ اس میں مصروف ہوگیا۔ ہو کیا۔

"اور اگر میں نہ لوں تو؟" چوہدری نے ول کڑا کرے کما۔

" مجھے افسوس ہوگا۔ میرے من مین تمہیں شوٹ کرکے سمندر میں پھینک دیں "

چوہدری نے خاموثی سے نوٹوں کی گذی جیب میں رکھ لی۔ اس نے سمجھ لیا تھا
کہ ابھی تک وہ نیکی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے اور نیکی کے بغیروہ مرنا نہیں
چاہتا تھا۔ اب اس کا بس چان تو وہ اڑ کر اس گاڑی سے نکانا اور اپنی وکان کی راہ لیا
لیکن سے ممکن نہیں تھا۔ اس کے ایک طرف سمن مین بیشا تھا اور دو سری طرف مونا
سیٹھ۔ چنانچہ اس نے بے حد نیاز مندی سے کما "سیٹھ صاحب" اب مجھے اجازت
ہے؟"

"تم مجھے سیٹھ نہ کمنا۔ اب میں تمهارا دوست ہوں۔ میرا نام جسیم ہے۔ اور ہاں' سے بناؤ کہ تم جاکمان رہے تھے؟"

"يمال ساحل پر ميري وكان ہے۔"

"تو چلو۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دول گا" سیٹھ جسیم نے کہا اور ڈرائیور سے مخاطب ہوا "چلو ... ساحل کی طرف..."

وکان تک پینچنے میں ایک منٹ لگا۔ سیٹھ جسیم وکان و کیھ کر خوش ہو گیا "تم لی بیچتے ہو ؟"

"جي بال سينھ"

"پھروہی سیٹھ" سیٹھ جسم کے تیور بدلنے لگے۔

"میرا مطلب ہے جسیم صاحب میں مچھلی بیتا ہوں سے میری دکان ہے۔"
"صرف تلی ہوئی مچھلی بیتے ہویا اہلی ہوئی بھی ہوتی ہے تمہارے ہاں؟" سیٹھ

نے پوچھا۔ پھر وضاحت کی۔ "وراصل ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ ابلی ہوئی مچھلی میرے لئے دوا کا کام کرے گی۔"

چوہدری اس وقت اس کار سے نکلنے کے لئے مچھ بھی چے سکا تھا۔ اس نے

ر گاڑ کر کہا۔ "چل جان چھوٹی۔ اب سیٹھ تبھی مچھلی نہیں منگوائے گا۔" "تو سیٹھ مجھ کو بولنا تھا نا" اکبر نے کہا "میں ایسی مچھلی ابال کر دیتا کہ اگلے روز

م_{را}ک چھ کلو ما نگتا۔"

" تجمع محصل ابالني بهي آتي ہے ؟" چوہدري نے اسے گھورا-

"میں فنکار ہوں سیٹھ۔ مچھلی کا کچھ بھی کردوں' اس میں وہ ذاکقہ ہوگا جو کہیں اور نہیں طے گا۔" اکبر نے اکر کر کہا "اور مچھلی ابالنا تو ایک فن ہے۔ میں چرکا دے کر اندر مسالہ لگا تا ہوں۔ ایبا کہ نہ کہیں سے پھیکی نہ کہیں سے تیز مسالے کی فئایت۔ برابر کا ذاکقہ ہوگا مچھلی کے اندر۔ اور مچھلی بھرے گی بھی نہیں۔ یہ تو برا

ازک کام ہے سیٹھ۔" چوہدری جانتا تھا کہ مچھلی کے معالمے میں اکبر فن کار ہے سچا فنکار "ٹھیک ہے'کل چار کلو ابال دینا۔ ویسے اب تو گراک نہیں آئے گا۔"

ہے من چار معروفیت کا وقت شروع ہوگیا تھا۔ کافٹن کے علاقے میں بے شار تعمیراتی کام ہو رہے تھے۔ وہاں کام کرنے والے مزدور کھانا کھانے ادھر ہی آتے تھے۔ کام ہو رہے تھے۔ وہاں کام کرنے والے مزدور کھانا کھانے ادھر ہی آتے تھے۔ چہرری کی مچھل، شنزاد کی چھولوں کی چاٹ اور فضل دین کی حلیم اس دوران میں خوب

نجتی تھی۔

کل کی تڑپ میں مبتلا چوہوری کے لیے نہایت ناپندیدہ صورت حال تھی۔

چوہدری نے چار کلو مچھلی ابالی تھی۔ وہ اس کا پہلا تجربہ تھا۔ اکبر اس دوران میں اے حربت سے دیکھا رہا تھا "سیٹھ" یہ نیا آئیڈیا کیسے سوجھ گیا ؟"

"کمی گراک کی فرمائش ہے۔" چوہدری نے خٹک لیجے میں کما۔ بارہ بجے جیم سیٹھ کی گاڑی آگی۔ اس نے تین کلو مچھل ڈرائیور کو دی۔ گن مین نے ایک ہزار کا نوٹ اس کی طرف بدھا دیا۔

"میرے پاس کھلا نہیں ہے۔ ابھی تو وھندا شروع ہی نہیں ہوا ہے" چوہدری فی سے کہا۔ ویسے اسے سیٹھ کی دی ہوئی گڈی یاد تھی۔ لیکن نیکی کی خواہش اور تھور میں سرشار اس کے ذہن نے اس رقم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ان نوٹول کو ہاتھ بھی نہیں لگانا جاہتا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں "گن مین نے کما" سیٹھ نے یہ پوری رقم تہیں دی ہے' یہ مچھل کی قیت ہے۔"

چوہدری نے کوئی بحث نہیں گی۔ وہ خالص کاروباری آدمی تھا۔ اس نے سیٹھ کی فرمائش کے مطابق خاص طور پر مچھلی ابالی تھی۔ اب وہ تین کلو کا ایک ہزار دے تو اس کی مرضی۔ اس نے تو زبروی نہیں کی تھی۔ النذا یہ اس کے نزویک حلال کی کمائی تھی۔ اس کی آمذنی تھی۔ البتہ اس کے دیے ہوئے پہلے وس ہزار اے اب بھی کائ رہے تھے۔

"واہ سیٹھ" اللہ روز ایسا گراک وے۔ تین کلو مچھلی ایک ہزار کی" گاڑی جانے کے بعد اکبرنے خوش ہوکر کہا۔

" یہ گراک روز کا ہی ہے" چوہدری نے کہا۔ پھراس نے بچی ہوئی مچھل کا ایک کڑا اپنے مند میں رکھا۔ اس کا ذا نقد خراب ہوگیا "یہ تو بہت خراب ہے" اس نے

اب ایسے میں چوہدری میں سوچ سکتا تھا کہ اس نام نماد نیکی کو دریا میں وال دے اور خود بیضا برے خشوع و خضوع کے ساتھ نیکیوں کے کنوئیں میں طلب کا ورل والیا نکالٹا رہے۔ بھی تو کوئی نیکی ہاتھ آئے گی ہی۔ اور وہ بھی اس سے پہلے چین ہے نہیں بیٹھے گا۔

سب سے پہلے تو اسے دس ہزار کی اس رقم سے نجات پانی تھی۔ ب شک و اس کوئی چھوٹی نیک کرے 'کین اپنے پیسے سے کرے گا۔ اس رقم سے کی گئی نواس کی نیکی شار نہیں ہو سے مولوی صاحب نے حرام اور طال کے متعلق بھی تو بتایا تھا۔

یہ سب اور اپنی بچیلی ناکامیوں کے بارے میں سوچ سوچ کر چوہدری کڑھتا اور کف افسوس ملتا رہا۔ اور اسی میں اس کے دماغ پر نیکی کی سنگ بری طرح سوار ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں استقلال کی چمک پیدا ہوگئی۔ اس نے یوں ادھرادھر دیکھا جسے وہ میدان جنگ میں سپہ سالار کی حیثیت سے ہو اور جنگ جیتنے کے لئے حکمت عملی پرغور کر رہا ہو۔ مولانا کے جمعے کی تقریر کے ہمہ گیر اثرات اور گمرے ہوگئے سے علی پرغور کر رہا ہو۔ مولانا کے جمعے کی تقریر کے ہمہ گیر اثرات اور گمرے ہوگئے سے سے عام طور پر وہ ہر بات بہت جلد بھول جایا کرتا تھا۔ لیکن مولانا کی وہ تقریر اس کے دل میں اور مختلف مقامات پر یاد کے دل میں اثر گئی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ اسے قسطوں میں اور مختلف مقامات پر یاد تھی۔

چوہدری بس میٹرک پاس تھا لیکن اس کے خیالات فلسفیانہ نوعیت کے تھے۔
ویسے وہ بے حد عملی آدمی تھا۔ اس لیے اسے غور و فکر کرنے کا موقع کم ہی ملا تھا۔
کبھی موقع ملتا تو وہ بیٹھ کر زندگی کے 'ونیا کے 'لوگوں کے بارے میں سوچتا۔ بنیادی طور
پر وہ سیدھا سادہ آدمی تھا۔ تیزی طراری اس میں نہیں تھی۔ کوئی بھی موقع ملئے ب
اسے آسانی سے بے و توف بناسکتا تھا۔ ہاں 'وین کا رجمان اس کا بہت رکا تھا۔ اللہ ے

اس وقت کلفٹن کی وہ لوکیٹن اس کے لئے کارزار حیات تھی 'جمال اے ایک نیکی جیتنے کے لئے جنگ کرنی تھی۔ اور وہ جنگ اس کے لئے جماد کی حیثیت رکھنی تھی۔ وہ ہفتے کا دن تھا۔ یعنی ویک اینڈ۔ تین بجے تھے۔ اس لیے ساحل سنسان پڑا تھا۔ گر وہ جانتا تھا کہ ابھی چار بجے کے بعد سے یہاں رونق شروع ہوگی' جو بڑھن

اج کی اور رات تک بھی ختم نہیں ہوگی اور رونق کا مطلب تھا دھندے کی مونیت۔ سو اب اس کے پاس نیکی کے بارے میں سوچنے اور نیکی کرنے کے لئے ایک تھنے کی مملت تھی۔ اس کے بعد تو اے سر تھجانے کی فرصت بھی نہ ملت۔ وہ ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا کہ شاید کمیں کوئی ضرورت مند نظر آجائے اور نئی کا موقع مل جائے۔ دور دور ہے اس کی نظر ناکام لوث آئی اور پھر ذرا ہے فاصلے پر کھڑے ہوئے اس جوان آدمی پر ٹھر گئی۔ وہ خوبرو اور وجیمہ تھا۔ بہت قیتی سوٹ پنے ہوئے تھا اور ہر اعتبار سے بہت معزز آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

اسے رکھتے ہی دکھتے اچانک چوہدری کی نگاہوں سے تثویش جھلکنے گئی۔ تثویش کی وجہ یہ تقی کہ کانٹیبل مولا واو کا تعلق کلفٹن کے تقانے سے تھا۔ کہنے کو وہ کانٹیبل تھا لیکن درحقیقت وہ اس علاقے کا باوشاہ تھا اور سبب اس کا یہ جایا جاتا تھا کہ ایس کی کلفٹن اس کا بہنوئی تھا۔ برکیف یہ حقیقت تھی کہ مولا واد سے تھانے کا ایس ایچ او بھی آکھ

مولا واو بولیس کے ان کارندوں میں سے تھا جو ساحل کی دکانوں' ٹھیلوں اور دوسرے دھندے والوں سے بھتا وصول کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کا سرکاری کام یماں چوری چکاری' لڑائی جھڑا اور فحاثی اور بدکاری کو روکنا تھا۔

چوہدری اس مضمون میں بہت تیز تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان کامول میں بھی پولیس
کی کمائی ہے۔ پولیس والے بھی بھی کسی جوڑے کو تنا گھومتا پھرتا دکھ کر گھیر لیتے۔
مب سے پہلے تو وہ مال بنانے کی فکر کرتے۔ مال نہ نکاتا تو دونوں کو تھانے لے جاتے
اور دونوں سے الگ الگ سلوک کرتے۔ یہاں تک کہ ان کے گھروالے آکر مک مکا
کرتے اور انہیں چھڑا کر لے جاتے۔ وہ میاں بیوی کو بھی نہیں بخشے تھے۔ کیونکہ عام
طور پر شادی شدہ جو ڈے نکاح نامہ ساتھ لے کر نہیں نکلتے ہیں۔

ایے میں مولا واو نے اپنی ایک خود مخار کارپوریشن کی بنیاد ڈال لی تھی۔ چار پیلی نیکسیاں ہو ڈال لی تھی۔ چار پیلی نیکسیاں تھی ڈال لی تھیں۔ اس نے چار رسمین فیکسیاں بھی ڈال لی تھیں۔ وہ چاروں خوب صورت اور طرح دار تھیں۔ ساحل کے تمام دکان دار انہیں

Scanned By Wagar Azeem Pabsitanipoint

لا كربات نهيس كرما تھا۔

مولا واو كا حيين چارہ كتے تھ، جن كے ذريع مولا واو برى، چھوٹى ہر ط م كى مجھلياں بھنسا يا تھا۔ وہ چاروں لؤكياں ساحل پر فحاشى اور بے حيائى كے ان تمام فاموں كو فروغ ديتى تھيں جنہيں روكنا، جن كا سدباب كرنا پوليس كا كام تھا۔ چنانچہ يا سمين كو اس خوب رو، خوش پوش اور مال وار شخص كى طرف بوسقے ديكھ كر چوبدرى كا ماتھا رئے اس خوب رو، خوش كى عزت و عافيت كے لئے ول بى ول ميں وعاكى كه "اے اله اور اس نے اس شخص كى عزت و عافيت كے لئے ول بى ول ميں وعاكى كه "اے اله العالمين، اس شريف آدى كے ساتھ كوئى دُرامه نه ہو جائے بھراس نے كان اس سے لگا ديے۔

مگروہ دن ہی ایبا تھا کہ کوئی کو حشش 'کوئی دعا قبول نہیں ہو رہی تھی۔ یا سمین ای خوبرو جوان کی طرف بڑھی اور لگاوٹ بھرے کہجے میں بولی "ہیلو

ہینڈسم!" جوان آدمی نے ایسے شؤ کنروالی نظوں سے ان گرد بیش کرچ کزیر

جوان آدمی نے اسے ٹولنے والی نظروں سے اور گردو پیش کو چوکنے پن سے دیکھا۔ وہاں دکان داروں کے سوا کوئی شیس تھا۔ وہ ذرا مطمئن ہوگیا اور اس نے بمی جواب میں ہیلو کہا۔

> "کہیں چل کر آئس کریم کھائیں؟" یاسمین نے اسے دعوت دی۔ "مجھے ٹھنڈی چیزوں سے کوئی دلچسی نہیں۔" "تو کہیں چل کر گرما گرم سوپ پی لیتے ہیں۔"

"میرا بھوک بھڑکانے کا موڈ نہیں۔ وہ یقیناً" تکڑی آسامی تھا۔ "تمہارے پاس سرع"

جوان آدمی نے کوٹ کی جیب سے کار کی چابیاں نکال کر دکھائیں۔

"تو چلو" جبیں سے کنچ باکس کیتے ہیں۔ اولڈ کلفٹن پر گاڑی میں بیٹے کر کھائیں پئیں گے اور باتیں کریں گے" یا سمین نے باتیں کریں گے اس انداز میں کھا کہ چوہدری محکوم اللہ کی رائے میں اس پر حد جاری ہوسکتی تھی۔

''میں بازار میں کھانے پینے کا قائل نہیں ہوں'' جوان آدمی نے بری بے نبازگا کما

یا سمین کی آبکھوں کی چک اور بڑھ گئی" بنگلا کماں ہے تمہارا ؟"

''دُنفنس سوسائڻ' فيز فور ميں۔''

وورو ومال چلتے ہیں۔"

" مھیک ہے کیکن پہلے سے بتاؤ کہ تم کیا لوگ؟" جوان آدمی نے دو ٹوک کہتے میں

ہمین نے یوں آئکھیں پھیلائیں جیسے یہ س کراسے شاک لگا ہو "کیسی باتیں اسمین نے یوں آئکھیں ہمیلائیں جیسے یہ سن کراسے شاک لگا ہو "کیسی باتیں اربے ہو۔ مجھے کیا سمجھ رہے ہو تم ؟ میں تو بس بوریت کی وجہ سے کسہ رہی

"بی سب میں سمجھتا ہوں۔ تم سیدھی بات کرو۔ میں بور والے ڈرامے کا بھی ائل نہیں ہوں۔ عزت وار آدمی ہوں" جوان آدمی پر یاسمین کی اداکاری کا پچھ اثر

یاسمین حش و پنج میں پڑھئی کہ ڈراما جاری رکھے یا نہیں۔ اس نے پوچھا امیری واپسی کب ہوگی ؟"

" یہ ہوئی نا بات۔ " جوان آدمی نے خوش ہو کر کما "بھی پہلے یماں تفریح کریں گے۔ بھر رات کو گھر چلی جانا۔ " کے۔ بھر رات کو گھر چلیں گے۔ صبح ناشتے کے بعد تم اپنے گھر چلی جانا۔ " یاسمین پھر سوچنے گلی۔ چند کمجے بعد بولی "میں دس ہزار لوں گی۔ "

جوان آدمی کے لئے وہ یقیناً معمولی رقم ہوگ۔ چوہدری اسے بہت غور سے رکھ رہا تھا۔ اس کے چرے پر آٹر کی کوئی تبدیلی چوہدری کو نظر نہیں آئی۔ اس نے

ب حد پر سکون کہتے میں پوچھا۔

"تمهارا نام کیا ہے ؟" "یاسمین_"

"خوب صورت نام ہے۔ کاش" جوان آدمی نے جملہ نا کمل چھوڑ دیا۔ پھر اُچاکک بولا "یا سمین" تمہارے پرس میں آئینہ تو ضرور ہوگا۔"

"ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" یاسمین بھڑک اٹھی۔

« کچھ نهیں۔ ذرا خود کو چیک کرلوں۔"

یا سمین مسکرائی۔ اس نے پرس کھول کر آئینہ نکالا اور جوان آدمی کی طرف

برساتے ہوئے کما "ولیے تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔"

جوان آدمی نے آئینے میں اپنا چرہ دیکھا "میں تو ٹھیک ہوں" اس نے کما _{او} آئینہ یاسمین کی طرف بردھا دیا "ذراتم بھی دیکھ لو۔"

یاسمین اپنے چرے کی مجنگ کرنے گی۔ اچانک جوان آدمی نے کما "میں نے وکی لیے میں سے میں سے میں میں اسلام اللہ اللہ میں اسلام اللہ میں اسلام منہ کو۔ یہ حمیس دس ہزار کا لگتا ہے ؟"

یاسمین کی سمجھ میں پہلے تو پچھ آیا ہی نہیں۔ پھراس نے جلدی سے آئینہ رس میں رکھا "بیہ کیا بکواس ہے؟" وہ غرائی۔

''پانچ سو سے زیادہ کی تمهاری او قات نہیں۔ بولو' چلتی ہو۔ نہیں تو اپنا رائہ "

یا سمین کا چرو تمتما اٹھا "میری اوقات کا تو شہیں ابھی پتا چل جائے گا۔ ایک لاکھ دے کر بھی بغیر مرمت کے جان نہیں چھوٹے گی تمہاری۔"

چوہدری کا دل لرزنے لگا۔ وہ جانا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ البتہ جوان آدی کے حق میں ایک بات جا رہی تھی۔ اس وقت وہاں رش ہو تا تو پہلے مرطے میں "عوام" کے ہاتھوں اس کی چٹنی بن جاتی۔ پھر دو سرے مرطے میں شاید اے ایک لاکھ ہی دینے پڑتے۔ اس کی شان و شوکت ہے ہی اندازہ ہو رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ جوان آدمی کچھ سمجھتا' یا سمین نے بہت مضوطی سے اس ہاتھ پکڑا اور گلا پھاڑ کر چیننے لگی ''بچاؤ مجھے بچاؤ۔ کوئی ہے ؟''

جوان آدمی نے گھبرا کر کما "ارے چھوڑو 'میرا ہاتھ۔"

گریاسمین کی گرفت بہت سخت تھی۔ اور پچھ سے کہ جوان آدمی اس اچانکہ افتاد کے لئے تیار بھی نہیں تھا۔ یاسمین اس کے ہاتھ کو تیزی سے اپنے گریبان کی لائی اور اگلے ہی لیحے اس نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اب تو جوان آدمی ہالکل ہی بو کھلا گیا۔

وہ بیک وقت ہوش رہا اور عبرت ناک منظر تھا۔ چوہری نے مشروع ہی سے سب کچھ نہ دیکھا ہو تا تو بھی اس منظر کی اور ہی تعبیر کرتا۔ اب صورت حال ہے تھی کہ

ہمین کا گریبان پھٹا ہوا تھا اور اس نے جوان آدمی کے ہاتھ کو بری طرح جکڑ رکھا ال جوان آدمی کو صورت حال کی سکینی کا احساس ہوچکا تھا۔ وہ ہاتھ چھڑا کر بھاگنے کی کر میں تھا اور ہاتھ چھڑا نہیں پا رہا تھا۔ اس کوشش میں وہ یاسمین کو و تھکیل رہا تھا۔ رکھنے والا کی سمجھتا کہ وہ لڑکی کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے اور چوہدری کے سوا تمام بردیمن داروں نے کی سمجھا۔

جوان آدی اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے دوسرے ہاتھ سے یا سمین کو مارنے لگا۔ رکھنے والے اسے وست ورازی بھی سمجھ سکتے تھے۔ پچھ دکان دار ان دونوں کی طرف لگے۔ اس وقت مولا داد کی انٹری ہوئی۔ مولا داد نے سب سے پہلے وسل بجا کر گویا کک طلب کی پھر جوان آدی کو پکڑلیا "اوئے" یہ کیا کر رہے ہو تم سربازار ؟" اس نے داڑ کر کما۔

" یہ اس گشتی ہے پوچھو حوالدار۔ یہ مجھے گھیررہی تھی" جوان آدمی نے گھبرا کر

جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا' وہ گریبان چھپانے کے بجائے وونوں ہاتھوں میں بُن چھپائے سبک سبک کر رو رہی تھی۔

"موقع واردات کا نقشہ تو کچھ اور ظاہر کر رہا ہے" مولا داد نے نفرت آمیز کہے اما۔

"یہ سب ڈراہا ہے حولدار جی !" مولا دادیا سمین کی طرف مڑا "کیوں بی بی 'کیا مسئلہ ہے ؟" "یہ زبردستی کر رہا تھا میرے ساتھ۔ مجھے اٹھا کر لے جانا چاہتا تھا۔" مولا داد نے جوان آدمی کا ہاتھ کپڑا اور اسے الگ لے گیا۔ یوں وہ چوہرری

سے اور قریب ہوگئے "آپ مجھے معزز اور شریف آدی لگتے ہیں۔" مولا داد نے برل احترام سے کما "لین آپ بہت بے کئے پیش گئے ہیں۔ تھانے گئے تو بردی فرال موگئ منگا بھی بڑے گا۔"

ورمیں نے کچھ کیا ہی نہیں۔" جوان آدمی نے کہا۔

"بات يمين ختم ہو جائے تو بهتر ہے" مولا داد كے ليج مين دهمكى تحى_"
"آپ كيا عامة من ؟"

"دين يزار**-**"

"يى تو وه مانگ ربى تھى، جوان آدى نے كما "ميں كمال سے لاؤل دس بزار؟" "آپ تو دس لاكھ بھى دے كتے بيں عزت كے لئے۔ مجھے بدى پچان ہے آدى

"دي تو مشكل ہے" جوان آدى نے آہ بھركے كما "جو يہ مجھے سمجھ رہى تھى اور آپ مجھے سمجھ رہى تھى اور آپ مجھے سمجھ رہى تھى اور آپ مجھے سمجھ رہے ہيں ميں وہ شيں ہوں۔ ميں تو اختشام صاحب كا ڈرائيور ... خاص نوكر ہوں۔ وہ ايك ہفتے كے لئے يوى بچوں كے ساتھ شمرے باہر گئے ہيں۔ ميں ان كا سوٹ بين كر كاڑى لے كر تفريح كے لئے نكل آيا تھا۔ ميرى جيب ميں بس

تین چار سو روپے ہول گے۔" یہ سنتے ہی مولا داد کے تیور بدل گئے۔ اس نے جوان آدمی کی گردن پکڑلی ادر اسے دوبارہ لڑکی کے پاس لے گیا۔

کارروائی شروع ہوگئ۔ دونوں فریق بیان دینے گئے۔ ایک سے بول رہا تھا اور دو سرا جھوٹ اسی دوران میں چوہری محکوم اللہ میں ایک کیمیاوی تبدیلی دونما ہو رہی تھی۔ شاید نیکی کی خواہش اور طلب سے بوجسل نہ ہو آ تو ایسا نہ ہو آ۔ اور شاید جوان آدی امیرو کبیر ہو آ تو وہ یہ سوچ لیتا کہ اس کی دولت میں سے صدقہ نگل رہا ہے لیکن وہ بے چارہ تو معمولی سا ڈرائیور تھا۔ چوہری کو اللہ کے احکامات باد رہا ہے لیکن وہ بے چارہ تو معمولی سا ڈرائیور تھا۔ چوہری کو اللہ کے احکامات اللہ سے خلاف آواز اٹھاؤ۔

سو چوہدری ان سب باتوں سے لبالب بھر حمیا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ دریا ^{میں را}

ر مرمجھ سے بیر نہیں رکھا جاسکا اور دوسروں کے بھٹے میں ٹانگ اڑانا ٹھیک نہیں۔ س کے نتیج میں اس کے اندر تشکش شروع ہوگئ۔

ای کے بیان سے مولا داد نے جوان آدی ہے کما "کوئی گواہ ہے تممارے الزام کا۔ تم نے زیادتی کی اور الٹا الزام لگا رہے ہو "پھروہ دکان داروں کی طرف مزا "تم میں سے زیادتی کی اور الٹا الزام لگا رہے ہو "پھراس کی نظر چوہدری پر پڑی جو موقع واردات سے ان گواہ ہے اس بات کا ؟" پھر اس کی نظر چوہدری پر پڑی جو موقع واردات سے زب تر تھا۔ "چوہدری" تم نے کچھ دیکھا" کچھ سنا ؟"

اب چوہدری کو گوائی کے لئے پکار لیا گیا تھا۔ وہ پیچے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ نیکی زور اب تک کر نہیں سکا تھا۔ نیکی اور اب تک کر نہیں سکا تھا۔ پچ چھپانے کا گوائی سے گریز کرنے کا گناہ کیوں کر آ۔ ماری مصلحین دھری رہ گئیں۔ اس نے سوچا کون جانے ' یہ نیکی ہی شار ہو۔ ''میں نے سب کچھ دیکھا' سب کچھ سنا'' اس نے کہا۔

مولا داد کی آنکھیں جیکنے گئیں۔ کیس لیا ہو رہا تھا "یمان آگر مجھے بتاؤ۔" چوہدری دہاں جاکم ا ہوا "یہ لڑی اس آدمی کو گھیر رہی تھی۔ کمیں چلنے کو کمہ ری تھی۔ اس نے اس سے دس ہزار روپے کی بات کی۔ اس پر اس آدمی نے کما کہ اس کی پانچ سوسے زیادہ کی اوقات نہیں ہے۔"

مولا واد کا منه کھلا اور کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پھراس نے سنبھل کر کہا "لیکن اس نے لڑی کے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔"

" رہان اڑی نے خود مجاڑا ہے" چوہدری نے بوے سکون سے کہا۔ " یہ کیسے موسکتا ہے" مولا داد نے اعتراض کیا۔

"آپ نے سورہ بوسف نمیں پڑھی، دامن پیچھے سے پھٹا ہو آ تو مرد قصور وار

"میر دامن کی نہیں ، گریبان کی بات ہے اور کوئی عورت اپنا گریبان خود نہیں اللہ اور نے اس کی ولیل مسترد کردی۔ "مہ کر سکتی ہے۔ یہ عشق سے."

" یہ کرعتی ہے۔ یہ عشق ہے۔" "تہیں کیے معلوم؟"

"ایک سال سے یہ یمال میں دھندا کر رہی ہے۔ میں جانا ہوں اسے۔ تم بھی

حانة ہو حوالدار صاحب!"

مولا داد گربردا گیا "میں میں کیا جانوں ؟"

"اس میں اور الی ہی تین لڑکیاں جو اور ہیں' ان کے دھندے میں تم بمی ز جے دار ہو" چوہدری اب ہر مصلحت سے بناز تھا۔

اس بربات بالكل بى جُرْ گئ - مولا داد نے كرج كر كما "ميں سمجھ كيا چوہدرى ز بھی میں دھندا کر ما ہے۔ مجھ پر الزام لگا ما ہے۔ تجھے تو آج میں مزہ چکھاؤں گا۔»

مجرم کی حیثیت ہے اس میں شامل تھا۔

مقدے کی اگلی ساعت ایس ایچ او کے سامنے ہوئی۔ اس نے سب پچھ سننے. پدرہ منٹ کے اندر وہ پورا قافلہ تھانے کے لئے روانہ ہوگیا۔ چوہرری بم عبدری سے کما "تم یمال وکان کرتے ہو۔ تمہیں اس میں ملوث ہونے کی کیا ندارت تھی؟،

"مجھے تو جی حولدار نے خود یکارا تھا" چوہدری نے کہا۔

اس پر ایس ایج نے مولا واو کو کھا جانے والی نظروں سے ویکھا۔ وہ سرجھکا کر اکیا۔ ایس ایج او نے چوہدری کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا وجمہیں یماں ال كن ب يا نسيس ؟" وه واضح طور ير وهمكى تقى "تم جابو توبيان بدل دو- جابو تو ان سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس کے بعد کیس صاف ہے" یہ واضح طور پر فیصلہ تھا۔ کیں صاف کا کیا مطلب ہے جناب!"

"ہم اس شریف لڑی کو جانے دیں مے اور مزم کے خلاف برچا کاٹیس مے۔" "مربيه تو غلط ہے۔"

"تہيں اس سے كيا۔ ميں تمہيں ايك موقع دے رہا ہوں۔"

چرہری ایک کمھے کے لیے سوچ میں بڑگیا۔ وکان جاتی رہی تو فاقے ہوں گے۔ اللك كاكيا بن كا- مر نيكي سے سرشار ذبن كھ سننے كے لئے تيار نہيں تھا۔ "رزق بنوالا الله ب سركار- ميں سي تو ضرور بولوں كا- بيد شريف الركي شيس ب- ساحل الزاكرتی ہے۔ مولا داد اس كا گرو ہے۔ اس جيسي تين لڑكياں اس وقت بھی شكار الله مل محوم ربی بول گی- میں ان سب کو جانتا ہوں۔ یہ یاسمین ہے" اس لڑکی کی طرف اشارہ کیا ''اور باتی تین محمینہ' سائرہ اور پروین ہیں اور یہ آدمی بلاوجہ

الی ای او نے مولا داد کو معنی خیز نظروں سے دیکھا "بھی اسے لے جاؤ اور

سمجانے کی کوشش کرو" اس کا لہد بھی معنی خیز تھا "ایک گھٹے بعد میرے سامنے بڑ کرو۔"

حوالات میں چوہدری پر جو ایک گھنٹا گزرا' وہ بہت سخت تھا۔ مار پیٹ سے ہو ہیشہ ڈر تا تھا لیکن مولا داد کے سمجھانے پر بھی وہ نہ بیان بدلنے پر آمادہ ہوا' نہ بیان سے دست بردار ہونے پر۔ اس کے نتیج میں اس کی مرمت کی گئی۔ مولا داد کے کئے مطابق ہاتھ ہاکا رکھا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود چوہدری کی چینیں نکل رہی تھیں۔ پھر مولا داد نے آدھے گھنٹے کا بونس ٹائم بھی لیا۔ لیکن ٹابت سے ہوا کہ مٹی نرم فردر ہے لیکن ذرخیزی سے محروم ہے۔

ڈیڑھ گھنے بعد چوہدری کو دوبارہ ایس ایچ او کے سامنے پیش کیا گیا۔ بظاہر توں پہلے جیسا ہی تھا لیکن مار پیٹ نے اسے تباہ کرویا تھا۔ چرے کو چھوڑ کر اس کے پورے جہم پر اس طرح ضہیں لگائی گئی تھیں کہ نشان کمیں نہیں تھا۔ چوہدری فود بھی جران تھا۔ نہ جانے اس کے اندر کون سی قوت تھی کہ وہ وُٹا ہوا تھا ورنہ اُن مرمت پر تو وہ قتل کا اعتراف بھی کرلیتا۔

الیں ایچ اونے اس سے بھر دریافت کیا۔ اس کا وہی جواب پاکر اس نے موالہ واد سے کما "اس کی تلاشی لو۔ ہوسکتا ہے' جیب سے پڑیا نکلے۔ کیا پتا' یہ مچھل کی آڈ میں ہیروئن کا دھندا کرتا ہو۔"

یں بیرون کو صدر کو باوے چوہرری نے سمجھ لیا کہ اب اس کی جیب سے پڑیا برآمد ہوگی لیکن اندر کا شطہ اب بھی روشن تھا۔ وہ جھوٹ کیول بولے' مچی گواہی کیول چھپائے۔

ا گلے ہی لیے مولا داد کی باچیس کھل گئیں۔ پڑیا برآمد کرانے کی ضرورت ال الکے ہی لیے مولا داد کی باچیس کھل گئیں۔ پڑیا برآمد کرانے کی ضرورت اللہ میں تھی۔ چوہدری کی جیب سے سو کے نوٹوں کی پوری گڈی برآمد ہوگئ "نیہ توجیب

"دمیں جیب کترا نہیں ہوں۔ یہ مجھے میرے دوست نے دیے ہیں۔" "داہ بھی۔ ایسے دوستوں سے تو ہمیں بھی ملوا دے۔" ایس ای او نے اُن

مولا داد نے گڈی ایس ایج او کو دی "دیہ شادت رکھ لیس سنجال کر سرجی۔ کام

"-رگذ:

"اب تو جھ پر کئی کیس بنیں گے بچو! یا تو پاکٹ مار ہے یا پھر کوئی غلط دھندا کرا ہے۔ یوں کوئی کی کو دس ہزار نہیں دیتا۔" ایس ایچ او نے کما پھر اس نے گڈی ال کارڈ نکل آیا۔ ایس ایچ او الن پلٹ کر دیکھا۔ اچانک گڈی میں سے ایک وزیئنگ کارڈ نکل آیا۔ ایس ایچ او نات پڑھا اور مسکرایا "لو ثابت ہوگیا کہ یہ پاکٹ مار ہے" اس نے مولا داد ے کما "اور ہاتھ بھی کمال مارا ہے سیٹھ جسیم کی جیب پر۔ اب تو یہ گیا" چوہدری کا دماغ جسے روشن ہوگیا "وبی تو میرے دوست ہیں۔ انہوں نے ہی

پوہر رق کا دہاں میں روس بھے یہ گڈی اور یہ کارڈ دیا تھا۔"

سیٹھ جسیم اور تیرے دوست!" مولا داد نے مضحکہ اڑایا۔

''کارڈ پر فون نمبر بھی ہے۔ آپ میری بات کرا دیں ان ہے۔'' اس کر لہجے میں یقین اما تھاکی الس ایجان اٹر کے کیڈا ویگ

اس كے ليج ميں يقين ايا تھاكہ ايس ايج او اٹھ كر كھڑا ہوگيا۔ لگتا تھاكہ وہ اللہ سيوث كرے گا ہوگيا۔ لگتا تھاكہ وہ اللہ سيوث كرے گا مكر عين موقع پر اس نے خود كو سنبھالتے ہوئے مؤلا داد سے كما اللہ اب ہاتھ نہ اللہ سيٹھ جسيم كو فون كركے ان سے پوچھوں گا۔ تم اسے لے جاؤ' ہاں اب ہاتھ نہ اللہ عند عند بيش آنا۔ "

"مرجی " یہ ان کا دوست کیے ہوسکتا ہے ؟" مولا داد نے احتجاج کیا۔
"لگتا تو مجھے بھی نہیں۔ لیکن رسک نہیں لے سکتا۔ تم جانتے ہو کہ سیٹھ جسیم
بن منرے ینچے تو بات ہی نہیں کرتے۔ جو بھی کمہ رہا ہوں "تم وہ کرو" ایس ایج او
لے او

الیں ای او ہر آدھے گھنے بعد سیٹھ جسیم کا نمبر لما نا رہا لیکن وہ کمیں گئے ہوئے فلے میں ایک ایک مشتبہ آدمی کی فلے دی جات ہوئے ایس ای ایک مشتبہ آدمی کی ایک مشتبہ آدمی کی ایک گڈی اور آپ کا وزیٹنگ کارڈ برآمہ ہوا ہے "وہ کمتا اللہ کارڈ برآمہ ہوا ہے "وہ کمتا اللہ کی کہ آپ اس کے دوست ہیں۔"

"ميرك دوستول كوتم جانتے مو" دوسرى طرف سے سيٹھ جسم نے خنگ لہج

میں کہا "کوئی مشتبہ آدمی میرا دوست کیے ہوسکتا ہے۔"

" بی تو میں بھی کہ رہا تھا سرجی کہ ساحل پر مچھلی بیچے والے سے آپ کی روتی کسے ہوسکتی ہے ؟" ایس ایچ او نے خوش ہوکر کہا۔

"مجلل يجين والا" ووسرى طرف سيشه جسيم چونكا- "بال ... وه تو آج عي مرا ووست بنا ہے۔ تم نے پکڑ رکھا ہے اسے ؟"

ایس ایج او کی ہوا خراب ہو گئ "ارے نہیں سرجی عرت سے رکھا ہوا ہے۔ آپ حکم کریں تو ابھی چھوڑ دوں۔"

"تم کھ نہ کو عمل خود آرہا ہول" سیٹھ جسم نے بے حد خراب لیج میں کا اور ريبور پنځ ديا۔

الیں ایج او کے ہاتھ پاؤل پھول گئے "او اس مچھلی والے کو یمال لاؤ جلدی ے عزت سے لانا۔ اس نے ہیڈ محرر سے کما۔

بدری- بھر میں تجھے دیکھوں گا۔ تو تو کلفٹن آنا بھول جائے گا۔"

وبدری کو امید تھی کہ ابھی سیٹھ سے ایس ایچ او کی بات ہوگ اور اسے رہائی ا جائے گی لیکن ایک گھنٹہ گزر گیا۔ کوئی خوش خبری اس کی طرف نہیں آئی۔ دو کھنے وعمير تو مولا داد ك اندازيس فاتحانه بن اور جارحيت نمايان مون كلي اب تو لكتا ناکہ کسی بھی وقت وہ اس پر بل پڑے گا۔

پھر تین گھنے گزر گئے۔ چوہدری کی امید کمزور پڑنے گی۔ سیٹھ جسم کو تو شاید ، ادبھی نہیں ہوگا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اگر سیٹھ جسیم نے اسے بہچاننے سے انکار روا ہو آ تو اب تک تو وہ مولا واو کے ہاتھوں زندہ لاش بن چکا ہو آ۔

اب کے مولا داد حوالات کی طرف آیا تو اس نے دل کڑا کرکے اس ہے بوچھا البیار جسیم سے بات ہوئی؟"

"بات ہو گئ ہوتی تو تو عافیت سے نہ ہو تا چوہرری۔ بس ان سے بات ہونے ہی

سو چوہدری اس کے اس دھاگے سے لئکا جھولنا رہا۔ یانج کھٹے ہوگئے۔ پھر پاک اسے مولا داو تیز قدموں سے چاتا ہوا حوالات کی طرف آتا و کھائی دیا۔ اس کے برے پر ہوائیاں اور رہی تھیں۔ اس نے حوالات کا دروازہ کھولا اور چوہدری کو باہر أن كا اثاره كيا- چوہدرى كو ساتھ لے كر حوالات كى طرف چلتے ہوئے اس نے سخت لیح میں کما "چوہدری میرے خلاف زبان کھولنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ حمیں النن میں وکان کرنی ہے اور میرے ہاتھ بت لیے ہیں" لیکن اس کے لیجے کی کمزوری ہمپ نہیں سکی تھی۔

چوہرری ایس ایچ او کے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے والے دروازے سے بل مسيم كرك مين داخل مو تا نظر آيا- "كمان ب ميرا دوست ؟" وه ايس ايج است کمہ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر چوہدری پر بردی تو دہ اس کی طرف لیکا "تم کیے مرك دوست ميرك محن !" اس في چوبدري كو لينا ليا "مجھے بتاؤ" بات كيا

چوہدری کے پچھ کمنے سے پہلے ہی ایس ایج او بول اٹھا "پچھ نہیں معمولی البات تھی سرجی۔ آپ تشریف رنھیں' میں بتا آبا ہوں۔"

چوہدری محکوم اللہ کا ول امید سے بھر گیا تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھاکہ بجیت کی صورت نکل سکتی ہے۔ وہ تو اپنے طور پر نیکی کی ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا تھا۔ لا جانا تھا کہ اس جوان ڈرائیور کو نہیں بچاسکے گا۔ بلکہ وہ تو خود بھی نہیں ن کے سکے گا۔ یهاں جو نقصان ہونا ہے' وہ تو ہونا ہی ہے لیکن سے ممکن ہے کہ وکان اس سے چھین کی جائے اور روزگار بھی جاتا رہے۔

اے سیٹھ جسیم الدین یاد بھی نہیں تھا۔ مگر اس کی وجہ سے اس کی بھٹ ہو گئے۔ ستم ظریفی میہ ہوئی کہ جن وس ہزار روپوں سے وہ چر رہاتھا وہی اس کی بجت باعث ہے۔ نہ وہ رقم اس کی جیب سے برآمہ ہوتی' نہ سیٹھ جسیم کا تذکرہ نکلا' نہ اس کی حان بچتی۔

الیں ایچ او نے اسے ووبارہ حوالات میں تججوا دیا تھا۔ کیکن وہ مار پیٹ بسرحال محفوظ ہو گیا تھا۔ البتہ مولا دار اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ ^{ال} بار اس نے دانت بیں کر کہا تھا۔ "یہ سیٹھ جسیم والے غبارے سے ہوا لکل جائ

"تم چپ رہو۔ میں چوہدری سے بات کر رہا ہوں۔"

سیٹی جیم نے چوہری کو اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔ چوہری نے الف سے ساتھ ہی بٹھالیا۔ چوہری نے الف سے ساتھ ہی بٹھالیا۔ پوری داستان سنا دی۔ ایس ایج او اور مولا داد کے چرے فق ہوگئے۔ سیٹھ جم غصے سے پھنکار رہا تھا۔ "تو یہ کالے دھندے ہیں تم لوگوں کے" اس نے کہا "ار معصوم لوگوں پر ظلم کرتے ہو ... صرف پنیے کی خاطر!"

"مم میں میں بے قصور ہول جناب!" ایس ایج او ہکلانے لگا "مجے و بیر سب کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔"

" یہ کمہ کر جان چھڑا لو کے تم۔ تم انچارج ہو اس تھانے کے۔ پورے علانے کے ذرع دار ہو" سیٹھ جسیم نے غصے سے کما "تممارے اپنے آدمی بدکاری کو فروغ دے دار ہو" کھر اچانک اسے کچھ خیال اور وہ چوہدری کی طرف مڑا" دوست انہوں نے تمہیں مارا بیٹا تو نہیں ؟"

اس پر مولا داد بلبلا اٹھا ''وہ جناب ... ضابطے کی کارروائی تو کرنی تھی۔'' ''میں اپنے دوست سے بات کر رہا ہوں۔ تم خاموش رہو'' سیٹھ جسیم نے اے انٹ دیا۔

چوہدری بچپن میں اپنے باپ کے ہاتھ پٹا تھا گروہ پٹائی اس مار کے سامنے کھ بھی نہیں تھی اور بچپن کے بعد سے اب تک کسی نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اسے اپنی مرمت یاد آئی۔ اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ مار پیٹ کی وجہ ہے اس کا پورا جم دکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنو آگئے۔ گر اسے مولا داد کا دھمکی بھی یاد آئی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کما "جانے دیں جسیم صاحب" جو ہوگیا سوہوگیا۔"

اس کے آنسو و کھ کر جسیم تڑپ گیا و نہیں چوہدری دوست 'تم مجھے بناؤ کہ مجسس کس نے مارا تھا؟"

چوہدری سے بولا تو نہیں گیا۔ اس نے مولا داد کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تمہیں دکھ لوں گا" سیٹھ مولا داد پر دہاڑا "ایک ایک چوٹ کا صاب لوں گاتم سے" بھروہ ایس ایج او کی طرف مڑا "اس کا رینک کیا ہے ؟" "کانشیبل ہے جتاب!"

"برا باافتیار کانٹیل ہے" سیٹھ نے طنریہ لہے میں کہا۔ "تہیں کچھ معلوم نس ہو آ اور یہ سب کچھ کر آ رہتا ہے۔ ایس ایج او تو یہ ہوانا۔ بری ڈھیل دے رکھی ہے اے۔ لگتا ہے' اس کے کالے دھندول میں تم بھی جھے دار ہو۔"

"میں بے قسور ہوں جناب !" ایس ایج او گرگرایا "یہ مجھ پر اوپر سے مسلط کیا ایس ہے۔ میں کیا کردل میرے بس میں ہو آ تو میں اسے یمال ایک دن بھی برداشت سے "

"اوه تو ذرا اس كا حدود اربعه بمادً-"

"رہنے دیں سیٹھ جی۔ مجھے بھی نوکری کرنی ہے" ایس ایج او نے ہاتھ جو ڑتے ایک کہا۔

> "نہيں- تم مجھے بتاؤ-" سيٹھ نے اصرار كيا "مجھے نہيں جانے تم ؟" "بي جناب اپنے ايس في صاحب كا سالا ہے-"

سیٹھ نے ایس پی سے فون پر بات کی۔ اسے خوب جھاڑا۔ مولا واد کو معطل کرایا۔ ڈرائیور کو بھی رہائی مل گئی۔ چروہ چوہدری کو لے کر چلنے لگا۔ ایس ایچ او نے دونوں متعلوں پر نوٹوں کی گڈی اور سیٹھ کا وزیٹنگ کارڈ رکھ کر چوہدری کو پیش کیا "یہ سرجی آپ کی رقم۔ میں معانی چاہتا ہوں آپ سے۔"

چوہدری نے بادل ناخواستہ گڈی پھر جیب میں رکھ لی۔ وہ باہر آئے۔ سیٹھ نے اے اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔ اپنی دکان کے سامنے گاڑی سے اترنے سے پہلے چوہدری نے سیٹھ سے کما "آپ کا شکرمیہ جناب! ورنہ میرانہ جانے کیا حشر ہو آ۔"

"دیس نے کما تھا ناکہ اب تم میرے دوست ہو" سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کما اور اب کمہ رہا ہوں کہ اس علاقے میں کیا 'پورے شہر میں تم کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نیں دیکھا سکتا۔ اب تم جاؤ 'ہاں کل بارہ بجے مچھل تیار رکھنا۔"

اکبر نے چوہدری کا بے حد پر تپاک خیر مقدم کیا۔ "سیٹھ" تم تو ایک دن میں بدے آدی ہو گئے۔ تھانے سے کمی کو اس طرح آتے بھی نہیں دیکھا تھا۔" چوہدری نے دل میں سوچا۔ "اندر کا حال تھے کمال معلوم ہے۔"

ہم وی سے میں میں رہے۔ میں انگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی ہے سین "رہے۔ انگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی ہے سین انگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی۔ اکبر بولا۔

سعید ویڈیو والے پر وہ افتاد اچانک ہی آئی تھی۔

وہ گاہوں کے واپس لائے ہوئے کیسٹوں کی رجٹر میں انٹری کر رہا تھا کہ اچاتک کسی نے اس کی گردن کی گردن کی گردن کی اسے دی اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ نعمان تھا۔ اسے جرت ہوئی' نعمان کیلی بار اس کی دکان پر آیا تھا اور آتے ہی گردن کی لی تھی۔ دکیا بات ہے نعمان بھائی۔ خیریت تو ہے؟" اس نے بے حد رسان سے بوچھا۔

"ابھی پتا چل جائے گا۔" نعمان نے کما۔ پھر اپنے دس سالہ بیٹے کو ہاتھ پکڑ کر آ آگے کیا۔ "رضوان ... ای سے لے کر گیا تھا یہ کیسٹ؟" رضوان نے اثبات میں مربلادیا۔ وہ خوف زدہ لگ رہا تھا۔

تب سعید کی نظر رضوان پر پڑی۔ رضوان بھی کبھار اس سے کیسٹ لے جا آ تھا۔ اب بھی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی "بات کیا ہے نعمان بھائی؟"

"بات بوچھا ہے۔ میں تیرا خون بی جاؤں گا۔" نعمان طلق کے بل دہاڑا "یمال محلے میں بیٹھ کر میہ کالا دھندا کرتا ہے تو۔ محلے کی بہنوں بیٹیوں کو خراب کرنا چاہتا ۔ "

نعمان کی آواز سن کر لوگ جمع ہونے گئے۔ دو منٹ میں وہاں جمع لگ گیا۔ معید کی نظر کیسٹ پر پڑی تو اس کا دم نکل گیا۔ وہ تو وہی کیسٹ تھی' جو صبح اس سے نعمان کی بیٹی لے کر ممٹی تھی کیا نام تھا لڑکی کا ہال' رضیہ۔

اس نے بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کی۔ یہ تو بہت برا وبال معلوم ہو رہا تھا۔ اچھی بات یہ تھی کہ وہ اس طرح کے کیسٹوں پر اپنی دکان کے نام کا اسکر نہیں لگا تھا اور وہ ایسے کیسٹوں کو رجٹر میں بھی ورج نہیں کرنا تھا۔ "کیا ہوا نعمان بھائی ؟" مجمع میں سے کسی نے بوچھا۔ "جمهی تهی دماغ خراب ہو جاتا ہے بج!"
"اچھا سیٹھ" اب اپنا گلا سنبھالو اور مجھے چھٹی دو۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔ آج
دھندا بھی بہت زیادہ تھا۔ لاؤ مجھے پینے دو۔"

چوہدری کا جمم بری طرح دکھ رہا تھا۔ اس نے کما۔ "تو خود ہی لے لے نا!"
"تم جانتے ہو سیٹھ۔ اکبر پیسے ڈالنے کے لیے گلا کھولتا ہے۔ پیسے نکال شیں ہے۔" اکبر نے فخریہ لہجے میں کما۔

"چوہری جانیا تھا کہ اکبر مثالی ایمان دار آدمی ہے۔ اس نے گلے میں سے رو سو روپے نکال کراسے دیئے۔ وہ چلاگیا۔ چوہدری دکان بند کرنے میں معروف ہوگیا۔ اس نے گلے کی رقم گنی تو جران ہوا۔ اس روز کی سیل چار ہزار چھ سو روپے تھے۔ ورنہ دو اور تین کے درمیان ہوتی تھی۔

گر جانے کے لیے بس میں بیٹھ کر وہ اس دن کے بارے میں سوچتا رہا۔ کیا عجب اور سخت دن گزرا تھا۔ صبح سے وہ نیکی کے لیے جمک مار تا رہا لیکن بات نہ بی ۔ شاید اس محرومی ہی کی وجہ سے وہ اس پرائی آگ میں کوو پڑا تھا۔ اب اے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے بہت بری حماقت کی تھی' گر وہ ایک غیر معمولی بات بھی تھی کیونکہ اس سے پہلے وہ پولیس کے چکر سے بہت دور رہتا تھا۔ کیما خطرناک اور تی تجربہ ہوا ہے۔

پھرا سے خیال آیا کہ اتنی بری مشکل کیسے آسان ہوگئ۔ یقینا اللہ نے اس کا مدد کی۔ شاید اس لیے کہ وہ اللہ کے علم پر عمل کر رہا تھا۔ اس نے حق کے لیے آواز اللہ کے خلاف کمل کر بولا۔ پی گواہی دی وہ ایسا تو شیں۔

بسرکیف اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ایسی غلطی تبھی نہیں کرے گا لیکن اس نے یہ عزم بھی کرلیا کہ نیکی کا خیال نہیں چھوڑے گا۔ ایک نیکی تو اسے کرنی ہے۔

"ارے بھائی ' یہ حرام زادہ محلے میں بیٹھ کر فحاثی کا کاروبار کر رہا ہے۔ " ممان نے گرج کر کما۔ میری بچی بھی بھی کوئی کیٹ منگا لیتی ہے۔ آج اس نے رضوان سے فلم منگوائی تو اس کینے نے یہ گندی فلم بھیج دی۔ میری بیٹی تو اس وقت سے روئے با رہی ہے۔ "

"بی گندی قلم ہے۔" مجمع میں سے اشتیاق آمیز آوازیں ابھریں۔ "لیقین نہیں آتا۔"

"نعمان بھائی ! میری بات سنی" سعید نے پر اعتاد کہے میں کا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ یہ گندی قلم ہے یا نہیں۔ میں بس اتنا جاتا ہوں کہ یہ میری دکان کی کیسٹ نہیں ہے۔"

"تو میرا بچه جھوٹ بول رہا ہے؟" نعمان نے تڑپ کر کما "بیٹے رضوان ہا نا۔"
آپائے کما تھا ، صبح آپ ہی ہے..." وس سالہ رضوان کہتے کہتے صرف ایک
ثانیعے کو رکا۔ یہ بات صرف سعید ہی سمجھ سکا تھا کہ وہ کیوں رکا ہے۔ اس کے منہ ہے
تچی بات نکل رہی تھی۔ وہ بتانے والا تھا کہ صبح وہ آپ ہی سے کیسٹ نے کر گئی
تھی۔ بھراس نے فورا" ہی جملہ مکمل کیا "..... میں کیسٹ لے کر گیا تھا۔"

''دیکھتے نعمان بھائی' بیچ سے بھول ہو رہی ہے۔ بیہ میری دکان کی کیسٹ ہے۔ میں شیں۔''

"دیہ کوئی دودھ پتیا بچہ نہیں ہے۔ دکان کیسے بھول سکتا ہے؟" نعمان نے دہاڑ کر اللہ

" پہلے یہ تو دیکھ لوکہ یہ بلیو قلم ہے بھی یا نہیں۔" مجمع میں سے کسی نے کہا۔ "توکیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" نعمان نے مجمع پر آئکھیں نکالیں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں تھاکہ بولنے والا کون ہے۔

"ابھی بتا چل جائے گا نعمان بھائی۔ آپ برا کیوں مانتے ہیں۔" ایک اور مخص نے کہا۔

"ہاں ہاں کیٹ چلا کر دکھاؤ۔" مجمعے میں سے کئی آوازیں ابھریں۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟ نعمان بھائی نے دیکھ کر ہی کما ہوگا۔" سعید نے تھبرا

رکہا-"نہیں کیسٹ چلاؤ۔" لوگوں نے بے مانی سے مطالبہ کیا-

سعید مجور ہوگیا۔ اس کی دکان میں وی ہی آر بھی تھا اور کلر ٹی وی بھی۔ اس کے کیسٹ لگایا اور پلے کا بٹن دیا دیا۔ ایک لیحے کے بعد ٹی وی پر جو سین نظر آیا ، ے دکھے کر مجمع دم بخود ہوگیا اور نعمان آپ سے باہر۔ دیکھنے والوں میں پچھ لوگ ، ول پڑھے جا رہے تھے۔ گر ٹی وی اسکرین سے نظریں کمی کی نہیں ہٹ رہی فی رہا ہوا ہوگیا اور اسے مارنے لگا۔ سعید نے خود کو بچانے کی برا اور اسے مارنے لگا۔ سعید نے خود کو بچانے کی برش کی اور جلدی سے وی می آرکو آف کر دیا۔ اتنی دیر میں نعمان وکان کا شرر انے والا سریا اٹھا چکا تھا۔ اس نے وہ سریا سعید کے سر پر مار دیا۔

شاید اسکرین تاریک ہونے کے نتیج میں لوگوں کو ہوش آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ سعید کے سرے خون بہہ رہا تھا اور نعمان ایک اور وار کرنے والا تھا۔ کچھ لوگوں نے اسے دبوج لیا اور سریا اس سے چھین لیا۔ اتنی دیر میں سعید کا چرو خون میں نما کیا تھا۔

"تم لوگوں نے دیکھا؟" نعمان بری طرح چیخ رہا تھا "اس حرام زادے نے یہ کیٹ میرے گھر بھوائی۔ میری بچی یہ دیکھ رہی تھی۔"

اس پر کچھ لوگوں نے تاسف بھرے تبھرے کیے۔ ایک مخص بولا۔ "سعید کی ا اگر کو۔ سر کا زخم ہے اسے میتال لے جانا ضروری ہے۔"

"پہلے تھانے میں رپورٹ درج کرانی ہوگا۔" دوسرے نے کما۔ "یہ پولیس کے سے ایف آئی آر کے بغیر کوئی مرہم پی شیس کرے گا۔"

یہ سنتے ہی سعید نے توپ کر کما۔ ''اس کی ضرورت نہیں' معمولی چوٹ ہے۔ کم نعمان بھائی کی بہت عزت کرتا ہوں۔ انہیں پولیس کے چکر میں نہیں پھنسانا چاہتا۔ انہوں نے غلط فنی میں مجھے مارا ہے۔ یہ میری دکان کا کیسٹ نہیں۔"

"میں یہ بات نہیں مانیا۔" نعمان اب بھی آپ سے باہر ہو رہا تھا "نہ میرا بچہ النائے 'نہ جھوٹا ہے۔"

"بولیس کو بلاؤ" مجھے میں سے کسی نے کہا۔

نے سب دیکھا اور سا تھا۔ سعیر نے اس شوکیس سے کیٹ نکل کر دیا تھا۔" جدری نے اشارے سے بتایا۔

پند پرجوش نوجوان دکان میں کھس گئے۔ انہوں نے اس شو کیس میں ہاتھ زالا۔ وہاں چوہدری کا لایا ہوا گلدستہ بھی موجود تھا۔ اس کے علاوہ وہاں سے بیسیوں کیٹ بھی نکلے۔ ان پر سعید کی دکان کے نام کا اسٹکو بھی نہیں تھا۔

"لو و کھ لو" نعمان نے فاتحانہ لہج میں کما "اب سے کے گاکہ یہ کید بھی اس کی دکان کے نہیں ہیں۔"

لڑكوں نے كيت لگاكر وكھائے۔ وہ سب كى سب بليو فلميں تھيں۔ چوہدرى انسى وكي كر چكرا كيا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار پٹنے لگا "توب ... توب اس انسى وكي كر چكرا كيا اور دونوں ہاتھوں كے اپنے رخسار پٹنے لگا "توب ... توب اس نے كما "ميں سوچ بھى نہيں سكتا تھاكہ شريف كھروں كى لؤكياں الى فلميں ديكھتى ہوں كى۔"

"اب بولو- سی كه رما تها نا ميرا يچه- رضوان اى سے كيث لے كركيا تھا۔ چېدرى صاحب اس بات كے كواہ بيں۔"

اس پر چوہدری کے کان کھڑے ہوئے۔ اس نے پلٹ کر نعمان کو دیکھا "تم کس بیٹے کی بات کر رہے ہو؟"

نعمان نے اپنے بیٹے رضوان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا 'ویہ میرا بیٹا رضوان ہے۔ یہ کوئی انڈین قلم لینے آیا تھا اور سعید نے یہ منحوس اور ناپاک کیسٹ رئا تھی۔ آپ تو گواہ ہیں اس کے۔''

چوہدری حق گوئی کا حق اوا کرنے پر خلا ہوا تھا۔ اس نے کما۔ "نعمان تہیں غلط فنی ہوئی ہے۔ تمہارا بیٹا اس وکان پر نہیں آیا تھا۔"

نعمان نے جرت سے اسے دیکھا۔ "اہمی آپ نے ہی کما چوہدری صاحب سد"

چوہدری نے اس کی بات کاف دی۔ "کیٹ لینے تمماری بیٹی رضیہ آئی تھی الن!"

یہ س کر نعمان نے چوہدری پر جھٹنے کی کوشش کی۔ "یہ چوہدری سعید سے ملا

"میں کمہ رہا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں۔ یہ ہماری آپس کی بات ہے۔"
سعید نے کہا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ کمی پنچ نے اس کی بیوی کو جھڑے اور اس کا
سرچفنے کے متعلق بتا دیا ہے اور اس کی بیوی تھانے کی طرف دوڑ گئی ہے۔
محلے کے ایک مدہر بزرگ نے کہا۔ "اس معاطے کا حل کیا ہے۔ سعید تو اس
کیسٹ سے انکاری ہے۔ نعمان 'تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں اس خبیث کا خون کی جانا چاہتا ہوں۔ میں اسے قمل کر دینا چاہتا ہوں۔" نعمان کا غصہ اب بھی سرد نہیں ہوا تھا۔

اس وقت چوہدری تھکا ہارا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ سعید کی دکان پر بھیرا گلی دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ کہیں خدانخواستہ وہ تیز قدموں سے دکان کی طرف چل دیا۔ وہاں جو منظر دکھائی دیا' وہ اس کے خدشات کے برعکس لیکن اتا ہی عگین تھا۔ سعید کا خون میں نمایا ہوا چرہ دیکھ کر وہ تڑپ گیا اور ہجوم کے درمیان جگہ بنا آ ہوا آگے برصا۔ "یہ کیا ہوا سعید کو؟ اسے تو بخار بھی تھا۔"

"اے نمان بھائی نے مارا ہے۔" ایک لڑے نے بتایا۔

چوہدری کا نیکی کو ترسا ہوا دل گداز ہوگیا۔ وہ سعید کے لئے ہدردی سے سرشار ہوگیا "کیول مارا ہے نعمان نے اسے۔"

" در شریل ایکس مودی کا چکر ہے" کسی نے کہا۔ دو سرے لوگوں نے مل کر تنصیل ا دی۔

چوہدری اس وقت تک وکان کے وروازے پر پہنچ چکا تھا۔ ٹرپل ایکس س کر اس کے ذہن میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔" وہ تو میرے سامنے ہی وی تھی سعید نے۔" اس نے کہا۔

یہ من کر نعمان خود کو چھڑانے اور سعید پر دوبارہ بل پڑنے کے لیے زور لگانے
لگا۔ "ویکھا میں نے کہا تھا نا اب چوہدری صاحب تو جھوٹ نہیں بولیں ہے۔"
"یہ جھوٹ ہے۔" سعید نے مرے مرے لہجے میں کہا۔
"آپ کو کیسے معلوم ہے یہ بات؟" مدہر محلے دار نے چوہدری سے پوچھا۔
"سعید کو بخار تھا نا۔ میں اس کی عیادت کے لئے گلدستہ لے کر آیا تھا۔ میں

چوہدری سعید کی ڈھٹائی پر حیران رہ گیا۔ "سعید جھوٹ بولنے کا فائدہ ؟" "سعید جھوٹ نہیں بول رہا ہے، جھوٹا تو ہے چوہدری ! نعمان نے چوہدری کو

صورت حال پیچیدہ ہوگئ تھی۔ مدیر بزرگ نے کما۔ "بولیس کو بلاؤ بھی " یہ بولیس ہی حل کرے گی۔"

"جی ہال۔ ویسے بھی یہ بولیس کیس ہے۔" کسی نے ان کی تائید کی۔ "بولیس کیس کیسے ہے ؟" نعمان نے تڑپ کر کما "سعید نے کما تھا کہ یہ ہماری اک بات ہے 'کیول سعید؟"

"بال نعمان بھائی۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔" سعید نے بہت خلوص کا۔ "اور چوہدری کو تو ہم دیکھ لیں گے۔"

چہری دنیا کی نیرنگی پر اش اش کر رہا تھا کہ پولیس آئی۔ پولیس کے لئے تو وہ ، ہی گرم کیس تھا۔ انہوں نے نعمان اور سعید کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ چوہری نے کیا۔ "تم کمال جا رہے ہو چوہدری۔ تہیں فانے چانا ہے۔"

چوهدری کا میر من کر دم نکل کیا۔ "کیوں جناب؟" "تم بهت اہم گواہ ہو۔"

 \bigcirc

کین تھانے پینچنے پر صور تحال بدل گئی۔ نعمان اور چوہدری تھانے میں تھے۔ اور کانشیبل مرہم پٹی کے لئے لیے گئے تھے۔ وہ وہاں سے آیا تو تفیش شروع ہیں جان کر چوہدری کے دیو تا کوچ کر گئے کہ نعمان اور سعید اس کے خلاف کیجا ہیں۔ وہ اسے مجرم بنانے پر تلے ہوئے تھے۔

الم مجھے چوہدری نے آگر بتایا کہ سعید نے میری بیٹی کو گندی کیسٹ دی ہے۔" ان کھا۔ "اس پر میں مشتعل ہو گیا اور میں نے اس کے سرپر سریا مار دیا۔" "برکہ نعمان بھائی کی بیٹی میری دکان پر بھی نہیں آئی۔ میں اسے جانتا ہی نہیں ہوا ہے۔ میری بی کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

اس پر چوہدری نے رضیہ اور سعید کی پوری مختلو دہرا دی۔ سعید کا انکار کہ ور ایسی فلمیں نہیں رکھتا' اس پر رضیہ کی طرف سے شہباز کا حوالہ۔ پھر رضیہ کی دھمکی اور سعید کی بے بی اور اس نے آخر میں کما۔ "مجھے تو اس وقت ٹرپل ایکس کا مطلب ہی معلوم نہیں تھا۔ ورنہ میں اس بچی کی پٹائی بھی کر دیتا۔"

"مجھے لگتا ہے سے چوہدری بھی اس گندے کاروبار میں ملوث ہے۔" نعمان نے

"چوہدری صاحب کی بات ٹھیک ہی لگتی ہے" ایک نوجوان بولا "بہت لوگوں کو معلوم ہے کہ رضیہ اور شہباز گندی قلمیں دیکھا معلوم ہے کہ رضیہ اور شہباز گندی قلمیں دیکھا ہے.... بابر کے گھر جاکر اور میں نے کئی بار رضیہ کو بھی بابر کے ہاں جاتے دیکھا ہے۔"

. نعمان نے خود کو چھڑایا اور چوہدری کے بھی دو چار ہاتھ دھر دیے۔ پھر لوگوں نے اسے قابو میں کرلیا۔

چند اور اركى بھى رضيہ اور شهباز كے راز فاش كرنے لگے۔ اب نعمان ان لوگوں سے تو نسي اور سكنا تھا۔ "ديه ميرى بيني كو بدنام كيا جا رہا ہے۔"

محلے کے مدبر بزرگ نے سعید سے کما۔ "چوہدری صاحب کی بات کے بعد بمتر یمی ہے کہ تم سے بول دو-"

" چوہدری جھوٹ بول رہا ہے۔" سعید نے چوہدری کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے ہے حد نفرت سے کما۔ "رضیہ میری دکان پر بھی نہیں آئی۔ میں لے تو نعمان کی بیٹی کو بھی و یکھا بھی نہیں اور میں سے کہتا ہوں کہ یہ کیسٹ میری دکان کی نہیں ہے۔"

"یہ اتنے کیسٹ نکلنے کے بعد بھی تم یمی کمو مے؟" مربر بزرگ نے کما۔ سعید صرف ایک لمحے کو پریٹان ہوا پھر اس نے کما۔ "یہ بھی میرے نہیں" ایک مخص میرے پاس لایا تھا بیچنے کے لئے۔ میں نے کما وکھ کر خریدوں گا وکھنے کا مجھے فرصت نہیں لمی۔"

موں۔" سعید نے فریاد کی-بت بری لگ رہی تھی۔ اس کا جم بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔ وہ گھر جاکر بستر بر گر "اور جو بغیر منیکر کی فلمیں برآمہ ہوئی ہیں تہماری دکان ہے۔" تغیش کر

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ڈیڑھ بجا تھا۔ حوالات میں بند ہوئے بھی اسے رہ تھنے سے زیادہ موچکا تھا۔ پولیس والے بھی انہیں حوالات میں ڈال کر گویا بھول ع تھے۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جان کیے چھوٹے گی؟ پولیس والے چاہتے کیا

سرحال وه مایوس نهیس تھا۔ بلکہ پرامید تھا۔ کم از کم یمال کی صورت حال و میں سندر ہے نہ دریا ہے 'نہ ندی ہے اور نہ کوئی جمیل۔ پر ان کی صورت حال کے مقابلے میں تو بہت بہتر تھی۔ اور اللہ نے اسے وہاں سے ى آسانى سے نجات دلا دى تھى۔ مرمت تو اس كى بهت موئى تھى مكريد كم نهيں تھا ۔ وہ عزت سے تھانے سے نکل آیا تھا۔ اللہ یمال بھی مدد کرے گا' وہ سبب

اسے میہ الجھن بھی بریشان کر رہی تھی کہ سعید اور نعمان دونوں ہی اس سے لئة ہو گئے اور ایک دو سرے کے حلیف بن گئے۔ کیوں؟ جبکہ ذرا در پہلے نعمان المعيد كام ربها أا تفاء بحران من يه ايكا كيسا؟ اور وه ودنول مل كراس بحنسات كي

بالاخراس سے رہانس گیا۔ اس نے سعیدسے بوچھا۔ "سعید تم مجھ سے ئی کول کر رہے ہو؟"

وحمن سے وحمنی ہی کی جاتی ہے۔" سعید نے بے رفی سے کما۔ "كرمين تو تمهارا دوست مول- تمهيل خون مين نهايا موا و كيه كر تروب كيا تها-" "نادان دوست کمو چوہدری اور نادان دوست دعمن سے برے کر ہو تا ہے۔ تم کیٹ کی مواہی دے کر میرے ساتھ دشتی نہیں کی اور تم نے میری تمام

'اورتم نے انہیں میرے کھاتے میں ڈال دیا۔" چوہڈری نے شکایتا "کما۔ "تم

"خود کو بھانے کے لیے میں اور کیا کر تا؟"

والے ایس آئی نے اسے کھورا۔ "وہ تو چوہدری صاحب میرے پاس رکھوا کر گئے تھے۔ کمہ رہے تھے وکھ ان ا حجى لكيس تو خريد لينا- مجهه تو سر' پة بي نهيس تهاكه وه بليو فلميس بين-" "خدا کا خوف کر سعید!" چوہدری نے بلبلا کر کما۔ "میرے گھریس تووی ی

آرہے ہی شیں۔" بھی تم مچھل کا کاروبار کرتے ہو۔" سعید نے کہا۔

ایس آئی نے چوہری کو گھورا۔ "تم وہ کیٹ کمال سے لائے تھے؟" «آپ اس جھوٹے کی بات کا یقین نہ کریں تھانیدار جی۔ میہ جھوٹ بول اما ہاب ہے۔

"مرجی میر وس بج میری دکان پر آیا تھا۔ اس کا لایا ہوا گلدستہ تو دیکھا "الیس آئی نے ایک ہیڈ کانشیل کو بلایا اور کما۔"ان تیوں کو حوالات میں بند نش کر رہے تھے۔

"مجھے کیوں جناب میں تو گواہ ہوں۔" چوہدری نے احتجاج کیا۔ "اب صورت حال بدل منی ہے۔ اب تو لگنا ہے کہ تم برے مجرم ہو۔" البر "أَبِّي نِي في مله سٰايات " لي جاوُ انهيں۔"

چوېدري محکوم الله کا بهت برا حال تفاد ایک بي دن ميس وه دوسرا موقع تفاکه كا بولنے وق کا ساتھ دینے اور می گوائی دینے کی وجہ سے وہ حوالات میں مجوں اللہ برائی بھی پاروا دیں۔" تھا۔ اس بار بسرحال اس کے ساتھ مار پیٹ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن دن بھر کی بعد اس وقت جب اے نیند کی اور اس کے جم کو آرام کی ضرورت

"اور نعمان نے تمہارا سر پھاڑا تھا' پھر بھی تم اس کا ساتھ دے رہے ہو؟"
"یہ مصلحت ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات بردھے۔ اس لیے سر پھنے کے
باوجود میں نہیں چاہتا تھا کہ تھانے پولیس کی نوبت آئے۔ اس لیے میں نے رمیہ کا اللہ میں نبیں لیا۔"

نعمان سے پچھ بوچھنا ہی فضول تھا۔ چوہدری اس کا نکتہ نظر سمجھ سکتا تھا۔ اس کی تو عزت کا معالمہ تھا۔ اس کی بیٹی کی بدنامی ہو رہی تھی۔

دو بج متعلقہ ایس آئی تفتش کے لئے حوالات میں آیا۔ پوچھ مچھ ہوئی تر چوہدری اکیلا رہ گیا۔ وہ خود بھی اپ کو جھوٹا سجھنے پر مجبور ہوگیا۔ نعمان اور سعیر نے کیس ہی بدل دیا تھا۔ سعید نے ٹرپل ایکس کیسٹوں کو چوہدری سے منسوب کر رہا۔ "دمیں تو یہ گندا دھندا کرتا ہی نہیں ہوں۔ اور چوہدری کے دیئے ہوئے کیسٹ میں نے دیکھے ہی نہیں تھے۔"

"اور تم كس كيت كى شكايت ليكر سعيد سے لڑنے گئے تھے؟" الي آئى لے نعمان سے يوچھا۔

"كيث كى توكوئى بات بى نيس تقى-" نعمان نے حرت ظام كرتے ہوئے كا"تو پرتم نے اس كا سركيوں بھاڑا؟"

"وہ تو پییوں کا جھگڑا تھا۔ سعید نے مجھ سے قرض لیا تھا اور واپس نہیں کررا تھا' مجھے اس پر غصہ آگیا۔"

الیں آئی اب چوہدری کی طرف مڑا۔ "تم کب سے یہ دھندا کر رہے ہو؟"
اب چوہدری کو طرارہ آگیا۔ بلاوجہ اسے گندگی میں لتھڑا جا رہا تھا۔ "بہ سبد جھوٹ بول رہا ہے۔ میرا ان کیسٹوں سے کوئی تعلق نہیں۔ سعید ہی یہ گندا کاردہار کرتا ہے اور جو جھڑا نعمان اور سعید کے درمیان ہو رہا تھا' اس کی وجہ الیی ہی ایک کیسٹ تھی۔ اس کے گواہ محلے کے تمام ہی لوگ ہیں۔ کمی سے بھی پوچھ لیجے۔" پہر کمہ کرچوہدری نے جھڑے کی پوری تفصیل سنا دی۔

سب کچھ من کر ایس آئی کی آنکھیں جیکنے لگیں۔ اس نے اے ^{ایس آل} شفقت کو بلایا۔ "تم اصل گواہ کو چھوڑ آئے ہو۔" اس نے شفقت سے کہا۔ "ا

ٹاید موقع کا کوئی گواہ تو تہیں نہیں طے گا۔ ایبا کرد انعمان کا بیٹا ہے دس سال کا اسال کا موان نام ہے۔ تم اسے لے کر آؤ فورا۔"

"موقعے کا ایک گواہ بھی لے آؤں گا۔ ایک لڑکا ہے جیند۔" شفقت نے کہا۔ اس پر نعمان اور سعید کے چرے فق ہو گئے۔ "بات کیوں بردھاتے ہو حوالدار ہے!" نعمان نے کہا۔ "ہم بتا رہے ہیں نا۔۔۔"

"اور ہمیں تفیش کرنی ہے ماکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔" ایس آئی نے خنگ لہج میں کما۔ "شفقت تم جاؤ اور انہیں لے آؤ۔"

دس منٹ بعد گواہ جنید اور رضوان تھاتے میں موجود سے۔ اوھر لال دین کی نادت میں چوہدری کی گل کے چھ لوگ چوہدری کو چھڑانے کیلئے بھی آ گئے۔ لال وین اثر و رسوخ والا آدی تھا اس لئے برھ چڑھ کر بول رہا تھا۔ "میں جاتا ہوں انسپکڑ مانب چوہدری میرا پڑوی ہے۔ یہ کوئی غلط دھندا نہیں کرتا۔ یہ نیک اور شریف

" بھیے بھی لگتا ہے کہ یہ بے قصور ہے۔" ایس آئی نے کما۔ "لیکن پلیز' ہمیں نتیش کرنے دیں۔"

تفیش بہت مختر ثابت ہوئی۔ رضوان پہلے تو وہی بات کہتا رہا کہ کیسٹ لینے وہ لیا تھا لیکن دو تھٹر پڑے تو اس نے بچ اگل دیا۔ چوہدری کے بیان کی تائید ہو گئی۔ رحم جنید نے بیان دیا کہ جھڑا ایک گندی کیسٹ پر ہو رہا تھا۔

"اب تو مجھے تمہاری بین رضیہ کو بھی تھانے بلوانا پڑے گا۔" ایس آئی نے للن سے کہا۔

نعمان گرگزانے لگا۔ "خدا کے لئے ' مجھ پر رحم کریں۔ میری ایک بات س ل۔"

علیحدگی میں کوئی بات ہوئی اور معاملہ صاف ہو گیا۔ نعمان اور سعید کو تو اس نت نمین چھوڑا کیا مگر چوہدری کو رہائی مل مئی۔

م کھر کی طرف جاتے ہوئے چوہدری نے لال دین سے کما۔ "تمهارا شکریہ لال لنا تہیں میرا اتنا خیال ہے۔" چوہدری کا دماغ الٹ گیا۔ ''کیا بک رہی ہو؟'' ''صبح وہ چکر تھا اور رات کو تھانے کی نوبت آ گئی۔ تم تو چھپے رستم ثابت ہو ہے ہو۔''

اب چوہدری اسے کیا بتا آ کہ سہ پہر بھی تھانے میں ہی گزاری تھی۔ اس میں ث کرنے کی طاقت نہیں تھی اس وقت وہ بس سو جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ بستر پر جا ارا۔۔ اور گرتے ہی بے سدھ ہو گیا۔ "بھی تم میرے پڑوی ہو' اور بہت اجھے پڑوی ہو۔ میں تہیں وکھ یا تکلیف میں تو نہیں و کھ سکتا۔" لال دین نے بے حد خلوص سے کہا۔

"لین تم اجھے پرونی نہیں ہو۔ تم نے محلے والوں کے سرول پر مرغی خانہ بنا رکھا ہے 'جو سرا سرناجائز ہے۔"

"وہ اپنی جگہ چوہدری۔ بات تہاری سچی ہے لیکن میری مجبوری ہے۔ ویسے میں ایک زمین خریدنے کے جاؤں گا یہاں ایک زمین خریدنے کے جاؤں گا یہاں "

"ای میں تمهاری بهتری ہے۔" چوہدری نے بے حد خراب لیج میں کما۔
"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" لال دین آسینیں چڑھانے لگا۔
"تم پہلے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے ہو' آئندہ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔"
"یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ضرورت پڑی تو میں تمهارے مرغی خانے کو بم
سے اڑا دول گا۔"

"تم نے گواہوں کے سامنے یہ بات کمی ہے۔ میں انسداد دہشت گردی والوں کو ہتاؤں گا اور تنہیں ابھی اندر کرا دول گا۔"

"دگلی کے دوسرے لوگ جیج بچاؤ کرانے لگے۔ "لال دین! ابھی تم نے چوہدری کو چھڑایا ہے اور اب اندر کرانے کی بات کر رہے ہو۔" کسی نے کہا۔ "اس نے مجھے نہیں چھڑایا۔" چوہدری کو اب سے بات گالی کی طرح گلی۔ "کجی

یات سامنے آئی تو انہوں نے مجھے چھوڑا۔"

"اور مجھے اس کی کوئی پروا بھی نہیں۔" لال دین نے ترخ کر کما۔ "ب شک وہ اسے بھانی جڑھا دیں۔"

رہ کے بعد دونوں منہ پھلائے چلتے رہے۔ گل میں پہنچ تو چوہدری کے دو سرے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر میں چلا گیا۔

"رجت دن تمهارے ساتھ گزارے، گر میں تمہیں سمجھ نہیں سکی۔" رجت فی استفال کرتے ہوئے کہا۔ "اورایک دن میں پتہ چل رہا ہے کہ تم کیا ہو؟

پة نس کیاکیاکرتے پھرتے ہو تم۔" canned By Wagar Azeem Paksitanipoint نو بج سوكرا الله كو ك- بچ تك اسكول جا چكے ہيں۔"

"فضول باتیں مت کرد۔ ناشتہ دو مجھے۔" چوہدری نقابت محسوس کر رہا تھا۔ جسم الگ بری طرح دکھ رہا تھا۔

"اب دانت صاف كئ منه وهوئ بغير ناشة كيا كو ع ؟" رحمت ن زهريلي لهي مين كها-

ومتم ناشته لگاؤ میں آیا ہوں۔"

باتھ روم سے لیکر ناشہ تک چوہدری خواب اور اس کے حوالے سے مولانا کی تقریر کے جلے کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہ توفق کا معالمہ تو اس وقت بھی اٹکا تھا۔ تقریر سنتے ہوئے بھی اس نے ہی سوچا تھا کہ کیا انسان توفق کے بغیر نیکی نہیں کر سکتا۔ نیکی کا جذبہ تو انسان کو ملا ہے اور اس کے ارادے کی ایک اہمیت ہے۔ اس کا جی چاہا تھا کہ وہ مولانا سے یہ بات بوچھے لیکن وہ طبعا " بہت شرمیلا تھا اور وہاں بہت برا مجمع تا

اس وقت اے مولانا کی تقریر کا وہ حصہ یاد آنے لگا۔ انہوں نے کہا تھا۔ نیکی کرتے وقت صلے کا تصور جتنا دھندلا ہو' اتنا ہی بھڑ ہے کیونکہ عمل تو نیتوں کا حال جانے والے کے اس احسان کا ہدیہ تشکر ہے' جو اس نے آپ پر نیکی کی توفیق عطا کر کے کیا۔ بھر صلہ کیا؟ اس لئے کہ جو کچھ آپ نے کیا' وہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق نہیں' اس سے کم ہے۔ فرض کیجئ' آپ بازار میں گھوم رہے ہیں۔ ایک ضرورت مند آپ سے سو روپے کا سوال کر تا ہے۔ آپ کی جیب میں اس وقت 70 روپ ہیں۔ جیل اوقت 70 بیترر توفیق ہے؟ جی نہیں وی ایپ لئے بچاکر آپ اسے بچاس روپ ویے ہیں تو کیا یہ نیکی بھٹرر توفیق ہے؟ جی نہیں' آپ کی کلائی پر ہزار روپے کی گھڑی بھی تو بندھی ہوئی بھٹرر توفیق ہے؟ جی نہیں' آپ کی کلائی پر ہزار روپے کی گھڑی بھی تو بندھی ہوئی ہوئی ہوئی اس کی ضرورت پوری نہیں کر کئے تھے۔ اللہ نے آپ کو توفیق سے بھی نوازا اور وسائل سے بھی۔ اس کے باوجود وہ پھرہاتھ پھیلانے پر مجبور ہے اور پھر اس کر ٹرخا رہے ہیں۔ آپ کی مدد کے باوجود وہ پھرہاتھ پھیلانے پر مجبور ہے اور پھر اس کو وہم سے کہ آپ نے بردی نیکی کی ہے' آپ اپنی گردن اکڑا کر دو سرے لوگوں کو

اس رات چوہدری خواب دیکھتا رہا۔ خواب میں وہ نیکی کی جبتو میں سرگرواں تھا۔ وہ جنگل جنگل بھکتا پھر رہا تھا۔ اس کے پاؤں میں چھالے تھے اور جم پر جابجا کانوں سے لگی ہوئی خراشیں۔ وہ تھک گیا تھا۔ بھوک اور پیاس سے اس کا برا حال تھا لیکن نیکی اسے نہیں مل رہی تھی۔

ا چانک ایک بزرگ اس کے سامنے آگئے۔ "کمال بھٹکا پھر رہا ہے تو؟" انہوں نے پوچھا۔

"مجھے ایک نیکی کرنی ہے۔"

"نیکی تو توفق سے ہے۔ اللہ کے تھم سے ہے۔" بزرگ نے کہا۔ "توفق کو نہیں مانے گا تو نیکی کمال سے نصیب ہو گ۔ پہلے اپنے نظریات تو ورست کر۔"
"جب مجھ میں نیکی کا جذبہ موجود ہے تو توفق کی مختاجی کیوں؟ میرا ارادہ کانی نہد ۔ "

"نہیں ۔۔ تونی کے بغیر کھ نہیں ہو سکا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لے۔ آدی کے پاس دنیا اور آخرت کے لئے جو کچھ بھی اچھا ہے' اللہ کی طرف سے ہے اور جو برا ہے' وہ آدی کے اپنے نفس کی طرف سے۔ اس کے اعمال کی وجہ ہے۔"

چوہدری کی آئکھیں کھل گئی۔ دیکھا تو گھر میں دھوپ بھری ہوئی تھی۔ ارے جمر کی نماز گئی۔ وہ دل موس کر رہ گیا۔ نیکی تو کی نہیں۔ فرض بھی قضا ہو گیا۔ اچاک کی نماز گئی۔ وہ دل موس کر رہ گیا۔ نیکی تو کی نہیں۔ فرض بھی قضا ہو گیا۔ اچاک اسے بعوک کا احماس ہوا' اسے یاد آیا کہ اس نے رات کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ "رحمت۔۔ جلدی سے ناشتہ دو۔" اس نے آواز لگائی۔ "بہت بھوک گئی ہے جھے؟"
درحمت ۔۔ جلدی سے ناشتہ دو۔" اس نے آواز لگائی۔ "بہت بھوک گئی ہے جھے؟"

يكارا-

"اب كيا ہے؟" رحمت نے مجاڑ كھانے والے لہج ميں پوچھا۔
"جھے بينے چائيس۔" چوہدرى نے نرم لہج ميں كما۔
رحمت نے سو روپے كا ايك نوث لا كراسے تھا ويا۔ "يہ لو۔"
چوہدرى كو بہت برا لگا۔ اس رقم ميں وہ كيا نيكى كر سكيا تھا۔ "جھے زياوہ كى ضرورت ہے۔"

و کتنے دول؟" رحمت نے چڑ کر پو چھا۔

وجو تمهارے پاس ہے اسب دے دو۔"

"ارے واہ-" رحمت نے کر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی برا کل کھلانا

"د مکھ رحت مجھے کوئی بہت برسی نیکی کرنی ہے۔"

"وه كل والى چھوٹى تھيں كيا؟"

چوہدری کو غصہ تو بہت آیا لیکن نیکی کی جبتو کا آغاز وہ غصے سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ رحمت کو سمجھانے لگا۔ "تم مجھے برسوں سے جانتی ہو رحمت۔ میں کسی برائی میں 'کسی عیب میں نہیں ہوں۔ اور پچ یہ ہے کہ میں بہت نیک بننا چاہتا ہوں۔ ان الزامات پر مت جاؤ۔ یہ ٹاید میری آزمائش ہے۔"

رحت كا دل يسيح كيا- "جس راست بر الزام كك اس جهور منا جائي-" "جاب وه نيكي كا راسته مو؟"

رحمت لاجواب ہو گئی۔ اس نے پانچ ہزار روپے لا کر چوہدری کو ویئے۔ "بس کی ہیں میرے یاس۔"

"دعا كرنا آج مجھے نيكي نفيب ہو جائے۔" اس نے كها۔

"فھیک ہے جی عاد اللہ علمیں کامیاب کرے۔" رحمت کے لیج میں خلوص

خوش ہو گا اور اس مخص کے دونوں جہان کے دلدر دور ہو سکتے ہیں۔
اس بار غور کرنے پر چوہدری کی سمجھ میں پچھ آیا ' پچھ نہ آیا۔ توفیق تو پچھ پچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔ کل اس نے ارادہ کیا ' نیکی کے لئے کیا کیا جتن کیے لیکن نیکی اسے نمیں ہوئی۔ یہ یقیناً توفیق کا فرق ہے۔ اللہ نے توفیق نمیں دی تو وہ نیکی میں کر سکا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ توفیق کی ایمیت کو نمیں سمجھ رہا تھا اور اللہ اسے سمجھانا اسے سمجھانا ۔ تا تا

لیکن بقدر تونیق کو وہ اب بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ بسرحال اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ اس نے لئے آسان ہو گیا کہ اس نے تونیق کو سمجھ لیا ہے۔ اس لئے اب وہ نیکی اس کے لئے آسان ہو جائے گی 'جو اللہ کو پیند آئے اور اس کے سارے دلدر دور ہو جائیں۔

اس نے پھر سے نیکی کا عزم کیا اور کام پر جانے کیلئے تیار ہونے لگا۔ کپڑے
بدلتے ہوئے اسے سیٹھ جیم کے دیے ہوئے دس بڑار روپے نظر آئے۔ اس رقم پ
اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کی سجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ بسرحال اس سے وہ کوئی نیکی تو نہیں کر سکتا۔ اس نے وہ رقم جیب میں رکھی اور رحمت کو

 C

263

کلفٹن جاتے ہوئے چوہدری محکوم اللہ کے ذہن میں اچھے خیالات کا بچوم تیا۔
اس کے کانوں میں مولانا کی پرسوز آواز گونج رہی تھی۔ وہ جمم و جاں کی ہم آئی کے ساتھ اس نیکی کے تہور میں سرشار تھا' جو اسے آج کرنا تھی۔ وہ نیکی سے متعلق کوئی قابل عمل منصوبہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ پنچا تو اکبر وکان کھول چکا تھا۔ اس نے وکان سنبھالی اور اکبر کو مجھلیاں خریدنے کیلئے بھیج ویا۔

مچھلی کی قسمول اور ذاکنوں کے بارے میں اکبر کی معلومات مشد تھیں۔ وہ روز کھی کیماڑی بھی منوڑا چلا جا تا تھا۔ وہاں اچھی مجھلی شکنا ایک فن تھا۔ اس لحاظ سے وہ فن کار تھا۔ اس میں فنکاروں والی تمام ہی خوبیاں تھیں۔۔ حساسیات ، جذباتیت ، لاابالی بن ، پیسے سے بے نیازی اور احتقانہ حد کو کپنی ہوئی ایمان داری۔ اس آخری صفت کی وجہ سے چوہدری اس کی بہت قدر کرتا تھا۔

اکبر کے علاوہ نو دس سال کا ایک لڑکا ٹنگو بھی اس کے پاس ملازم تھا۔ اس کا کام دور بیٹھے ہوئے گاہوں کو پلیٹ میں مجھلی پنچانا تھا۔ رش ہوتا تو اکبر بھی میں کام کرتا۔ پیسے وصول کرنا اکبر کا کام تھا۔

اکبر کو بھیجنے کے بعد چوہدری اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔ بقدر توفق کی پھائس اب تک اس کے دماغ میں چھے رہی تھی۔ دکان پر کوئی کام 'کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر ادھر ادھر شلنے لگا۔ اس نے ساحل کا جائزہ لیا۔ ساحل سنسان تھا۔ اکا وکا جوڑے نظر آ رہے تھے لیکن وہ ضرورت کی ہرچیز سے بے نیاز ایک دو سرے میں گم تھے۔ انہیں تنائی کے سوا کمی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

چوہدری پھر دکان میں آبیٹا اور نیکی کی فکر میں لگ گیا۔ "السلام علیم چوہدری صاحب۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا اور جران رہ گیا۔ وہ ایک باوردی ہیڑ کانٹیبل تھا۔ "وعلیم السلام-" اس نے آہستہ سے کہا۔ "کیسے ہو چوہدری صاحب جی!"

چوہدری پولیس والے کے تیاک پر حران و پریشان تھا۔ اس عنایت کی وجہ اس معنایت کی وجہ اس معنایت کی وجہ اس معنایت کی وجہ اس مجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ "شمیک ہوں الحمداللہ۔" اس نے کما۔ "پیسے لینے آئے

پولیس دالے نے دونوں کان چھوتے ہوئے کہا۔ "توبہ چوہدری صاحب آپ ے بیے کون کے گا۔ ایس ایچ اد صاحب نے سلام دیا آپ کو اور کملایا ہے کہ بھی کی بھی طرح کی پریشانی ہو تو یمال کی بھی وردی والے کو تھم کر دیجے گا۔ ہم سب کرے سامزیں آپ کے لئے۔"

"فیک ہے جی- بوی مریانی ان کی-" چوہدری نے شرمندگی سے کہا۔
اس پر چوہدری کو سیٹھ جسم یاد آگیا۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا' وہ بلاوجہ ہی
ای بن گیا۔۔ اور اس کا اجر اسے دنیا میں طے جا رہا تھا۔ یہ وہ نیکی تھی' جس پر وہ
رندہ تھا لیکن وہ کل بھی آڑے وقت میں اس کے کام آئی تھی اور اب تو لگنا تھا کہ
س کا صلہ جاریہ اسے ملتا رہے گا۔

پھر اسے سیٹھ کیلئے مچھل ابالنے کا خیال آیا لیکن اکبر نے کما تھا کہ مچھل وہ الے گا چنانچہ چوہدری میہ سب کچھ ذہن سے جھٹک کر پھر نیکی کی سوچوں میں مم ہو لا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ یمال بیٹھے بیٹھے تو وہ نیکی کرنے سے رہا۔ اس کیلئے تو ہو ایک دوڑ عملی جدوجمد کرنا ہوگی لیکن اکبر کے آنے تک وہ یمال سے نہیں مال کا قا۔

بیشے بیشے اسے ایک محاورہ یاد آیا۔ چراغ تلے اندھرا۔ مولانا نے کہا تھا۔ انے کی چزیں چھوڑ کر دور دیکھنا اچھی بات نہیں۔ آدمی کو پہلے اپنا گھر' اپنا محلّہ ٹھیک لنا چاہئے۔ اس پر چوہدری نے سوچا کہ آدمی کاٹھیا بھی تو اس کا گھر ہی ہو تا ہے۔۔ الراگھر۔"

اس نے سراٹھا کر دیکھا تو اسے دیوار کے پاس ٹنگو بیشا نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی المبری کے ذہن میں ایک مشین می چل پڑی۔ المبری کے ذہن میں ایک مشین می چل پڑی۔ یہ ٹنگو صبح سے رات تک یمال کام کرنا تھا۔ مچھل کی پلیٹی دور بیٹھے ہوئے

لوگوں تک پنچانا' پھر پلیٹی سعیلتا' انہیں دھوتا اور خٹک کرتا۔ اتنا سا بچہ! رات _ک اے کسی محصن ہوتی ہوگی۔ اس کا جسم کس بری طرح دکھتا ہو گا۔

"پھراسے دو سرا زاویہ سوجا۔ یہ کوئی کام کرنے کی عمرہ یہ تو علم حاصل کرنے کی عمرہ یہ تو علم حاصل کرنے کی کھیلنے کودنے کی عمرہ۔ اس کے اپنے بچے کیے صاف ستھری یونیفارم پن کر اسکول جاتے ہیں اور اسکول سے واپس آکر صرف کھیل میں گئے رہتے ہیں۔ مار بازہ کر پڑھنے کو بٹھایا جائے 'تب کمیں پڑھتے ہیں۔ کمیں بے فکری کی زندگی ہے ان کی کھیلنے 'کھانے اور پڑھنے کے سوا پچھ کام نہیں اور وہ بھی اپنی عرضی سے کرتے ہیں اور ایک یہ چھوٹا سا بچہ ہے ہر چیز سے 'ہر نعمت سے ' بے فکری سے محروم۔ پوند گے ہوئے کیڑے پنے دن بھر مشقت کرتا ہے اور ہے کتنا چھوٹا سا۔ چھ سات سال سے ہوئے کیڑے پنے دن بھر مشقت کرتا ہے اور ہے کتنا چھوٹا سا۔ چھ سات سال سے زیادہ کا نہیں لگتا۔ کہتے ہیں کہ محنت مشقت سے بچوں کی نشوونما رک جاتی ہے۔ کہیں بید اتنا ہی نہ رہ جائے۔

چوہدری نے پر بنگو کو دیکھا وہ کسی گھری سوچ میں گم تھا۔ شاید پریشان ہو'کون جانے' بھوکا ہو' گھر میں بھی فاقہ ہو۔ چوہدری کا دل کا پنچ لگا۔ یہ بچہ دن بھر محنت کر کے اس مہنگائی کے زمانے میں تمیں روپے گھر لے کر جاتا ہے۔ اس میں کوئی گھر چاتا ہے۔ اس میں کوئی گھر چاتا ہے۔ اپ نے ب فکری کے ہور ان تمیں روپوں کیلئے وہ کتی بڑی قربانی دے رہا ہے۔ اپ بے فکری کے دن' اپنا خوبصورت بچپن' اپنے معصوم شوق اور خواہشیں اور سب سے بڑھ کر تعلیم۔ ون' اپنا خوبصورت بچپن' اپنے معصوم شوق اور خواہشیں اور سب سے بڑھ کر تعلیم۔ چوہدری کا دل بھر آیا۔ اسے خود پر شرم آنے گی۔ وہ اس بچ سے محنت کرانا ہے اور اسے صرف تمیں روپے روز دیتا ہے۔ جبکہ اللہ نے اسے اتا دیا ہے کہ وہ اس کی تعلیم کا خرچ بھی اٹھا سکتا ہے۔ اسے ڈھنگ کے کپڑے بھی دے سکتا ہے اور اس کے گھرکی دال روٹی بھی چلا سکتا ہے۔ اسے ڈھنگ کے کپڑے بھی دے سکتا ہے اور اس کے گھرکی دال روٹی بھی چلا سکتا ہے۔

اس نے تصور میں اپنے سات سالہ بیٹے کو ٹنگو کی جگہ رکھ کر ویکھا تو تحرامیا۔ جو میں اپنے بیچے کیلئے کیوں گوارا کرا جو میں اپنے بیچے کیلئے گوارا نہیں کر سکتا' وہ دو سرے کے بیچے کیلئے کیوں گوارا کرا موں۔ یہ تو سکک دل ہے اور دل میں گداز اور نرمی نہ ہو تو آدمی نیکی کماں ہے کرے گا۔ وہ با قاعدہ رونے لگا۔ اسے احساس بھی نہ ہوا کہ یہ سوچتے ہوئے وہ پھر تونق کو نظر

انداز کر رہا ہے۔ انداز کر رہا ہے۔

چوہدری نے سوچا' نیکی اس کے سامنے موجود ہے۔۔ اور وہ ہے کہ اس کی جبتو بن پھر رہا ہے۔ کیا حماقت ہے۔ اس نے جلدی سے آنسو پو کھچے اور ٹنگو کی طرف ریکا۔ وہ دیوار کے قریب بیٹا آتی جاتی امروں کو دیکھ رہا تھا۔ شاید اپنی محرومیوں کو شار کر رہا تھا۔

"نظو- او نظو!" چوہدری نے اسے نکارا اور اپنے آنسو پونچھ لئے۔ دیر آید رست آید- اس نے سوچا۔ غلطی کی اصلاح کرنا بھی نیکی ہے اور کسی کی مدد کرنا تو ہے ہی نیک دوسری نکار پر نگو نے چونک کراسے ویکھا۔ "کیا بات ہے سیٹھ!"

نگواس کے پاس آگیا۔ چوہدری نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ وہ خوش شکل پہ تھا۔ اس کی آگھوں میں اب بھی نیلکوں سمندر کا رنگ جھلک رہا تھا۔ بس وہ کمزور

بت تھا ورنہ یقیناً خوبصورت کملا آ۔ "تو وہاں بیشا کیا کر رہا ہے؟"

"سوچ رہا ہوں سیٹھ۔" "کیا سوچ رہا ہے؟"

ی رہ ہے. "چھ بھی نہیں۔"

چوہدری کو تشویش ہوئی بچہ سوچ رہا ہے۔۔۔ اور پچھ بھی نہیں سوچ رہا ہے۔۔ تونے رات کھانا کھایا تھا؟"

"بال سيشه روز كها ما مول-"

"أور ناشته كيا تها؟"

"بال سیشه وه بھی روز کرتا ہوں۔"

"رأت كيا كهايا تها؟"

"تمهاري دي موئي مچيلي-"

چوہدری کا دل بمر آیا۔ بچی کھجی مچھلی، جو کسی کو نہ دو تو سر جائے۔ یہ بھی اللہ اللہ بھی اللہ اللہ بھی اللہ اللہ اللہ اللہ بھی اللہ اللہ بھی اللہ اللہ اللہ اللہ بھی اللہ بھی اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ بھی بھی اللہ بھی بھی اللہ بھی بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی بھی اللہ بھی بھی اللہ بھی بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی اللہ بھی ال

"سات سال ہے سیٹھ۔"

"سات سال؟ تو جب کام پر آیا تو تو نے کما کہ تیری عمر نو سال ہے۔" نگو کھسیائی ہوئی ہنسی ہننے لگا۔ "وہ تو میں نے جھوٹ بولا تھا۔ بھائی نے کما تی کہ سات سال کموں گا تو تم مجھے کام پر نہیں رکھو گے۔" اس کا اشارہ اکبر کی طرف

ہائے ری مجوری۔ چوہدری نے ول میں سوچا۔ ضرورت کے لئے آدمی کو کیا کچھ کرنا ہوتا ہے۔ "تو جھونپروی میں رہتا ہے؟"

وونهيل سيشه!»

چوہدری کا ول ڈو بے لگا۔ "فٹ پاتھ پر سو تا ہے؟"

"دنهیں سیٹھ۔ ہارا مکان ہے۔"

چوہدری نے تفتیش روک دی۔ کپا مکان ہی ہو گا۔ اسے خیال آیا' بچہ میتم تر نسیں۔ "تیرے مال باپ زندہ ہیں؟" اس نے پوچھا۔

فنگونے اثبات میں سرہلا دیا۔

"تيرا باپ يمار ہے؟"

. اس بار انکار میں سرہلا۔

"مال ٹھیک ٹھاک ہے؟"

سرى اثباتي جنبش!

"باب بهت بو ژها ہے؟"

سر کی انکاری جنش!

"د بهنیں بهت ہوں گی؟"

"اک بھی نہیں ہے سیٹھ۔"

"كوئى برا بھائى نىيس ہے؟"

"دو بڑے بھائی ہیں سیٹھ۔ لیکن تم کیول پوچھ رہے ہو؟"

چوہدری نے اس کی بات سی ہی شیں۔ "دونوں بھائی بے روزگار ہیں۔"

"دونوں کام کرتے ہیں سیٹھ۔ ایک ابا کے ساتھ موٹر کمینک کا کام کرتا ہے۔ رزاد مشین چلا تا ہے۔" نگلو نے کہا۔ "مگر بات کیا ہے سیٹھ!"
"میں تیری بھلائی کا سوچ رہا ہوں۔" چوہدری نے بے حد عاجزی سے کہا۔
تھے اسکول میں واخل کراؤں گا۔ یونیفارم اور کتابیں دلاؤں گا اور کھے تمیں
جھی دوں گا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا سیٹھ۔" نبگونے نکا ساجواب دیا۔
"کیوں؟" چوہدری نے جرت سے اسے دیکھا۔
"ایک تو میں مفت کے پیسے نہیں لے سکتا۔"

اس کی خودداری نے چوہدری کو بہت متاثر کیا۔ یہ ہوتی ہے عظمت۔ اس نے

"دوسرے میہ کام تو میرے ابا بھی کر سکتے تھے۔" فنگو نے مزید کما۔ "لیکن وہ بی کہ آدمی بڑھ کھے کہ بھی نوکری بی کہ آدمی بڑھ کھے کر کمیں کا شیس رہتا۔ چودہویں پاس کر کے بھی نوکری اُن پھر آئے ہو کہ اُن ہے۔ تو کیا فائدہ بال وقت اور پیے برباد کرنے کا۔

چوہدری کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بیشہ تعلیم سے محرومی کے احباس سے بہت ہوجاتا تھا۔ اور ہوجاتا تھا۔ حالات نے اسے تعلیم مکمل کرنے کی اجازت ہی نہیں دی تھی۔ اور کہ رہا تھا کہ اسے موقع ملنے کے باوجود پڑھنے نہیں دیا جاتا۔ "تیرا باپ بھی کما تا اور دو بھائی بھی۔ پھر تو یہاں تمیں روپے میں خواری کیوں کرتا ہے؟" اس نے لیا سے دوجھا۔

"ده جی میں سارا ول کھیلا تھا۔ جھے کرکٹ کا بہت شوق تھا۔" نگاد کی آکھیں اللہ و رہا گئیں۔ "میں بہت اچھا کھیلا تھا۔ پھر میری مال نے ابا سے کہا کہ اوکا برباد ہو رہا اللہ خور ہو جائے گا۔ اسے کسی دھندے سے لگاؤ۔ اس لئے میں تہمارے پاس "

"الچھا۔۔ اگر میں تجھے الگ ٹھیلا لگوا دوں تو۔۔" چوہدری کا لہجہ نیکی سے چھلک

وونسيس سينه يحص مجهلي نسيس بيجني-" فكلون بح حد حقارت سے كما "يران تو مجھے محنت کا عادی ہونے کیلئے لگایا گیا ہے اور اس کئے بھی کہ میرا قد چھوٹا سے ابھی میں خراد یر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ تھوڑا لمبا ہو جاؤں تو بھائی کے ساتھ جا کر زار کام سیکھوں گا۔"

چوہدری کو اپنی پیکش کے بعد اپناسینہ ایک انجانی خوشی سے نیکی کے احرار سے پھواتا محسوس ہوا تھا مگر نگو کا جواب سن کر اسے ایسا لگا کہ وہ غبارہ تھا اور ال جواب نے اس میں بن چھو دی ہے۔ اب آہستہ آہستہ اس میں سے ہوا نکل ری بہ کفر شیں کمانا چاہتا تھا۔ وہ نیکی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کی بے تابی برھتی ے۔ "تيرا اباكر ماكيا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گاڑی کھاتے ہر بہت بوا گیراج ہے ان کا۔"

یہ جواب من کر غبارے میں سے ہوا بہت تیز آواز کے ساتھ نکل گئی۔ "فیک ان سے نوٹ کر کرنے کیلئے بے چین ہے۔ ے ' تو جا۔" اس نے وصلے والے لہج میں کما اور اپنی سوچوں میں مم ہو گیا۔

چېدري محکوم الله مايوس ميس موا كيونكه وه جانبا تهاكه مايوسي كفر بـــ اور وه . مازھے گیارہ بج کے قریب اکبر مجھلیاں لے کر واپس آیا تو اس وقت تک ری نیکی کے برصتے ہوئے رس کی وجہ سے کمی کیے ہوئے پھل کی طرح ہو چکا تھا،

"سيشه- اب من يملے مجھليال ابالاً مول- پر تلنے والى مجھليوں كو مساله لكاكر لول گا۔" اکبرنے کما اور کام میں لگ کیا۔

چوہدری کو خیال آیا کہ نیکی گھرے شروع کرنی چاہے اور ایک اعتبارے اکبر ك لئے گرك فرد كى طرح تھا۔ وہ أكبر كو بهت غور سے ويكھنے لگا۔

اكبركو كيھتے ديكھتے چوہدري كا دل تكھلنے لگا۔ يه كس طرح كا آدى ہے ڈيڑھ سو ﴾ روز ليتا ہے اور دن بحر گدھے كى طرح كام كرتا ہے۔ باہر كا كام بھى كرتا ہے۔ جی ملا ہے اور رش کے وقت مچھل گاہوں تک پہنچا آ اور ان سے پینے وصول ر ا ہے۔ ابھی اتنی دور گیا مچھلی لاد کر لایا اور آتے ہی مچھلی ابالنے مچھلی پر مسالہ لم من مفروف مو گیا۔ ستانے کیلئے بھی نہیں بیٹا۔ کتنا مخلص مختی اور ایمان

اکبر کو دیکھتے دیکھتے چوہدری کو کچھ ہونے لگا۔ کتنے خلوص سے مچھلی ابال رہا النا ہے کہ صرف تین کاو مچھلی کے ایک ہزار ملیں مے۔ پر بھی اس نے اپنی ل من اضافے کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ بغیر کے خود مچھل ابالنے لگا۔ یہ تو نیکی پہری نے سوچا اور یہ اکبر ہر روز اور ہر روز کے ہر کمے ایک نیکی کرتا رہتا ہے

کہ چوہدری کچھ کمہ رہا تھا۔ "ہال سیٹھ تم کچھ کمہ رہے تھے۔" "ميں بنا رہا تھا كه ميں نے ايك بهت برا اور اہم فيصله كر ليا ہے۔" " تھیک ہے سیٹھ!" اکبرنے یول بے پروائی سے کما جیسے اسے فیطے سے کوئی غرض ہی نہیں۔

"اكبر-- مين نے تهيں يار مزبانے كا فيل كرليا ہے-" چوہدرى نے اسے

اكبركا منه كھلا اور كھلے كا كھلا رہ كيا۔ "يار ننز!" اس كے منہ سے بمشكل نكلا۔

"بال أكبر' آده آده كا يار نزر"

"وه كيول سينه ؟" أكبرن يول فرياد كرن وال اندازيس بوچها جيس بوچه رہا

"تم اتنی محنت کرتے ہو۔ اتنے ایمان دار ہو کہ بیہ پارٹنرشپ تمهارا حق ہے۔ "سوینے سے کیا ہوتا ہے سیٹھ جی۔ ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ مل مجھے تو بغیر پھھ کیے ہی سب پھھ مل جاتا ہے۔ اصل میں تو یہ کاروبار ہی تمہارا ہے۔" اکبر کے ہاتھ رک گئے۔ وہ کام کرنا بھول گیا اور ہراساں ہو کر چوہدری کو سکے جا رہا تھا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ وہ کچھ کمنا چاہتا تھا لیکن کمہ نہیں یا رہا تھا۔ چوہدری نے برتثویش کہے میں پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ منہیں خوشی نہیں ہوئی یہ

"اكك بات يوچهول سيشه-" اكبرن الكيات موئ كما- يد الكيابث اس ك ارے پر بھی صاف نظر آ رہی تھی۔

"ضرور بوچھو۔"

ایک بل میں اکبر کی بھی ہوا ہوئی اور اس کے چرے پر عزم نظر آنے لگا۔ مجروہ بولا تو اس کے کہجے میں مضبوطی اور انداز میں اعتاد تھا۔ "ظاہر میں تو اپنا دھندا ت اچھا جا رہا ہے سیٹھ!" اس نے کما۔ "بریہ بھی ہے کہ تم سے زیادہ کون جانیا ہو

چوہدری کی سمجھ میں اس کی بات نہیں آئی۔ "دھندا تو اچھا جا رہا ہے۔ کل

اور اے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اللہ کے ہاں سے کتنا امیر آدمی ہوگا۔ اس كمائى تو بهت زياده موكى اور ميس كياكرةا مون مين اس كا التحصال كرةا مول تم میں نے اس کے بینے بردھانے کے بارے میں نہیں سوچا۔

چوہدری کے دل میں ایکایک ایس محبت امنڈی کہ اس کا جی چاہا اکبر کوار اس نے بشکل خود پر قابو پایا۔ "اکبر۔ تم مجھی مستقبل کے بارے میں سویے ہو؟" اس نے اجانک بوجھا۔

ا كبرنے سراٹھا كر ديكھا۔ "اتني فرصت ہي شيں ملتي سيٹھ!" اس نے بري سادگی سے کما۔ "رات کو گھر جاتا ہوں تو نقین کرو اٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا بس نیند سے برا حال ہو آ ہے۔ بستر پر گرتے ہی سو جا آ ہوں۔"

چوہدری کا دل بھر آیا۔ کتنا سادہ دل ہے میہ اکبر کہتے میں شکایت بھی نہیں ہے۔ ہوکہ آخر میں نے ایبا کون سا قصور کر دیا۔ "پھر سوچنا تو چاہئے اکبر!" اس نے بات آگے بردھائی۔

> توالله كا شكر اداكر آمول كه وه مجهد عزت كى روفى دے رہا ہے۔" چوہدری دل میں اش اش کرنے لگا۔ ایسے ہوتے ہیں خدا کے فرمال برار بندے۔ "لکین میں سوچ رہا ہوں اکبر۔" چوہدری نے بے حد محبت سے کما۔ "كاروبار بند كرنے كا تو شيس سوج رہے سيٹھ!" أكبرنے بے حد تثويش ي

"میں ای نمیں ممارے بارے میں سوج رہا ہوں۔" "ميرے بارے ميں كيا إكيا ميرے كام سے خوش نيس ہو؟" "تم جیسا آدمی تو قسمت سے ماتا ہے اکبر!" چوہدری نے کما۔ "بیں مجھ ادا سوچ رہا ہوں۔"

ا كبر اس دوران ميس بھى كام كرما رہا تھا۔ اس نے مچھلى ابالنے كيليم جرهالى ادر فورا ہی اتار ل۔ "بیہ ایک بھاپ کا کام ہے سیٹھ۔ مچھلی ابت بھی رہے گی اور سالہ موشت میں اتر جائے گا۔ اب میں کڑاہی چڑھا رہا ہوں سیٹھ۔" اچانک اے خیا^{ل کا}

مازھے جار ہزار کا گلا اٹھایا ہے میں نے۔"

"تو پھر کیا بات ہے سیٹھ۔ کیا آج کل میں دھندا ڈاؤن ہونے والا ہے؟" اکر نے کہا۔ لیکن کتے کتے گربرا گیا۔ جلدی سے بولا۔ "میرا مطلب ہے سیٹھ" تم مجھے ڈیڑھ سو روپے روز دیتے ہو تا' یہ میرے لئے بہت ہے۔ لگا بندھا ہے تا' دھندا ڈاؤن ہو گیا تو میرے بچ بھوکے مرجائیں گے۔"

اکبر نے لاکھ بات کا رخ بدلا لیکن چوہدری اس کا اصل منہوم پاگیا تھا۔ اے تھوڑا سا افسوس ہوا کہ اکبر نے اس کے خلوص پر شک کیا۔ لیکن اس وقت اس کا دل ایسا گداز ہو رہا تھا اور وہ نیکی اور درگزر سے یوں لبالب بھرا ہوا تھا کہ اسے برا نہیں لگا۔ "میں تو تمہارے بھلے کیلئے کمہ رہا تھا اکبر۔"

" نهیں سیٹھ۔ مجھے بار ننری نہیں چاہئے۔ میں اس ڈیڑھ سو میں بہت خوش

ہوں۔

چوہدری محکوم اللہ مایوس نہیں ہوا۔ وہ نیکی کا خواہش مند تھا۔ کفر کیوں کرتا۔
اکبر نے بازہ لائی ہوئی مجھلیوں کو برف میں رکھ دیا۔ پھر وہ گزشتہ روز کی نگی
ہوئی مجھلیوں پر مسالہ لگانے لگا۔ اچا تک چوہدری کو ہکی سی بدیو کا احساس ہوا۔ اس نے
غور کیا تو پنہ چلا کہ بدیو ایک مجھلی میں آ رہی ہے۔" اکبر۔۔۔ یہ مجھلی پھینک ود۔"
اس نے کہا۔

"پھینک دول؟" اکبر کے ہاتھ رک گئے۔ وہ خالی خالی نظروں سے چوہدی کو ویکھٹا رہا۔ وہ حیران تھا کہ یہ آج سیٹھ کو کیا ہو گیا ہے۔ "ہاں' اس میں سے بربو آ رہی ہے۔"

"بربو! سیٹھ ابھی اس میں سے خوشبو آئے گی۔ میں مجھلی تلتا ہوں۔ ندان نہیں کرتا۔" اکبرنے فخریہ لہے میں کہا۔

چوہدری کا جی چاہا کہ اٹھا کر مجھلی کو پھینک دے لیکن وہ جانتا تھا کہ اس طرح اکبر کی فنکارانہ انا مجروح ہوگ۔ اس روز مولانا نے فارسی کا ایک شعر بھی پڑھا تھا۔ ول بدست آور کہ حج اکبر است۔ انگل نے سیدھا صاحب سے بدست آور کا مطلب

رچھا تھا۔ انہوں نے بتایا تھا کہ دل کو ہاتھوں میں لو۔ ویسے پچھ فاری تو وہ خود بھی جھا تھا۔ تو ہاری سے بچتا تھا۔ تو بات سے تھی کہ دل کو ہاتھوں میں لینا۔۔ یعنی کمی کی دل آزاری سے بچتا کبرے جج کے برابر ہے۔

اپ اس وقت وہ بدبودار مچھلی اور اکبر کے جج کے بارے میں ملاکر سوچنے لگا۔
ب اس وقت وہ اکبر کی ول آزاری سے بچے تو یہ اس کیلئے جج اکبر کے برابر ہے لیکن
بربودار مچھلی فروخت کرنا ویسے بھی برا ہے اور اسے کھاکر کسی کی طبیعت خراب ہوگئی
تو یہ اور براا گناہ ہو گا۔ تو کیا یہ بہترین ہو گاکہ وہ اکبر کی دل آزاری ہونے وے لیکن
سے جج کرا دے۔ اکبر نام کے لوگوں کے جج کو یقینا کوئی خاص اہمیت حاصل ہوگ۔
بھی تو اس شعر میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"اكبر- تم ايباكوكه اس بارج پر چلے جاؤ-" چوہدرى نے اكبر سے كها"اس بار اكبر نے اسے يوں ديھا' جسے وہ پاگل ہو گيا ہو- "ميں جج كيمے كر سكتا
اول سيٹھ- اس ميں تو بہت بيبہ لگتا ہے-"

"بيے كى تم فكر نه كرو ميں تمہيں جج كراؤں گا۔"

اکبر نے وہ مچھلی تیل سے بھری کڑائی میں ڈالی جو اس تمام معاملے میں اہم کرار اوا کر رہی تھی۔ اس دوران میں وہ جیسے جان بچانے کی کوئی ترکیب سوچتا رہا ما۔ "مگر سیٹھ" مجھ پر قرضہ بہت ہے اور سنا ہے قرض اوا کرنے سے پہلے بندہ حج میں کر سکتا۔" بالا خر اس نے جواز تلاش کیا۔

"کتنا قرضه هو گا؟"

"سات آٹھ ہزار روپ سے کم تو نہیں ہو گاسیٹھ!" "کوئی بات نہیں۔ میں وہ بھی اوا کر دول گا۔"

اب اكبر ڈرا اور سما ہوا نظر آنے لگا۔ اسے يقين ہو گيا كه سيٹھ كے دماغ كو كم ہو گيا ہے۔ مبح ہى سے بهكى بهكى باتيں كر رہا ہے۔ اب اس نے مدافعانه انداز كى بجائے جارحيت اپنائی۔ "تم نے خود بھى حج كيا ہے سيٹھ؟" اس نے پوچھات

Scanned By Wagar Azeem Pak

"تو پہلے تم خود عج کو۔ اس کے بعد مجھے کرانا۔"

چوہدری نے چند کھے سوچا پھربولا۔ "میرے جج میں وہ بات کمال "تسارا جج اکبر ہوگا۔ خیر میں کسی اور اکبر سے بات کروں گا۔"

پانچ من بعد سیٹھ جسم کا آدی آگیا۔ چوہدری نے اسے تین کلو مچھلی دی۔ وہ اسے ہزار روپ دے کر اور مچھلی لے کر چلا گیا۔ یہ عجیب نیکی ہے، جس کا روز کا اج الگ بندھ گیا ہے اور اس کی وجہ سے بہت بڑا تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ چوہدری نے سوچا۔ جبکہ میں تو اسے نیکی بھی نہیں سجھتا۔

اتن دریں وہ مچل اکبر مل چکا تھا۔ اس نے مچھلی نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ وہ مچھلی ہے میں دہ مجھلی ہے۔" مچھلی ہے سیٹے 'جس پرتم اعتراض کر رہے تھے۔"

چوہدری نے نتھنے پیڑکائے۔ مجھلی میں سے بے حد اشتها انگیز خوشبو آ رہی تھی۔ چوہدری کو اب بھی ڈر تھا کہ وہ مجھلی کھا کر کسی کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔ وہ ول آزاری سے نیچ رہا تھا اور اکبر حج سے۔ تو اب اس لازی گناہ سے بیچنے کی یمی صورت ہے کہ وہ مجھلی خود کھالی جائے۔

"اكبر- تم يد مجهلي مير لئ تل دد-"اس ن اكبر كما-

"پوری مجھلی سیٹے؟" اکبر نے جرت سے بوجھا۔ اس نے اثبات میں سرہلایا تو بوجھنے لگا۔ "بہت بھوک لگ رہی ہے؟"

جوہری نے اثبات میں سرہلایا۔ پھر بھوک ثابت کرنے کے لئے اہلی ہوئی مجمل میں سے بدی بے ابلی ہوئی مجمل ابال تو میں سے بدی بے تابی سے کھانے لگا۔ اسے حیرت ہوئی کل اس نے خود مجمل ابال تو وہ بہت بدذا کقہ تھی لیکن اکبر کی ابالی ہوئی مجھلی تو جی چاہ رہا تھا کہ کھائے جاؤ۔ "اکبر ابلی ہوئی مجھلی اتنی لذیذ ہوتی ہے۔ تم نے تو کمال کر دیا۔" اس نے بے ساخت کھا۔

اکبر خوش ہوگیا۔۔ اتنا کہ چوہدری کے ممکنہ پاگل بن کو بھی بھول گیا۔ "بلا فنکار ہوں سیٹھ۔ مچھلی کے ذائنے میں بھی کوئی فرق نہیں تھا لیکن چوہدری نے اس مچھلی کو بہت بدی نیکی سمجھ کر کھایا۔ اس کے نزدیک وہ مچھلی کھانا۔۔ یعنی گاہوں کو اس

مچھلی سے بچانا جج اکبر کے برابر تھا۔ اپنی دانست میں وہ بہت بڑا کام کر رہا تھا۔ اس نے اکبر کی دل آزاری بھی نہیں کی تھی اور مچھلی کو ٹھکانے بھی لگا دیا تھا۔

مچھلی سے خٹنے کے بعد چوہدری نے ایک ڈکار لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اکبر۔۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔" اس نے اکبر سے کما۔ "آج میں واپس نہیں آؤں گا' تم دکان بند کر دینا۔"

اکبر نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے سیٹھ!" پھر وہ اسے جاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے سیٹھ!" پھر وہ اسے جاتے ہوئے دیا ہوگیا ہوگیا رہا۔ اس کی نظریں جیب می تھیں۔ "پتہ نہیں، آج سیٹھ کو کیا ہوگیا ہے۔ گنا ہے رات کو ٹھیک طرح سویا نہیں ہے۔" وہ بوبرایا اور پھر کڑاہی میں پڑے چھل کے کاروں کی طرف متوجہ ہوگیا۔

Scanned By Wagar

چوہدری آگے بردھا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ فٹ پاتھ پر اس وقت راہ گیروں کا بچوم تھا لیکن بھکارن کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ "تو یمال کیوں بیشتی ہے؟" چوہدری نے ہدردی سے کہا۔ "یمال تو سب جھ پر بری نظر والتے ہوں سے۔"

وکیا کرول سیٹھ۔ مجوری ہے۔" بھکارن نے کما۔

چوہدری کو اچانک اس کے پھٹے ہوئے کپڑے نظر آئے۔ اس کی نظریں جسک گئیں۔ بے چاری بہت غریب معلوم ہو رہی تھی۔ 'دکیا مجبوری ہے تہمیں؟'' ''میرے پانچے بیجے ہیں سیٹھ!''

چوہدری کو یقین نہیں آیا۔ وہ پانچ بچوں کی ماں تو نہیں لگتی تھی۔ ''تو تمہارا شوہر بھی تو ہو گا؟''

"وہ بت بارے سیٹھ۔ کھ کرنے کے قابل نہیں۔"

چوہدری نے اس کے گھر کا اور اس کے دن بھر بھیک مائلنے کا تصور کیا اور لرز کر رہ گیا۔ اس کے پاس خاصی رقم تھی اور وہ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ اس نے جیب سے ایک ہزار کا نوٹ نکالا۔ وہ انچکیا رہا تھا کہ یہ کم تو نہیں۔

بھارن ہزار کا نوٹ دیکھ کر بے تاب ہو گئی۔ "اس کے لئے مجھے کمال چلنا ہو گا؟" اس نے یوچھا۔

"اب گریوں میں تہارا گر بھی دیکھ لوں گا۔ تم یہاں نہ آیا کرد۔ میں ہر مینے متہیں ایک ہزار روپ پنچا دیا کروں گا۔"

ایک لمح میں بھکارن کے تیور بگڑ گئے۔ "اے سیٹھ۔ سیانا سمجتا ہے خود کو۔ مجھے اپنے گئے بشانا چاہتا ہے۔ وہ بھی صرف ہزار روپ میں۔ منگائی کا پت بھی ہے۔"

چوہدری کا دل بھر آیا۔ "جانتا ہوں۔" اس نے دل گر فتگی سے کہا۔ "میں تہیں سلائی مشین خرید کر دے دول گا۔ تم کپڑے سی کر بھی اچھا خاصا کما لوگی۔" "دکسی کو رکھنے کا شوق ہے تو مال خرج کرنا بھی سکھے سیٹھے۔" بھکارن نے بہت صدر جانے والی بس میں بیٹھ کر چوہری سرشاری کی سی کیفیت میں مم ہو گیا۔ وہ نیکی کے سفر پر نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس کا عزم تھا کہ آج وہ ایک خاموش' بے غرض اور اللہ کی بارگاہ میں مقبول نیکی کرکے رہے گا۔

صدر اتر کروہ ایمپریس مارکٹ کی طرف جانے والی سڑک پر مڑگیا۔ اس کے سینے میں دوسروں کے دکھ کا سمندر موجزن تھا۔ دل اس حد تک گداز ہو گیا تھا کہ بلا سبب بھی اس کی بلیس بھیگی جا رہی تھیں۔ آنسو جیسے آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ وہ بغیر سوچے سمجھے چاتا رہا۔

اچانک اے ایک بھکارن نظر آئی وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ کوئی دس بارہ قدم دور کھڑا وہ بھکارن کو بہت غور سے دیکھنے لگا۔

بھکارن جوان بھی تھی اور خوش شکل بھی۔ اس کی عمر چوبیں پیتیں سال ہو گی۔ رنگت گوری تھی اور جسم شاداب تھا۔ اسے وہاں بیٹے دیکھ کر چوہدری کو بت دکھ ہوا۔ یماں سے گزرنے والے اسے کیسی نظروں سے دیکھتے ہوں گے۔ اسے ترغیب بھی دیتے ہوں گے۔

چوہدری کو اپنے پردی دسٹن الل دین کی کمی ہوئی ایک بات یاد آگئ۔ الل دین نے کما تھا۔ بھکارن جوان اور خوبصورت ہو تو اسے بھیک میں کوئی آٹھ آلے بھی نہیں دیتا۔ بال قیمت کے طور پر لوگ سو دو سو روپے بھی دے دیتے ہیں۔ لینی عرب کے ساتھ الی بھکارن کو بیٹ بھر کھانا بھی مشکل سے ملتا ہے۔

رف کے باط میں بات دی رہائے ہو گیا تھا۔ اس نے سر اٹھایا اور چوہدری کو دیکھ کر مسکرائی۔ "سیٹھ --- کچھ دیتا جا اللہ کے نام بر۔"

خراب کہتے میں کما۔ "مجھے سلائی کرنی نہیں آئی۔ آئی بھی تو میں کرتی نہیں۔ تو کیا سجھتا ہے سیٹھ! یمال بیٹھ کر میں شام تک عزت آبرہ کے ساتھ سات آٹھ سو روپے پیٹ لیتی ہوں۔"

«مگریه کوئی عزت کا کام نهیں__"

"و اور بے عزتی کی بات کر رہا ہے۔۔ وہ بھی ہزار روپے میں؟ جا چلا جا

چوہدری بہت تیزی سے آگے بردھ گیا۔ اس و همکی پر اسے کل صبح کی بھکارن یاد آگئی۔ وہ ڈر گیا۔ اس وقت تو رش بھی بہت تھا لوگوں کا۔ ذراسی وریبیں چٹنی بن جاتی۔

مایوس وہ اب بھی نہیں ہوا بھا۔ وہ چلنا رہا۔ آگے ایک نابینا فقیر کو دیکھ کروہ ٹھٹک گیا۔ اس نے قیص کی باہروالی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کے پاس اس جیب میں پانچ سو کا ایک نوٹ تھا۔ اس کے علاوہ دو روپ والے دو سکے پڑے تھے۔

اندھے نقیر کی عمر کم از کم سر برس ضرور ہوگی۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اسے دیکھ کر چوہدری کو اپنے سینے میں چجن کا شدید احساس ہوا۔ اس نے سوچا کہ بڈھے نقیر کا کوئی گھر بھی ہو گا۔ شاید وہاں بہت سے لوگ بھوے بھی ہوں گے۔ ممکن ہے ، چھوٹے چھوٹے بھی ہوں۔۔ اس بڈھے کے پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں جو پتیم ہوں۔۔ اس بڈھے کے پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں جو پتیم ہوگئے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا کوئی گھرنہ ہو۔ اس صورت میں یہ کماں سوتا ہو گا۔ زندگی کیے گزار تا ہو گا؟ راستہ کیے چاتا ہو گا؟ چوہدری کو پتہ بھی نہیں چلا کہ اس کی آنکھوں میں آنو آ گئے تھے۔

چوہدری کا جی چاہا کہ وہ اس فقیر کو کم از کم بچاس روپے وے لیکن اس کے پاس کھلا نہیں تھا۔ اس نے سوچا' فی الحال وہ اس کے کثورے میں دو روپ والے سے دو سکے ڈال دے۔ پھر کھلا کرانے کے بعد اسے بچاس روپ دے دے گا۔

اس نے جیب سے دونوں سکے نکالے لیکن عین وقت پر وہ ٹھنگ کیا۔ اسے خیال آیا کہ سد سکے بھاری ہیں۔ وہ انہیں کورے میں ڈالے گا تو کھنکھناہٹ کی آواز

ہو گی۔ شور ہو گا تو لوگ چونک کر دیکھیں گے۔ پھر ایک دوسرے سے کہیں گے۔۔ ریھو کیسا ہدرد' کیسا سخی آدمی ہے' یعنی پلٹی کا خطرہ۔

چوہدری تو ایک گمنام نیکی کرنے کی نیت سے نکلا تھا۔ وہ یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ ایک لیے کو اس کے جی میں آئی کہ پانچ سو کا نوث ہی کورے میں ڈال دے لیکن یہ اس نہیں لگا۔ اس وقت اسے سگریٹ کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی وہ سگریٹ خریدے گا تو پانچ سو کا نوث کھلا ہو جائے گا اور وہ پچاس روپے نقر کو دے دے گا۔

اب چوہدری کو یہ کرنا تھا کہ وہ فقیرے کورے میں یہ سکے ایسے ڈالے کہ فقیر کو بھی پہت نہ چلے۔ وہ جھا۔ اس نے دیکھا کہ فقیر کے کورے میں صرف ایک اشمنی پڑی تھی۔ اس کا دل لرز قمیا۔ ایک بجا تھا اور صبح سے اس غریب کو صرف ایک اشمنی ملی تھی۔ انھنی۔۔ پھروہ اکروں بیٹھ گیا۔

اندھے نقیرنے آہٹ س لی تھی۔ "کون ہے بابا؟"

چوہدری خاموش رہا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس نیکی کے فریق ٹانی کو بھی خبر نہیں ہونے دے گا۔ اس نے کاسے میں ہاتھ ڈالا۔ دو دو روپے کے دونوں سکے بوی خاموثی سے دہاں رکھ دینا چاہتا تھا۔۔ ایسے کہ سکوں کی آواز بھی نہ ہو۔

ابھی اس کا ہاتھ کورے تک پنچا بھی نہیں تھا کہ اچانک قریب ہی ہے کوئی فخص چلایا۔ "چور--چور--- اندھے فقیر کے پینے چرا تا ہے۔"

چوہدری بو کھلا گیا۔ اس نے سر گھما کر آواز کی ست دیکھا۔ اس لیے نقیر نے تیزی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ چوہدری نے بوری قوت سے جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا

خبیث - تجفید اندها فقیری ملا تھا لوٹنے کیلئے؟" کسی نے اسے تھینچتے ہوئے کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں بھیڑ لگ گئ۔ کسی نے اندھے فقیر سے پوچھا۔ "تمهارے کتنے پیسے خائب ہیں؟"

فقیرنے اپنا کاسہ ٹولا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اٹھنی تو موجود تھی لیکن بیہ مخص اس کاسے میں کیوں گئس رہا تھا۔ کیا کرنا چاہتا تھا۔ بیہ تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا گر اس نے بیہ سمجھ لیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس محض کو اس کے کاسے کی طرف ہاتھ بردھانے پر سزا بھی لمنی چاہئے۔ "میں ابھی ابھی ابھی آیا ہوں۔" اس نے کیا۔ "مجھے جو اٹھنی ملی تھی' وہ تو موجود ہے گر دو سخی جھے وس دس روپ دے کر گئے تھے۔ وہ غائب ہیں۔" فقیر نے سوچا کہ زیادہ لالج ٹھیک نہیں۔ سیس روپ مناسب رہیں گے۔

چوہدری کا چرہ فق ہو گیا۔ وہ تو جانتا تھا کہ فقیر صریحا" جھوٹ بول رہا ہے لیکن وہ لوگوں کو کیسے یقین دلائے گا۔ ابھی وہ غصے میں آنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ کمی نے اس کی گدی پر ہاتھ رسید کر دیا۔

وہ تھٹر گویا مصرع طرح تھا، جس پر سب نے شعر کہنے شروع کر دیئے۔ لمحول میں وہاں مشاعرہ برپا ہو گیا۔ سنبطنے اور پہھ کہنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ تھ وقت میں چوہدری کی خاصی محکزی مرمت ہو گئے۔ بونس میں ملنے والی مختلف، متنوع اور رنگا رنگ گالیاں اس کے علاوہ تھیں۔

اچانک کسی نے چیخ کر کہا۔ "اسے مارتے رہنا پہلے بے چارے فقیر کے ہیں رویے تو دلوا دد۔"

"ال- يملے چورى كا مال برآمد كرو-"

"تلاشی لو اس کی۔"

کمی نے چوہدری کی تلاشی لی۔۔۔ تفصیلی تلاشی۔ اس دوران میں بھی اس کی ملکی پھلکی مرمت ہوتی رہی بھر تلاشی لینے والے نے کما۔ "ارے۔۔یہ تو کوئی سیٹھ ہے۔ یہ چور کیے ہو سکتا ہے۔ اس کے پاس اندر کی جیب میں ہزاروں روپے ہیں ادر

باہر کی جیب میں پانچ سو کا ایک نوث اور دو روپے والے دو سکے۔"
"دس کے نوٹ نہیں ہیں؟" کسی نے پوچھا۔
"دنہیں۔" تلاثی لینے والے نے کما۔

"ب چارے شریف آدمی کو خوامخواہ مارا۔"

ایک بار پھر سیٹھ جسم کے نوٹوں نے چوہدری کی عزت بحال کر دی تھی۔۔
لکن اچھی خاصی مرمت کے بعد۔ اب کچھ لوگ اسے چکار رہے تھے۔ کچھ اس کی
پٹھ تھیکتے ہوئے معذرت کر رہے تھے۔ بے گناہی ثابت ہونے کے بعد چوہدری شیر ہو
گیا۔ اس نے چکارنے والوں کو جھڑکا اور پٹھ تھیکنے والوں کے ہاتھ جھکا۔

اد هر فقیرنے دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہا۔ میں بھی کتنا احمق ہوں۔ چھوٹی بات کر بیٹھا۔ پانچ سو کہ دیتا تو کتنا اچھا ہو تا۔ اس نے بلبلاتے ہوئے کہا۔ "ہائے مجھ غریب کے نوٹ۔ ہائے میرے دس کے نوٹ۔"

"بابا۔ تمهارے نوٹ اس شریف آدمی کے پاس نہیں ہیں۔" کسی نے فقیر کو مطلع کیا 'جیسے وہ اندھا ہونے کے ساتھ ساتھ بسرا بھی ہو۔

"اچھا۔۔ پھر کوئی اور لے گیا ہو گا۔" اندھے فقیر نے بھے بھے لیج میں کما اور پھروادیلا شروع کر دیا۔ "ہائے میرے نوٹ۔۔ ارے میرے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے موں کے۔"

"ارے ارے-- کتی زیادتی ہوئی ہے اس بے چارے کے ساتھ-"کوئی بولا۔
"یہ جھوٹ بول رہا ہے- میں نے خود دیکھا تھا' اس کے کاسے میں اشخی کے والیکھ تھا بی نہیں۔" چوہدری نے تب کر کہا۔

"إع مير، نواس ارى مير، يتم بيح-" فقربدستور واويلا كي جا ربا

"آپ اس کے کامے میں کیا دیکھ رہے تھے جناب؟" ایک تماثائی نے چوہدری عیدے احرام سے دریافت کیا۔

"اس کے کورے میں خاموثی سے جار روپ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

اے سنبھلنے میں چند من لگے۔ وہ کھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو اس نے ی کھولا اور ایک سگریٹ نکال کر سلگائی۔ بھروہ تھے تھے قدموں سے جہا تگیریارک المرف چل ویا۔ پارک میں اس نے ایک سنسان کوشے کا رخ کیا اور ایک چ پر جا خا۔ وہ سکون سے سوچنا چاہتا تھا۔

اس نے سوچا اندھے نقیر کے ساتھ ایک جھوٹی می معمولی می نیکی کرنے کی جو ن نے کوشش کی تھی' وہ نہ صرف ناکام دابت ہوئی بلکہ اسے بہت مسکی بڑی۔ سیٹھ جم کے دیے ہوئے دس ہزار کو تو خیر چھوڑو' اس کے وہ پانچ ہزار بھی صاف ہو گئے وہ نیکی کی سرمایہ کاری کی غرض سے لے کر نکلا تھا۔ اب وہ کیا کرے گا۔ اے کوئی ا فرورت مند نظر آگیا تو وہ اس کی کیے مدد کرے گا۔ اور سے ہاتھ صاف اس کی جامہ اثی لینے والوں میں سے کی نے اس کی مرمت کے دوران کیا ہو گا۔ اس وقت تو اے اتنا ہوش ہی نہیں تھا۔

یہ سوچتے ہوئے اچانک اس پر دو باتیں مکشف ہو کیں۔ ایک یہ کہ اس کے ا برار کی کوئی اہمیت نہیں۔ است بوے شریس وہ وصور ا مجر رہا ہے اور اے کوئی ک ضرورت مند بھی نہیں مل رہا ہے۔ دوسرے اسے احساس ہواکہ اس نے بے جا ر سیٹھ جسیم کے دیے ہوئے دس ہزار کی تحقیر کی ہے۔ اسے اس کا کوئی حق نہیں اليونك اس رقم بى كى وجد سے دو بار وہ بدى مصيبتول سے نكلا تھا۔ وہ رقم اس كيلئے

اب کے اسے وہ رقم نکل جانے پر کمزوری کا احماس ہونے لگا۔ وہ توہم پرست النمي تھا۔ ليكن اس وقت اس كے ول ميں آربي تھي كه اس كى جيب ميں اس کا موجودگی اس کیلئے مبارک تھی۔ اور اب وہ نکل منی ہے تو یہ اس کیلئے کوئی اچھا وہ اپنی جگہ کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کا ذہن بالکل خالی ہو گیا تھا۔ نہ صرف کا کمیں۔ اب وہ کسی مشکل میں پھنسا تو سے مچ بزی پریشانی ہوگ۔

"وہ بہت دیر اس بیخ پر بیٹھا رہا۔ اس کی طاقت جیسے ختم ہو سمی تھی۔ اس کو کی بمت بھی نہیں ہو رہی تھی اور نیکی کے تصور سے ہی اسے خوف آ رہا تھا۔

چدری نے کہا۔ "مرشاید اصل بات یہ ہے کہ میری کھال تھجلا رہی تھی۔" فقیر کا واویلا اب بھی جاری تھا۔ ایک فخص نے چوہدری کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کما۔ "تو جناب" آپ اب اے وہ چار روپے وے ویں۔" "میں اس جھوٹے ' بہتان طراز بڑھے کو ایک پید بھی نہیں دول گا۔" چوہری نے سختی سے کہا۔

"ا بني عزت كا صدقه سمجه كردك دين-" اس فخص في التجاك-"تو یہ تم لوگ میری عرت کر رہے تھے۔۔ ہیں؟" چوہدری آپے سے باہر ہو میا۔ "ارپید کر گالیاں دے کر میری عزت افزائی کر رہے تھے؟" وہ مخص چیکے سے کھیک لیا۔ مجمع بھی تتر بتر ہونے لگا۔ چوہدری اپی چوٹیں سهلا ما موا آگے برھ گیا۔ اندھے فقیر کا واویلا اب بھی جاری تھا۔

خلاف معمول چوہدری محکوم اللہ کا غصہ جلد ہی سرد ہو گیا۔ اس کیلئے اسے خود کو یاد دلانا برا که وه نیکی کی جنجو میں نکلا ہے۔۔۔ نیکی اور وہ بھی بے غرض اور ممام نیکی' جو صلے سے بے بروا ہو اور یہ بات اب طے ہو منی تھی کہ یہ کوئی آسان کام میں۔ یہاں تو نیکی النا بدی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

چوہدری نے ایک وکان سے سکریٹ کا پیٹ اور ماچس خریدی۔ یول پانچ سو پربراں ۔ کے نوٹ کا کھلا بھی مل کمیا۔ اس دوران میں اس نے اپنی اندرونی جیب پر بونمی ہاتھ گیل رسال ہی خابت ہوئی تھی اور اس کی تحقیر کرکے وہ ناشکرے بن کا ارتکاب مارا تواسے زبردست جھٹا لگا۔ اس نے گھبرا کرانی اندر کی جیب میں ہاتھ والا۔ لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ بہت دری تک جیب سوال رہا۔ جیسے کسی بھی المع جادو کے زور سے اس کی غائب رقم اجائک جیب میں نمودار ہو جائے گی، لیکن ابا

سیٹھ جسیم کے دیے ہوئے دس ہزار اس کی جیب سے غائب تھے بلکہ وہ پانچ ہزار جمل جو وہ نیکی کی نیت سے اپنی بیوی سے لے کر گھرسے نکلا تھا۔

اس نے حماب لگایا۔ اس کی جیب میں وو سکول کے علاوہ اب صرف 480 رور چدہدری کو شرمندگی ہوئی۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ سے توب کی۔ وہ تو اپنی تھے۔ وہ جانا تھا کہ سے منگائی کا زمانہ ہے۔ اس میں لوگوں کی ضرور تیں بھی بری ہوتی خراب کر رہا تھا۔ ضرورت مند کی ضرورت پر ' پریشان حال کی پریشانی پر شک کر ہیں۔ 480 روپے میں کسی کا کیا بھلا ہو سکتا ہے۔

علیہ روپ میں میں ہے۔ چار بجے کے قریب اسے بھوک لگنے گئی۔ وہ اٹھا اور ایمپریس مارکیٹ کی طرن کا اس سے اس روپے سے اس مریس موگر۔ میں آیا تو اس کا ول لرز کر رہ گیا۔ اس عمر میں شوگر۔ اس کے اس رویے سے اس لڑے کی کتنی دل آزاری ہوئی ہوگی اور اب اے چل دیا۔ کٹرک روڈ پر ایک ہوٹل تھا' جمال بہت اچھی بریانی ملتی تھی۔

شاید لڑے کو گمان ہوا کہ اے اب بھی یقین نہیں آیا ہے۔ اس نے مرا کرائے

کڑک روڈ یر وہ چند قدم ہی چلاتھا کہ ایک مجمول سے نوجوان نے اس کا رار ئے کہا۔ "میں پچ کمہ رہا ہوں جناب۔ مجھے انسولین کے ٹیکے لگوانے رہتے ہیں۔ روک لیا۔ اس کی عمر پیس سال رہی ہو گ۔ لیکن صحت اس کی بہت خراب تھی۔ ا کا چرہ بدقوق تھا' آنکھوں کے گرد گرے ساہ طلقے تھے۔ وہ قیص پینٹ پنے ہوئے تا اباد ویکھ لیس سر!" مید کر اس نے کوٹ کی اور قیص کی آستینیں اوپر سرکائیں قیص کے اوپر اس موسم میں اسے کوٹ پنے دیکھ کر چوہدری کو بہت جرت ہوئی اتھ اسے وکھایا۔

دو سری طرف لڑے کی آتھوں میں وریانی اور خالی بن دیکھ کر اس کا دل کٹنے لگا۔ "اللام عليم جناب!" اوك نے اسے سلام كيا-

"وعليكم السلام بيني!" چومدري نے شفقت سے كما پھريوچھا۔ "كيا بات م ا تق چوہدری کی آنکھوں میں آنسو آ مجے۔

کوئی بریشانی ہے متہیں؟"

"ج___ جي بال جناب!" لرك سے بولا نيس ما رہا تھا۔

'' مجھے بتاؤ' شاید میں تمہارے کسی کام آ سکوں؟'' چوہدری نے کما اور ادھرادہ دیکھا۔ سڑک پر زیادہ بھیر نہیں تھی اور ان کی طرف کوئی متوجہ جھی نہیں تھا۔ وہ خوا "دس بیں میں کام چل جائے گا جناب۔"

ہو گیا۔ نیکی خود چل کر اس کے پاس آئی تھی اور پلٹی کا خدشہ بھی نہیں تھا۔

"مم-- میں بیار ہوں سر"

وکیا ہوا ہے تہیں؟" چوہدری نے پوچھا۔ " مجھے ۔۔ مجھے شوگر ہے جناب!"

چوہدری کو شاک لگا۔ اس عمر میں شوگر! اس عمر میں تو شوگر کی ضرورت او

ہے۔ شو کر توانائی میں تبدیل ہوتی ہے۔ بوے بوے کام کراتی ہے۔

یقین نہیں آیا سرا لیکن حقیقت ہے ہے کہ میری بیاری بت بوحی ہوئی ہے-

اس بار چوہدری پر لرزہ چڑھ گیا۔ لڑے کے ہاتھ پر سوائے بڑیوں اور نسوں کچھ بھی نہیں تھا اور اس پر ستم یہ کہ وہ ہاتھ کلائی سے کہنی تک سوئیوں سے را ہوا تھا۔ بے شار سوئیوں کے نشان تھے۔ ان میں سے پرانے سخت اور سیاہ ہو

"مجھے انجکشن لگوانا ہے سراور میرے پاس پینے نہیں ہیں اور مجھے بھوک مجمی

"کتنے بیبال کی ضرورت ہے تہیں؟"

"وس بین روپ مین؟" چوہدری نے حرت سے دہرایا۔ یہ بات اس کیلئے ک قهم تھی کہ اتنے پیپول میں انسولین کا انجکشن بھی لگوایا جا سکتا ہے اور پیٹ ا کھانا بھی کھایا جا سکتا ہے۔

الرك كو لگاكه شايد چوہدرى كو وس بيس روپ كا سوال برا لگا ہے۔ اس نے الت كما و "چلئے سر- آپ مجھے پانچ روپ بى وے ديں۔"

ان کے آکھوں میں بے بیٹن دیکھی تو گر گرانے لگا۔ "شاید آب "تم غلط سمجھ ہو۔" چوہدری نے معذرت کی۔ "میرا مطلب تھا کہ دس یا بیس ہ من تم یہ دونوں ضرور تیں پوری کیسے کر سکتے ہو۔ انسولین کا انجکشن بھی خاصا ألم مو كا- بحر ذا كر بهي المحكثن لكانے كى فيس بے كا اور اس كے بعد كھانا---"

"يمال كچھ دور ايك خيراتى شفا خانه ہے سر- وہال صرف پانچ رويے دين ہوتے ہیں برجی بنانے کے۔ مجھی شفا خانہ بند ہو تو انجکشن میں خود بھی لگا لیتا ہو_ں

خود انجشن لگانے کا تصور کر کے چوہدری کا دل کانپ گیا۔ "بیٹے۔ میرے یاس بہت زیادہ پیے تو شیں ہیں۔" اس نے کما۔ اور جیب سے سو کا نوث نکال کر الرك كي طرف بردهايا - "في الحال تم يه ركه لو اور بال المجكث تجمي خود نه لكانا -"

"م --- مرب- بانى جناب--! آ- آپ كك- كا نام كك- كيا ہے؟" اڑے کے ٹوٹے لیج میں شکر گزاری چھلک رہی تھی۔

چوہ ری کا دل سچی خوشی سے معمور ہو گیا۔ "نام سے پچھ نہیں ہو تا بیٹے!" اس نے بے حد شفقت سے کما۔ "میرے پاس اللہ کی دی ہوئی وہ چیز تھی جس کی تہیں ضرورت تھی۔ وہ میں نے حمہیں دے دی ممہاری امانت بس اتنا کانی ہے نہ یہ مریاتی ہے نہ احسان۔"

اڑکا آگے بردھ گیا۔ چوہدری نے بلٹ کراسے دیکھا۔ ایبا لگتا تھا کہ لڑے کے پیروں میں جان بڑ گئی ہے۔ اپنی حالت کے اعتبار سے وہ حیرت انگیز تیز رفتاری کا مظامرہ کر رہا تھا۔ لڑکا مین روڈ پر مڑا تو چوہدری بھی اینے راستے پر چل دیا۔

چوہدری کی اس وقت کی طمانیت ناقابل بیان تھی۔ ایس خوش اسے زندگی میں مجھی نہیں ملی تھی۔ ارے۔ لیکی اتنی آسان ہے۔ میں تو مین سوچتا اور کہنا تھا لیکن نه جانے کیوں میرے لئے اتنی دشوار ہو گئی تھی۔ کاش میری جیب ند کئی ہوتی۔ میں اس الاک کو وہ پانچ ہزار دے دیتا۔ یہ کافی دنول کیلئے علاج سے بے نیاز ہو جاتا۔

چوہدری نے اطمینان کی مری سانس لی۔ اس کے بھیبھڑمے مواسے اور دل جیے روشن سے بحر گیا۔ اب وہ سکون سے کھانا کھا سکے گا۔ وہ کامیاب جو ہو گیا ج اسے؟ کس طرف گیا ہے وہ؟" جس کام کی نیت سے وہ لکلا تھا' وہ اس نے کر لیا۔ اور آج اسے نیند بھی بست الم

وہ ہوٹل کی طرف بردھا۔ اچانک اسے بوڑھی عورت نظر آئی جو مخالف سے

ے تیز قدموں سے چلتی اس طرف آ رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ متلاثی نظروں سے ادھر ادهر بھی دیکھ رہی تھی۔ چوہدری اسے بھی مکنہ اور متوقع نیکی سمجھ کر غور سے دیکھنے لگا۔ شاید قسمت اس پر مہران ہو گئی ہے۔ کون جائے ابھی بے در بے اسے متعدد نيال نعيب مو جائيي_

بوڑھی عورت نے اسے متوجہ پایا تو اس کے قریب آکر رک میں۔ اس کی نگاہوں میں اب بھی بے چینی تھی۔

"الىل- كى كو دهوند ربى مو؟" چوېدرى نے اس سے بوچھا۔ "بال بیٹا۔ اینے بیٹے کو تلاش کر رہی ہوں۔" "كتنا برا ب تمهارا بينا؟"

"سوله سال كا ہے۔" برهيانے كما۔ "ابھى چند منك بہلے كمرے نكا تھا۔" "نہیں امال--- وہ کمی اور طرف گیا ہو گا۔ اوھرے تو میں نے اس عمرے کی لڑے کو گزرتے نہیں دیکھا۔"

"بینا" وہ برنصیب ویکھنے میں برا لگتا ہے اور ہاں" پہچان سے کہ وہ کوٹ پہنے

چوہدری سمجھ گیا کہ بیہ ای لڑکے کی مال ہے اور شاید بیہ بھی اس کی دوا کیلئے ریشان کھرری ہے۔ ''وہی تو نہیں' جو بیار ہے۔''

"جہیں کیے معلوم؟" برهیا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

چوہدری اپنی خاموش اور ممنام نیکی کو کیسے بے نقاب کریا۔ اس نے کما۔ "کوٹ بنے ہوئے تھا وہ۔۔ اور بہت کمزور تھا۔ صورت سے بیار لگا تھا۔"

"بال وى نامراد ميرابينا ب-" بردهيان افردكي سے كما- "تم في ديكها تها

"امال-- وہ ایمپریس مارکیٹ کی طرف کیا ہے۔" "بھیا۔ تم نے میے تو نہیں دیے اے؟"

چوہدری کو اس پریشان حال برهمیا پر ترس آنے لگا۔ بے چاری کتنی پریشان ہے

پار بیٹے کیلئے۔ وہ اسے اس پریشانی سے نجات ولا سکتا تھا۔ اسے بتا سکتا تھا کہ وہ فکر نہ کرے' اس نے اسے انجشن کیلئے پینے دے دیئے ہیں۔ یہ بھی نیکی ہوتی لیکن اس کے نتیج میں پچپلی نیکی ضائع ہو جاتی۔ بردھیا کی شکر گزاری اور اس کی اس خاموش نیکی کو مجروح کر دیتی۔ پھر بھی اسے افسوس ہوا کہ وہ اس عورت کو سکون دے سکتا ہے لیکن نہیں دے رہا ہے۔ صرف اپنی خودغرضی کی وجہ سے۔ اب یہ پریشان اسے ڈھونڈتی رہے گی۔ پھر اسے خیال آیا کہ لڑکا انجاشن لگواکر آئے گا تو اس عورت کو سکون مل جائے گا۔ اس کی پریشانی وقتی ہے۔ اس خیال نے چوہرری کے بوجھل پن کو ختم کر جائے گا۔ اس کی پریشانی وقتی ہے۔ اس خیال نے چوہرری کے بوجھل پن کو ختم کر ویا۔ "نہیں اماں' ہیں نے اسے بیاری کیا ہے؟"

"بت منحوس باری ہے اس کو۔" بردھیا نے سخت کہے میں کہا۔ "وہ پڑیا پر بھی لگا ہوا ہے اور ملیکے پر بھی۔"

چوہدری کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ "میں سمجھا نہیں امال!"

"ارے وہی۔۔ کیا کتے ہیں اس منوس چیز کو۔۔ ہاں ہیروئن۔۔ اور بننے کا فیکہ۔۔ وونوں لتیں ہیں خبیث کو۔" بردھیا سرکے بال نوچنے گی۔ "میں اسے گھر میں بند رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ باندھ کر رکھتی ہوں پھر بھی کی نہ کسی طرح نکل جانا ہے کم بخت۔"

چوہدری کو لگا کہ اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔ اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ جس دنیا میں وہ رہتا ہے اس سے کتنا بے خبرہے اور انسانوں کی سجھ بھی نہیں ہے اس کو۔

''وہ بہت چالاک ہے اور دنیا احقوں سے بھری ہوئی ہے۔'' بوڑھی عورت اپنی کے جا رہی تھی۔ ''وہ کسی نہ کسی سے پیسے بٹور لیتا ہے۔ تھوڑے پیسے ملے تو پڑیا اور زیادہ ملے تو انجکشن' بس میمی زندگی ہے اس منحوس کی۔''

چوہدری کو لگا کہ عورت براہ راست اے احمق کمہ رہی ہے اور درست ب^ی کمہ رہی ہے۔

"جھے دل کے زم احمق لوگ بہت برے لگتے ہیں۔ نفرت ہے جھے ان ہے۔"

ورت اب تند لہج میں کہ رہی تھی۔ "اے پینے دینے والے سیجھتے ہیں کہ وہ کوئی

بت بڑی نیک کر رہے ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ کتنا برا گناہ ہے۔ اللہ انہیں جنم

رسید کرے گا تو انہیں پت چلے گا۔ عقل کے اندھوں کو نیکی اور گناہ کا فرق بھی نہیں

رکتا۔۔۔"

چوہدری کی روح تک لرز کر رہ گئی۔ نیکی کا خیال تو ہوا ہو گیا۔ وہ بدترین گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا اور اس کی گردن دکھ رہی تھی۔ اس کے چرے پر مدامت کی سرخی بھیل گئی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ زمین بھٹے اور وہ اس میں سا مائے۔

"اب تو یہ مربی جائے تو اچھا ہے۔ پورے گھر کو تباہ کر دیا ملحون نے۔"
ورت اب اپنے بیٹے کو برا بھلا کہ ربی تھی۔ پھروہ چوہدری کی طرف مڑی۔ "تمهارا انگریہ بیٹے۔ میں جاتی ہوں اسے ڈھونڈنے لیکن مجھے یقین ہے کہ اسے کوئی احمق مل پکا ہو گا اب تک۔ نہیں ملا تو مل جائے گا۔ میری قسمت میں تو اس کے پیچھے پیچھے ماگانا لکھا ہے۔" وہ بردبراتی ہوئی آگے بردھ گئی۔

چوہدری نے ول میں خدا کا شکر اوا کیا۔ عورت کو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ اتن رہے تک ایک بہت بوے احمق ہے گفتگو کرتی رہی ہے۔

چوہدری کی بھوک اڑ گئی۔ وہ دل ہی دل میں خود کو طامت کر تا رہا۔ واقعی اس فیروی غیر ذمہ داری کا جوت دیا تھا۔ وہ نیکی کرنے کیلئے اتنا بے باب ہو رہا تھا کہ لل فی جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور عقل سے کام نہیں لیا۔ نتیجہ سے کہ نیکی بریاد گناہ ارا ہوں تو اس کے دونوں جمال کے دلدر دور ہونے کے بجائے الئے بوصعے چلے الیم اس کے دونوں جمال کے دلدر دور ہونے کے بجائے الئے بوصعے چلے الیم کی گئی گئی گئی گے۔

وہ بریانی کو بھول کر ایمپریس مارکیٹ کے بس اشاپ کی طرف چل دیا۔ وہ بری کن جمنجملا رہا تھا۔ اس نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا اور بس اشاپ پر اگرا ہوا۔ یمال سے شمر کے ہر ھے کیلئے گاڑیاں ملتی تھیں اس لئے ہجوم بہت ہو تا

وہاں کھڑا ہو کر وہ سگریٹ کے کش لیتا اور سوچتا رہا۔ اچاتک اسے سور ہُ بتر،

کے 37 ویں رکوع کی آخری آیت کا ترجمہ یاد آیا۔ اس میں اللہ نے ایسے لوگوں پر
خرچ کرنے کا حکم دیا تھا' جو زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سوال نہ
کرنے کی وجہ سے ناواتف لوگ انہیں خوشحال سجھتے ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ تم ان
کو ان کے چرے سے بجپان سکتے ہو۔ یہ لوگ لوگوں کے پیچیے نہیں پرتے لوگوں سے مدد نہیں مانگتے۔

یہ آیت یاد آئی تو چوہرری کی وقتی مایوی دور ہو گئی۔ وہ ایک نے اور ہازہ جذب سے مرشار ہو گیا۔ اس آیت میں بیان کئے گئے لوگوں کو حلاش کرنے کیلئے ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ لوگوں کو بہت غور سے دیکھا جائے۔ ان کا مشاہرہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ لوگوں کو بہت غور سے دیکھنے لگا۔

شام کا وقت تھا۔ بس اساب پر لوگوں کا رش تھا۔ وہاں جو لوگ کھڑے تھ' ان کے روٹ کی بس آتی تو وہ اس بس میں بیٹھ جاتے لیکن بس کے منظر لوگوں کی تعداد میں کمی نہیں' زیادتی ہو رہی تھی۔ جتنے لوگ کم ہوتے تھے' اس سے زیادہ آ جاتے تھے۔ بس چرے بدل رہے تھے۔

چوہری نے دو سرا سگریٹ جلایا اور کھڑا یہ تماشہ دیکھتا رہا۔ اچانک اس ک آکھیں چیکنے لگیں۔ اے لگا کہ اے اپنا مطلوبہ آدی مل کیا ہے۔ اس نے اپنی توجہ لوگوں کی بھیڑے ہٹالی اور صرف اس فخص پر مرکوز کر دی۔

وہ مخص صاف سھری بیٹ شرث پنے ہوئے تھا۔ پیروں میں سیاہ چک دار جوتے تھے، جن کی چیک ہاتی تھی کہ انہیں آج ہی پالش کیا گیا ہے۔ اس کی عمر 35 اور 40 کے درمیان ہوگ۔ وہ خوش شکل تھا۔ اس کے چرے پر وقار اور ہونوں پاکستا۔ مسراہٹ تھی۔ وہ چرے سے بن کھ اور خوش مزاج لگنا تھا۔

ربہت کی دہ پرت ک ک کہ دیا ہے۔ اور ہے ہوں ہے دہ چوہدری نے اس پر توجہ نہیں دی تھی لیکن اسے احساس تھا کہ جب ^{وہ} بس اساپ پر آیا ہے' یہ مخض بھی وہاں موجود ہے۔ ممکن ہے اس کی مطلوبہ بس ا

منی بس ابھی تک نہیں آئی ہو۔ بسر کیف اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس معنص پر نظر رکھنی ہے۔

وو من بعد 4k كى بس آئى تو وہ مخص بس كى طرف بردها ليكن پھراس كے قدم تُحمَّك گئے۔ چند لمحے وہ كھڑا ہوكيا۔ قدم تُحمُّك گئے۔ چند لمحے وہ كھڑا ہوكيا تارہ پھر پہنچ آكر دوبارہ فث پاتھ پر كھڑا ہوكيا۔ چوہدرى نے سوچا، ممكن ہے، يہ بس اسے گھرسے پچھ دور آثارتی ہو۔ اس لئے يہ بلت آيا ہے۔

ممروه فحض 4k کی دو سری بس کی طرف بھی اس طرح بردھا' اس طرح انجکیایا اور اس طرح ملیت آیا۔

وہ فخص باہر کی زاویے سے بھی نادار اور ضرورت مند نہیں لگ رہا تھا بلکہ خوش حال نظر آیا تھا کر ایکے چند منٹوں میں چوہدری کو اندازہ ہو گیا کہ انسانوں کو غور سے دیکھا جائے تو بہت کچھ بتہ چل جاتا ہے۔ غور سے دیکھنے پر چوہدری نے جان لیا کہ اس مختص کے کپڑے صاف ستھرے بھی ہیں اور ان پر نفاست سے استری بھی کی کہ اس مختص کے کپڑے صاف ستھرے بھی ہیں اور ان پر نفاست سے استری بھی کی گئی ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان کی بوسیدگی نظر آ جاتی ہے۔ کپڑے کافی پرانے

پھرچوہدری نے اس کے جوتوں کو دیکھا۔ جوتے چمک دار ضرور تھے لیکن ان کی ایڈیاں بہت تھی ہوئی اور ناہموار تھیں۔ اس وجہ سے اسے ایک طرف جھکنا پڑرہا ۔

اس نے غور سے اس کا چرہ دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ مبھی مبھی اس کے چرے پر ایک لمحے کیلئے پریشانی کا ایک سامیہ سالرا جا تا ہے۔ وہ خوش مزاج ضرور ہے اس کے ہونٹ ہر وقت مسکرانے کے عادی بھی ہیں لیکن اس وقت وہ مسکراہٹ بہت بھی بھی بجھی بچھی ہیں۔

4k کے روٹ پر چلنے والی بسول کی تعداد کم نہیں۔ ہرایک منٹ کے بعد ایک بس آ جاتی ہے اور بھی بھی تو ایک ساتھ دو بلکہ تین بسیں بھی آ رہی تھیں۔ اس کے مثاہرے کے دوران میں وہ مخص مزید چھ سات بسیں مس کر چکا تھا اور 4k کے

علاوہ کمی بس یا منی بس میں اس نے ولچین نہیں لی تھی۔

چوہدری اس مخص کو بہت غور سے دیکھتا رہا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اس مخص کو کسی طرح کچھ دے دے لین دو مسئلے تھے۔ ایک بید کہ اس بار وہ جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دو سرے بید کہ ایسے مخص کی مدد کیسے کی جائے۔ جو اپنا حال دو سروں سے چھپا رہا ہے۔ وہ برا بھی مان سکتا ہے اور بے عزتی بھی کر سکتا ہے۔ ویسے بھی یوں مدد قبول کر کے وہ شرمندہ ہو گا۔ یہ بھی اچھی بات نہیں۔ اسے تو اس طرح سے کچھ ویا جائے کہ اسے پہ بھی نہ چلے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ اسے کس طرح ممکن بنایا جائے۔

چوہدری سوچتا رہا لیکن اس مخص پر سے اس نے نظر نہیں ہٹائی تھی۔ اب وہ مخض کچھ مضطرب نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے سراٹھا کر ایمپریس مارکیٹ کے محسنا گھر کی طرف دیکھا اور مایوس نظر آنے لگا۔ چوہدری نے بھی ادھر دیکھا اور اس کی مایوسی کی وجہ سجھ گیا۔ گھٹٹا گھر کی گھڑی بند تھی۔

اس مخص نے اپ قریب کھڑے ایک اور مخص سے وقت پوچھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوا کہ قریب کھڑے مخص نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھنے کے بعد اس جواب دیا تھا۔ وقت پوچھنے کے بعد اس مخص کی بے تابی اور اضطراب اور بردھ گیا۔ وہ ادھرادھر دیکھ رہا تھا۔ چینے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔ ایسے ہی ایک سمجھ میں چھے نہ آ رہا ہو۔ ایسے ہی ایک لیے میں چوہدری کو اس کی آئھول میں دیکھنے کا موقع مل گیا اور جو پچھ اسے ان آئھول میں دیکھنے کا موقع مل گیا اور جو پچھ اسے ان آئھول میں نظر آیا' اس سے اس کے اندازے کی حتی تقدیق ہوگئی۔

چوہدری تلی ہوئی مجھلی بیچا تھا۔ آکھوں میں نظر آنے والی بھوک کا اسے بت تجربہ تھا۔ وہ اسے بست اچھی طرح بچانا تھا۔ اس کی وکان کے سامنے سے کوئی بھوگا مخص گزر آ تو وہ مجھلی کو ایک خاص انداز سے دیکھتا تھا لیکن آکھوں کی اس کیفیت کے بنچ ایک خال بن سا۔ ایک نقابت سی بھی ہوتی تھی۔ چوہدری اس سے بچان لیتا تھا کہ اس مخص نے کتنے وقت سے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بھی وہ ایسے لوگوں کو خود بی بلا کر مجھلی کھلا بھی دیتا تھا۔

اس وقت اس خوبرو خوش بوش اور باو قار مخص کی آنکھوں میں اسے بھوک تو نظر نہیں آئی لیکن وہاں نقابت اور خالی بن بالکل واضح تھا اور چوہدری وعوے سے کمہ سکتا تھا کہ اس مخص نے دن بھر کچھ نہیں کھایا ہے۔ ممکن ہے بمحرشتہ رات کھایا ہو۔

چوہدری کا ول بھر آیا۔ ونیا میں ایسے رکھ رکھاؤ ایسے مبروالے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

اس بار جو 4k آئی تو وہ محض بڑے اعتاد سے بس کی طرف بوستاگیا۔ لوہے کا بینڈل تھام کروہ پائیدان پر چڑھا لیکن اگلے ہی لمحے وہ پھرینچ اتر آیا اور فٹ پاتھ کی طرف بلٹ گیا۔ اس کے چرے پر عجیب سا آثر تھا۔ شرمندگ کھیاہٹ کے بی جیسے آپس میں گھل مل رہی تھیں۔

اب چوہدری کو یقین ہو گیا وہ مخص نہ صرف دن بھر کا بھوکا تھا بلکہ اس کی جیب بالکل خالی تھی اس کی جیب بالکل خالی تھی اس لئے وہ بس میں نہیں چڑھ پا رہا تھا اور اس کی بے تابی اس کا اضطراب ظاہر کرنا تھا کہ وہ گھرواپس سینچنے کیلئے بے چین ہے۔

اس کھے چوہدری کے ذہن میں ایک بے حد خوف ناک سوال نے سر اٹھایا۔
کیا اس شخص کے گھرمیں اس کے بیوی بچے بھی بھوکے ہوں گے۔ وہ اس پر سوچ ہی
رہا تھا کہ 4k کی ایک اور بس آ گئے۔ اس بار وہ شخص نہ صرف بس کی طرف بردھا
بلکہ بس میں بیٹے ہی گیا۔

چوہدری کے غبارے میں ایک بن چھی، شوں کی طویل آواز کے ساتھ ساری ہوا نکل گئی۔ اچھا ہی ہوا کہ میں نے پھی نہیں کہا۔ اس نے سوچا۔ میرے سارے اندازے غلط تھے۔ شاید اس مخص کا اضطراب اس لئے تھا کہ وہ کمی کا انتظار کر رہا تھا اور آ تکھوں کی نقابت کا سبب بھوک نہیں ہوگی۔ شاید وہ بیاری سے اٹھا تھا۔ بیاری کے فورا بعد ہی تو آ تکھوں میں مید کیفیت آ جاتی ہے۔

وہ اس سے زیادہ نہیں سوچ سکا۔ اس کی نظریں اس بس کے دروازے پر جی تھیں' جس میں وہ مخص بیٹا تھا۔ اسے اپنی آئکھوں پر یقین نہیں آیا کیونکہ وہ مخص

وہ محض چوہدری کے قریب سے گزرا تو چوہدری کو اس کی آکھوں کی نمی بالکل صاف نظر آئی پھراس نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس کے قدموں کی لڑ کھڑاہٹ بھی بالکل واضح بھی۔ اب چوہدری نے سمجھ لیا کہ اس کا اندازہ بالکل ورست تھا اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ اس اسلے میں پھھ کرنا ہوگا۔

چوہدری تھوڑے فاصلے کے ساتھ اس مخص کے پیچے چلنے لگا۔ وہ مخص بس اساپ سے آگے جو چوراہا تھا' جو مین اساپ سے آگے جو چوراہا تھا' وہاں پینچ کر رک گیا۔ یہاں ایک سائڈ روڈ تھا' جو مین روڈ کو کاننا ہوا گزر رہا تھا۔ سامنے اسار سینما نظر آ رہا تھا۔ شام کو ٹریفک کے رش کی وجہ سے موٹرسائیل سوار اسی سڑک کا رخ کرتے تھے۔

وہ فخص کھڑا ہو گیا۔ چوہدری بھی تھوڑے فاصلے پر رک کر اسے بنور ویکتا رہا۔ چند منٹ بعد اس کی سمجھ میں آگیا کہ وہ فخص اس امید پر وہاں آیا ہے کہ شاید کوئی موٹر سائیکل والا اسے لفٹ دے دے گا لیکن خودداری اسے ہاتھ کے اشارے سے کسی موٹرسائیکل سوار کو روکنے کی اجازت بھی نہیں دے رہی تھی۔ کوئی موٹر سائیکل آتی نظر آتی تو اس فخص کا ہاتھ کیکیا تا جیبے اشارہ کرنے کیلئے حرکت میں آ رہا ہو گراگئے ہی لمحے سختی سے اس کی مشمی بھنچ جاتی۔

چوہدری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کس طرح اس مخص کی مدد کرے۔ اس مخص کی مدد کرے۔ ایس مخص کی مدد کرے۔ ایس مخص کی شرمندگی ہوئی تو اس کی نیکی لاحاصل ہی ہوگی۔

موٹرسائیل سوار لوگ گزرتے رہے۔ وہ مخص رکنے کا اشارہ ویئے سے خود کو روکنے کیا شارہ ویئے سے خود کو روکنے کیا کے مشیاں بھینچا رہا۔ چوہری اس کی مدد کرنے کی کوئی ترکیب سوچنا رہا۔ کائی در ہو گئی۔ اب سورج ڈوبنے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ روشنی کم ہو رہی تھی۔ سائے بڑھ رہے تھے۔

ا ناک چوہدری کے ذہن میں روشن کا جھماکا سا ہوا۔ اے خیال آیا واحد

مورت میں ہے کہ چیکے سے اس فخص کی بینٹ کی جیب میں نوٹ ڈال دیئے جائیں۔ کیسے؟ اس کا کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ بس وہ میں سوچ رہا تھا کہ جیسے جیب کترے دو انگلیوں کی مدد سے جیب خالی کرتے ہیں 'وہ اس فخص کے پاس سے مزرتے ہوئے اس کی جیب بھردے۔

یہ سوچ کر اس نے جیب سے رقم نکالی۔ اس کے پاس تین سو اس روپ تھے۔

بیلے اس نے سو روپ الگ کئے بھر سوچا' اس مہنگائی کے زمانے میں سو روپ سے کیا

ہوتا ہے۔ دو سو اس مخض کو وے کر بھی اس کے پاس 180 روپ بجیں گ' جو
اس کے لئے بہت ہیں۔ چنانچہ اس نے 180 روپ جیب میں رکھے اور سو کے دو

زول کو جیب کروں کے انداز میں دو انگلیوں کے در میان دبایا گر اسے احساس ہوا کہ

بوں دو انگلیوں کا کوئی فاکدہ نہیں چنانچہ اس نے دونوں ٹوٹوں کو ملا کر تہ کرنا شروع کیا۔

بوں دو انگلیوں کا کوئی فاکدہ نہیں چنانچہ اس نے دونوں ٹوٹوں کو ملا کر تہ کرنا شروع کیا۔

بال تک کہ وہ تعویز نما ہو گئے۔ تب اس نے اس تعویز کو اپنے داہنے ہاتھ کی

انگلیوں کو اپنی قبیص کی پہلو والی جیب میں داخل کیا۔ اسے اطمینان ہوا کیونکہ کام

انگلیوں کو اپنی قبیص کی پہلو والی جیب میں داخل کیا۔ اسے اطمینان ہوا کیونکہ کام

منائی سے ہوا تھا۔

اب وہ حرکت کرنے کیلئے تیار تھا۔

ای لمح اس مخف کے پاس ایک موٹر سائیل آکر رکی۔ سوار نے ہمدردانہ اظروں سے اس مخف کو دیکھا اور بڑے احرام سے پوچھا۔ "آپ کو کمال جاتا ہے مادے؟"

"مجھے تو بہت دور جانا ہے بھائی۔" اس مخص نے تھکے تھکے لیج میں کما۔ "پھر بھی؟"

"نيو كراچي جاؤں گا۔"

"چلیں۔ میں آپ کو یو پی موڑتک چھوڑ دوں گا۔ بیٹھ جائیں۔" چوہدری کو لگا کہ نیکی ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔ دو نوٹوں کا تعویز اس کی نگیوں میں دبا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس مخض کی طرف بڑھا۔ وہ موڑسائیکل پر بیٹھنے

ہی والا تھا کہ چوہدری نے وونوں انگلیاں اس کی پینٹ کی جیب میں واخل کیں۔ تعویز کو وہیں چھوڑا اور انگلیاں نکال لیس لیکن اس کا دل انچیل کر طلق میں آگیا کیونکہ وہ سے کام صفائی سے نہیں کر سکا تھا۔ اس کی انگلیاں جیب کے اندر اس محض کی رانوں سے کرائی تھیں۔ ہاتھ نکالتے ہوئے بھی ہاکا سا جھٹکا لگا تھا۔

چوہدری کا دم نکل گیا۔ اس نے جیب نہیں کائی تھی لیکن حرکت جیب کروں ہیں کی کی تھی۔ اسے لگاکہ ابھی وہ مخص شور عائے گا۔ "ارے میری جیب۔ اور اسے کردن سے پکڑ لے گا۔ اس کے بعد میری مرمت۔ وہ تیزی سے آگے نکا۔ وہ مخض موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا لیکن بلٹ کر دیکھنے کی چوہدری کو ہمت نہیں ہوئی۔ وہ تو ابھی سے اپنی گردن پر اس مخض کی گرفت محسوس کر رہا تھا۔ لیکن ایبا پچھ نہیں ہوا۔ موٹرسائیکل ذن سے آگے نکل گئی۔ وہ مخض بچھے بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنی جیب مکن نہیں تھا کہ اسے میں ہاتھ ڈال کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ یہ عجیب بات تھی کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ اسے میں ہو ہو۔ اپنی جیب میں چوہدری کی انگیوں کی موجودگی کا احباس نہیں ہوا ہو۔

چوہدری دور جاتی موڑسائکل کو دیکتا رہا پھراسے ایبا لگا جیسے بچپلی سیٹ پر بیٹے ہوئے موٹ نے اسے بلٹ کر دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا وجود طمانیت سے بھر گیا۔ اس نے سوچا، سیدھی می بات ہے۔ اگر میری جیب بالکل خالی ہو اور کوئی میری جیب میں ہاتھ ڈالنے والے پر میری جیب میں ہاتھ ڈالنے والے پر ترس آئے گا۔ جھے جیب چیک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہاں جیب میں بیبے ہوں تو اور بات ہے۔

یعنی اس مخص کی جیب واقعی خالی تھی اور اس کا مطلب تھا کہ وہ نیکی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

فوثی کا احساس ہوا تو بھوک اس شدت سے گلی کہ اس کا کلیجا نیخے لگا۔ اس اللہ اس کا کلیجا نیخے لگا۔ اس کے اس نے بریانی والے ریسٹورنٹ میں پہنچ کر ہی وم لیا۔

کھانا کھاتے کھاتے نہ جانے کیے نیکی سے حاصل ہونے والی خوشی ہوا ہو گئی۔
اصل میں وہ نیکی ہی اس کی نظروں میں مخلوک ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کون جانے
معالمہ یہ نہ ہو۔ اس مخض کی جیب میں پسے ہوں۔ ایسے میں اس کے وو سو روپوں
سے کیا فائدہ ہو ا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ڈالے ہوئے دو سو روپ موڑ
مائیکل پر بیٹھتے ہی بیٹھتے اس کی جیب سے گر گئے ہوں تو وہ نیکی تو نہیں شار ہو گی اگر
وہ مخض اور اس کے بچے رات کو بھوکے ہی سوئیں۔

چنانچہ وہ بے چین ہو گیا۔ نیکی کی طلب پھر پھانس بن کر اس کے دل میں چیسے گئی۔ اس کا دل کمہ رہا تھا کہ نیکی وہ اب تک نہیں کرسکا اور نیکی کئے بغیروہ گھروالیس جانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنا کام دھندا چھوڑ کر اس مشن پر نکلا تھا۔ کامیابی اس کیلئے بہت ضروری تھی۔

دہ کھانا کھا کر نکلا تو اسے احساس ہوا کہ اب مملت کم رہ گئی ہے۔ اس نے سگریٹ سلگایا اور چھوٹے چھوٹے کش لیتا اندھا دھند آگے برھتا رہا۔ اس کے مانے کوئی منزل نہیں تھی۔ وہ بس اتنا جانتا تھا کہ ایک نیکی کی خواہش اس کے اندر پوری شدت سے مچل رہی ہے اور دنیا میں ہزاروں لاکھوں ایسے افراد ہوں گئے جنہیں مدد کی ضرورت ہوگی۔ اسے کم از کم ایک ایسا فرد ضرور ملے گا'جس کے ماتھ وہ نیکی کر

وہ ایپریس مارکیٹ کے گردونواح میں محمومتا رہا۔ سڑکوں پر زندگی روال دوال تھی۔ متحرک انسانوں کا بجوم تھا۔ نیکی اور بدی کے تصور سے آزاد ہر مخص اپنے کام میں مصروف تھا۔

ا چاک چوہدری محکوم اللہ کو ایک برقع پوش عورت نظر آئی۔ اس نے شاید

سامان بسرحال بهت زیاده اور بھاری تھا۔

"لایئے بن میں آپ کی مدد کروں۔" چوہدری نے بے حد شائنگی سے کما لین عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس خاموثی سے اسے دیکھتی رہی۔ انداز۔۔ے لگنا تھاکہ چوہدری نے ایک بار اور پیکش کی تو وہ شور مچا دے گی۔

اب چوہدری اس طرح کے معاملات میں سمجھ دار اور چوکناہو چکا تھا۔ وہ کچھ ریر دیکھتا رہا پھربے پروائی سے کندھے جھنگ کر آگے بردھ گیا۔

نیکی کی طلب میں اب بھی کوئی کی نہیں ہوئی تھی۔ وہ مزید بھٹکا رہا پھراس نے ایک لفتگے نوجوان کو ایک لڑکی کے ساتھ چھٹر چھاڑ کرتے دیکھا۔ لڑکی بہت پریشان نظر آری تھی۔ چوہدری نے مداخلت کی تو لفنگے نے آئکھیں نکال کر اسے دیکھا۔ "تہیں کیا تکلیف ہے بزرگو۔ یہ تمہاری بیٹی تو نہیں۔"

ایک تکلیف ہے بزرگو۔ یہ تمہاری بیٹی تو نہیں۔"

"میری بیٹی ہی سمجھو۔ جاتے ہو یا نہیں۔"

"جاؤ بدے میال ورنہ میرے ہاتھ سے ضائع ہو جاؤ گے۔" لفظے نے وحملی

چوہدری ایک لمح کو ڈرا پھر نیکی نے اسے اکسایا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو لات بھی ہوگیا کہ لفظا گیدڑ بھبکی لات بھی ہوگیا کہ لفظا گیدڑ بھبکی اندرونی اس سے درنہ اس کے لیج میں کمزوری ہے۔ سوچوہدری نے اپنی قیص کی اندرونی بے میں ہاتھ ڈالا۔ لفنگا گھبرا کر فرار ہوگیا۔

اب چوہدری کو احساس ہوا کہ لڑی حرکت میں نہیں ہے۔ وہ ایک جگہ کھڑی ا۔ "بیٹی ۔۔ چلو میں تمہیں گھرتک چھوڑ دوں۔"

لڑی میہ من کر خوف زدہ نظر آنے گئی۔ اس نے پچھ کما نہیں۔ اس کی خوف کر چوہ رہ جرائی۔ کر چوہدری جران ہوا۔ تاہم اس نے اپنی بات دہرائی۔ "جھے کمیں نہیں جانا۔" اس بار لڑکی نے جواب دیا۔

"يمال كورى ربوكى تو تهيس تك كرنے والے آتے رہيں گے۔" چوہدرى نے

"آنے دو۔ حمیں کیا۔ میرا کام خراب مت کرو۔"

بازارے اپنے گھر کیلئے مینے بھر کا راش خریدا تھا اور وہ گھرلے جانا تھا۔ سامان کافی تھا۔ وہ ہر گزرتے ہوئے رکشا کو رکنے کا اشارہ کرتی لیکن وہ خالی ہونے کے باوجود یوں گزر جاتے جیسے انہوں نے اس عورت کو'نہ اس کے شارے کو دیکھا ہو'نہ اس کی لیکار سنی ہو۔

چوہدری اس عورت کے قریب کھڑا ہو گیا۔

پھر ایک رکٹے والا ٹھر ہی گیا۔ "کمان جانا ہے مائی؟" اس نے تیز لہج میں

يوحيقا-

"پیر کالونی۔" عورت نے جواب دیا۔

"پچاس روپے ہوں گے۔"

"معائى يد توبت زياده مين-"عورت في احتجاج كيا-

کچھ دیر دونوں کے درمیان جت ہوتی رہی۔ بالا خرچوہدری محکوم اللہ کو مداخلت کرنا ہی پڑی۔ "کیوں زیادتی کرتے ہو؟" اس نے رکشہ ڈرائیور سے کما۔ "یمال سے پیرالئی بخش کالونی تک میں روپے بھی مشکل سے بنیں گے۔"

" یہ اتنا سامان بھی تو ہے۔" ڈرائیور نے کما۔

"وتو یہ رکشہ میں ہی جائے گاتم اپنی پیٹے پر لاد کر تو نہیں لے جاؤ گے۔"
"او بھائی میں پچاس سے کم میں نہیں جاؤں گا۔" رکٹے والا جو عورت سے چالیس پر رضا مند ہو رہا تھا پھر پچاس پر اڑ گیا۔

"توب میشر کس مرض کی دوا ہے۔" چوہدری نے رکشہ کے میشر پر ہاتھ مارا۔
"ہاتھ برے مثاؤیارا۔" رکشہ ڈرائیو نے اسے سخت نگاہوں سے دیکھا۔"اب
تو مجھے پیر کالونی جانا ہی نہیں ہے۔"

"کیے نمیں جاؤ گے۔ تم سوک پر نکلے ہو۔ رکشہ خال ہے۔ میٹر موجود ہے متہیں زیادہ پنے مانکنے کا کوئی حق نمیں۔" چوہدری بھی برہم ہوگیا۔
رکٹے والا کوئی جواب دینے کے بجائے رکشہ آگے بردھا لے گیا۔
عورت نے چوہدری کو بھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھا' جیسے اس نے کوئی بہت بردا جرم کیا ہو بھر وہ اپنا سامان اٹھا کر سوک پار کرنے کی کوشش کرنے گی۔

"چوہدری کی سمجھ میں نہیں آیا کہ لڑکی کا کیا کام ہے 'جو وہ خراب کر رہا ہے لیکن لڑکی کے تیور دیکھ کر اس نے وہاں سے کھکنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ جا ہی رہا تھا کہ اس نے لڑکی کو کسی سے کہتے سا۔ "بردے میاں نے کام خراب کر دیا۔ اب جانے کتنی دیر انتظار کرتا بردے گا۔"

"تو ابھی بی ہے۔" مروانہ آواز سائی دی۔ "اس جوان کے پاس سے کھے نکلنے کی امید نہیں تھی۔ اسامی مگڑی دیکھا کر مجھے تو یہ بعد والا ہی بہتر لگ رہا تھا۔" چوہری نے بلٹ کر دیکھا۔ لوکی کے ساتھ ایک مرد کھڑا تھا۔ "مگڑی اسامی

كالجمع كيس بية جلي كا؟" الركى في المعلات موت كها-

"آدی نے ظاہر ہے 'اس کے کپڑوں سے کچھ نہیں ہو آ۔" مرد نے ناصحانہ لیج میں کما۔ "چوال دیکھا کر چوا۔ جیب بھاری ہو تو آدی کے قدموں میں اعتاد ہو تا ہے۔ اب یہ ٹھیک ہے کہ صحح وقت پر میں سی آئی اے والا بن کر آ جاؤل لیکن بندے کی جیب میں مال ہی نہ ہو تو قائدہ' اب میں سچ چج کا سی آئی اے والا تو ہوں نہیں کہ اندر ہی کردوں سالے کو۔"

چوہدری محکوم اللہ تیزی سے وہاں سے کھسکا۔ جو تصویر وہاں اسے نظر آ رہی مقی۔ وہ بری بھیانک تھی۔ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ کیا کیا ہو تا ہے؟ وہ نہیں جانا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کیا رشتہ ہے یا کوئی رشتہ ہے بھی یا نہیں؟ بسرحال یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ مل کر دھندا کرتے تھے۔ مرد لڑکی کو چارہ بنا کر سڑک پر کھڑا کر دیتا تھا۔ فرک کم عمر تھی اور خوبصورت بھی۔ اسے دیکھ کر لوگ للچاتے ہوں گے۔ پھنسانے کے چکر میں خود ہی کھنس جاتے ہوں گے۔ مرد می آئی اے والا بن کر مداخلت کرتا ہوگا اور جیسیں خالی کرا لیتا ہوگا۔

ا چانک چوہری کو خیال آیا کہ وہ مرد بھی ابھی کچا ہے ورنہ اس کے بارے مل بید نہ کتا کہ مجھے تو یہ بعد والا ہی بھر لگ رہا تھا۔

میں میں اس واقعے کے عد چوہدری کچھ ڈر بھی گیا۔ کمیں ایبا نہ ہو کہ نیکی کی آرڈو میں کوئی معیبت ہی گلے چوہدری کچھ اس سے اب تک کی بار ایبا ہو چکا ہے۔

کوئی معیبت ہی گلے پڑ جائے۔ کل سے اب تک کی بار ایبا ہو چکا ہے۔

میں میں کا کی معیبت ہی گئے ہو جائے۔ کل سے اب تک کئی بار ایبا ہو چکا ہے۔

یہ سب اپن جگه لیکن نیکی کی طلب میں اب بھی کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ البت

خشن سے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ اب ساڑھے سات بجے تھے۔ ساڑھے بارہ بج سے وہ مسلسل بے سمت مارا مارا پھر رہا تھا۔ سات گھنے ' سات گھنے کم نہیں ہوتے۔ اب تو اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس دوران میں وہ کمال کمال سے گزرا تھا۔ سات گھنے سے ضرورت مند کی تلاش میں گھنے سے ضرورت مند کی تلاش میں بھنک رہا تھا کہ اس کی مدد کرکے ایک بے غرض اور گمنام نیکی کما سکے لیکن ماییا لگتا تھا کہ یمال کی کو کسی سے کسی بھی قتم کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

اب اس کی نیکی کی خواہش محکن کے شدید احساس کے بوجھ تلے کراہ رہی تھی۔ اس نے آخری بار قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا۔ وہ کٹرک روڈ پر چل پڑا۔ اس نے سوچا' یمال سے جیکب لائن ہوتے ہوئے وہ پرانی نمائش تک جائے گا۔ راستے میں اگر کوئی ضرورت مند مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ نمائش سے بس پکڑ کر سیدھا اپنے گھر کا رہ خرے گا۔

یہ فیملہ کرنے کے بعد وہ اس چھوٹی سڑک پر چل دیا۔ اس نے سگریٹ کا کش لیا۔ بھرا ہوا پیک اور اس پر شدید محکن۔ چند گھرے کش لئے تو وہ سرور میں آگیا۔ اگر آج موقع نہیں ملا تو کوئی بات نہیں۔ زندگی رہی تو کل بھی کوشش کرے گا بلکہ۔ کوشش کرتا رہے گا۔

اب اندهرا پھیل چکا تھا۔ اسٹریٹ لائٹس کی مدھم روشی میں سائے لرزتے ہیئے نظر آ رہے تھے۔ اچانک بکل کے ایک تھم کے ینچ اسے ایک عورت بیٹی نظر آ رہے تھے۔ اچانک بکل کے ایک تھم کے ینچ اسے ایک عورہ ہو رہی تھی۔ اُل جس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ عورت بہت پریشان معلوم ہو رہی تھی۔ اس سے چرب اس سے فاہر ہوتا تھا کہ وہ کس غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے چرب رکھ کے سائے اسٹے گرے شے کہ انہیں دکھ کر چوہدری محکوم اللہ کے دل میں اردی کا سمندر ٹھا تھیں مارنے لگا۔

وہ اس کے پاس رک کیا۔ 'کیا بات ہے بمن کیا پریشانی ہے تہیں؟'' ''میں کیا کروں بھائی۔ میرے نیچ کی طبیعت خراب ہے۔ اسے مہیتال لے جانا اس میں نے اپنے بوے نیچ کو رکشہ لانے کیلئے بھیجا تھا۔ بہت ویر ہو گئی' وہ ابھی ارواپس نہیں آیا ہے۔''

مچھیلائے۔

عورت نے کہنے کو کمہ تو دیا لیکن اب وہ دھندلی روشنی میں چوہری محکوم اللہ کو شک میں لیٹی ہوئی تو لئے شولنے والی نظروں سے و کھے رہی تھی۔ اس کے چرے پر کشکش کے آثار تھے۔ وہ ڈر رہی تھی کہ کمیں دو سرے بیچ کو بھی نہ کھو دے۔ چوہری نے اس کی البحن سمجھ لی۔ "تم مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو بمن۔ میں بھی بچوں والا ہوں۔ کبھی یہ وقت میری یوی پر بھی آ سکتا ہے۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ تم جا کر بڑے کو ڈھونڈ لاؤ۔ اسے میں سنھال لوں گا۔"

چوہدری کے لیج میں ایم سچائی تھی کہ عورت کے شکوک دھل گئے۔ اس نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور پچ کو اس کی گود میں دے دیا۔ "اسے لے کر بہیں بیٹھے رہنا میرے بھائی۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

چوہدری بچ کو گود میں لے کر اس تھم کے نیچ بیٹھ گیا۔ عورت اس طرف چلی گئی جہال سے چوہدری آیا تھا۔ جاتے جاتے وہ پلٹ کر اسے دیکھتی رہی۔ اس کی مامتا یقیناً اسے ازیت دے رہی تھی۔

اس کے جانے کے بعد چوہری نے اسٹریٹ لائٹ کی مدھم روشی میں بچے کا جائزہ لیا۔ بچ کی سانسیں رک رک کر چل رہی تھیں۔ اسے اس حال میں دیکھ کر چوہری کا دل بھر آیا اور آئھیں جلنے لگیں۔ اس نے بچے کے رخساروں کو بوسہ ویا اور اس کے کانوں میں اس طرح سرگوشی کی جیسے بچہ اس کی ہم بات سجھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تم یقینا زندہ رہو گے نفھ بچے۔ تم تو مستقبل ہو۔ مستقبل جے روش ہونا چاہئے۔"اس نے بچے کی پیشانی جوم لی۔

تھوڑی دیر گزری تو چوہدری بے چین ہو گیا۔ اس نے بھی اپنے کی نیچ کو بھی ہو گیا۔ اس نے بھی اپنے کی نیچ کو بھی گود میں نیل تھا اور پھر اس طرح گود میں لے کر زمین پر بیٹھنا۔ تھن سے اس کا دیسے ہی برا حال تھا۔ یوں بیٹھے بیٹھے اسے لگا کہ اس کا جم پھر کا ہو جائے گا۔ او حر بچہ کھمایا۔ اچانک چوہدری کو احساس ہوا کہ وہ اندر تک اپنے کپڑوں کے نیچ تک کی گرم مائع سے بھیلنا جا رہا ہے۔ یہ سجھنے میں اسے ذرا دیر گلی کہ مستقبل نے اس پر بیٹاب کردیا ہے۔ اتی دیر میں شاید بھیگنے کی وجہ سے نیچ نے

"تهارے گرمیں کوئی اور نہیں؟"

"بس بيه دو بچ بيل ميرك-"

"اور تمهارا شوهر-"

"وہ مل میں کام کرتا ہے ابھی کام سے واپس شیں آیا ہے۔"

وهم رامتی کهال هو؟"

"اوهر ليحيے جھونپراي ہے ہماري-"

چوہدری کو وہ متوقع نیکی کیے ہوئے کھل کی طرح گی۔ وہ اسے تو ژنے کیلئے بے آب ہو گیا۔ "جمجھ بتاؤ میری بمن میں تمارے کس کام آسکتا ہوں؟"

عورت خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹ لرزے لیکن آواز نہیں نکلی۔

"میں رکشہ لا کر دول تہیں؟ جانا کمال ہے؟"

"میں میتال کیسے جا سکتی ہوں۔ میرا ول تو برے بیچ میں اٹکا رہے گا۔ وہ پہ نہیں کماں ہے؟ کوئی اسے اٹھا کر تو نہیں لے گیا۔ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا؟" عورت رونے گئی۔

"روؤ مت میری بس-" چوہدری نے اسے چکارا۔ "اچھا۔۔ میں تہمارے برے سے کو طاش کول؟"

"تم تو بھائی اسے پہچانے بھی نہیں ہو۔ کیسے ڈھونڈو گے۔" عورت نے بی بی سے کما۔

"میں کیا کروں۔" چوہدری نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "تمہارا دکھ مجھ سے دیکھا نہیں حاتا۔"

"إل- ايك صورت ب- "عورت نے اس پراميد نظروں سے ديكھا-"تم تحكم كو ميرى بس-"

ا ا مستری کا است کے کو سنبھال لو۔ میں اپنے برے بچے کو ملاش میں اپنے برے بچے کو ملاش کرتی ہوں اور میں رکشہ بھی لے آؤل گی۔"

" میک ب بن- میں حاضر موں-" چوہدری نے بچے کو گود میں لینے کیلئے ہاتھ

فضل حسین نمائش کی اندر والی سڑک پر وکان کرتا تھا۔ گھر اس کا اندر لا مُنز ابریا میں تھا۔ اس وقت وکان پر گاہوں کا ہجوم تھا۔ اچانک ایک لڑکا ہائپتا ہوا آیا۔ "فضل چچا۔۔ فضل چچا۔۔ چاجی نے کملوایا ہے کہ عمران کی طبیعت خراب ہے۔" لڑکے نے بتایا۔

فضل پریشان ہو گیا۔ عمران اس کا اکلو تا اوکا تھا۔ ابھی ایک سال کا بھی نہیں ہوا تھا۔ پریشانی کی بات یہ تھی کہ اس کی بیوی کی طبیعت پہلے ہی بہت خراب تھی۔ دوپہر کو دہ گھر گیا تھا تو سعیدہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ وہ اسے دوا دے آیا تھا اور تاکید بھی کر دی تھی کہ دوا وقت پر لیتی رہے۔ عمران اس وقت ٹھیک ٹھاک تھا۔ فضل نے جلدی جلدی جلدی جلدی کا کو سودا دیا پھر بھی پندرہ منٹ لگ گئے۔ اس نے جلدی جلدی دکان بند کی اور گھر کی طرف لیگا۔ اس کے بس میں ہو تا تو وہ اڑ کر گھر بہنی جا تا۔ گھر پہنچا تو اس کے بیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کی بیوی بخار میں ب

اس نے بیوی کو جھنجوڑ ڈالا۔ "سعیدہ۔۔ عمران کماں ہے؟"
"جھے۔۔۔ نہیں معلوم۔۔ بہیں ہو گا۔" سعیدہ ہوش میں نہیں تھی۔
"بیمال کوئی آیا تھا۔"
"نہیں کوئی نہیں۔"

نفنل پھر باہر آیا۔ سعیدہ بے ہوش تھی اور سے طے تھا کہ بچے کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہو گا۔ وہ پریشان تھا۔ اس نے محلے کے چار پانچ آدمی اکٹھا کئے۔ انہوں نے امراد حر پوچھا کمی مشکوک آدمی کے متعلق۔ ایک لڑکے نے بتایا کہ ایک آدمی کمی بچکو لے کراس طرف جا رہا تھا۔

رونا بھی شروع کر دیا تھا لیکن اس کی آواز بہت کمزور تھی۔

چوہدری اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اپنے چار بچ تھے لیکن سے بیشاب والی واردات اس کے لئے بالکل نئ تھی۔ اس کا جی چاہا کہ بچ کو تھے کی جڑ میں رکھے اور بھاگ کھڑا ہو۔ جلدی سے جاکر نما لے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ وہ اس وقت ایک نیکی کر رہا ہے۔ ایک نیکی جو ابتدا میں آسان لگتی ہے گر اب بے حد دشوار ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ اس عالم میں بچ کو لے کر شمانا رہا۔ طلق سے عجیب عجیب آوازیں نکال کر بچ کو چپ کرانے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ نیکی اس کی وانست میں وشوار ثابت ہو رہی تھی لیکن وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ نیکی کتنی زیادہ دشوار ثابت ہونے والی ہے۔ وہ تو بس عورت کی واپسی کی وعائمیں مائلے جا رہا تھا۔

چوہدری کا جی چاہا کہ بھاگ کھڑا ہو لیکن اس کے پاؤں من من بھر کے ہو مگئے تھے۔ اس سے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں گیا۔ اس کی سجھ میں بیہ تو آگیا کہ اس پر کوئی افتاد آنے والی ہے لیکن افتاد کی نوعیت کا اسے علم نہیں تھا۔

لے میں زھر او نیکے کی

اس کے پیچیے بھاگے۔

چوہدری محکوم اللہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا۔ پہ نہیں 'وہ کتنی اندھی گلیوں سے گزرا۔ پہ نہیں وہ کتنی اندھی گلیوں سے گزرا۔ پہ نہیں وہ کتنی دیر بھاگا۔ اس کا دماغ سنستا رہا تھا۔ عقب سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز معدوم ہونے پر وہ سکون کا سانس لینا ہی چاہتا تھاکہ اس کے پیچھے کتے لگ گئے۔ ایک کتے کے دانتوں کی زو میں آکر اس کی شلوار تھٹنوں کے پیچے سے بھٹ گئے۔ شکریہ ہواکہ دانت گوشت میں نہیں گئے۔ ورنہ چودہ انجاشن کی مصیبت اور گلے برتی۔

بالاخر کول سے بھی جان چھوٹی تو وہ ٹھر گیا۔ اس وقت وہ ایک گلی کے وسط میں تھا اور اس کی سانس اکھڑرہی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہیں رک کر سانسیں درست کرے لیکن وہ خوف زوہ تھا۔ اس میں رکنے کی ہمت نہیں تھی۔ غضب خدا کا۔۔۔ کتی خوفاک مصبت میں چھنسا تھا وہ۔

وہ ہانچا کانچا اس گلی سے نکلا تو ایک اور مصیبت اس کی منتظر تھی۔

وہ وہیں آپنچا تھا جہال سے جان چھڑا کر بھاگا تھا۔ یہ سب تاریک گلیوں کی کارستانی تھی۔ وہاں وہ لوگ تو موجود نہیں تھے جنہوں نے اسے مارا تھا لیکن چھ سات دو سرے مرد وہاں موجود تھے اور وہ عورت کھڑی بری طرح رو رہی تھی جو اپنا بچہ اسے سونپ کر گئی تھی۔ اس کے ساتھ دس گیارہ سال کا ایک لؤکا بھی تھا۔

پ در پ نازل ہونے والی مصیبتوں نے چوہدری محکوم اللہ کے ہوش اڑا دسیئے تھے۔ اس کے جمم کا جوڑ جوڑ وکھ رہا تھا اور سانس سینے میں نہیں سا رہی تھی۔ "کی ہو وہ آدمی۔" عورت اسے دیکھتے ہی ہمیانی انداز میں چلائی۔ چوہدری محکوم اللہ اپنی جگہ سے بل بھی نہیں سکا۔ اس بار وہ زیادہ جارح افراد کے نرغے میں پھنما تھا۔ حسب سابق اس کی مرمت شروع ہو گئی۔ وہ لوگ بھی اسے بردہ فروش کمہ کر پکار رہے تھے۔

"اس سے پوچھو' میرا بچہ کمال ہے۔ "عورت چیعنے جا رہی تھی۔ مارنے والے چوہدری سے بچ کے متعلق پوچھ رہے تھے لیکن چوہدری کو بولنے کا کوئی موقع نہیں دے رہے تھے۔ اس کا چرہ لمولمان تھا اور مرمت جاری تھی۔ وہ سب اس طرف دوڑے۔ دور تک کوئی نہیں تھا پھروہ گل سے نکلے۔ سانے کڑک روڈ تھا۔ اچانک انہیں وہ فخص نظر آیا۔ وہ ایک بچ کو کندھے سے نکائے آگے۔ کی طرف جا رہا تھا۔ اسے دکھ کر فضل کے ایک ساتھی نے نعوہ لگایا۔ "وہ رہا۔" اور وہ سب اس پر جھیئے۔

بج كولے جانے والے نے بلك كرديكھا اور اپني جگه جم كرره كيا-

0

اگلے ہی لیے چھ آدی چوہری محکوم اللہ کے سرپر سوار تھے۔ ایک نے آتے ہی بچہ اس سے چھین لیا۔ "ارے یہ تو بہت فرم ہو رہا ہے۔ بہت بخار ہے۔" اس زکدا۔

ے اللہ "تم اے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ فضل بھائی۔" کسی نے کما۔ "اس بردہ فروش سے ہم نمٹ لیں گے۔"

ورک__ کیا_ بات ہے۔" چوہرری مکلایا-

جس نے بچہ اس سے چھینا تھا' وہ گلی کی طرف واپس جا رہا تھا۔

"بوچمتا ، کیا بات ہے۔" جھٹنے والولِ میں سے ایک نے کما۔ "ابھی بتاتے

بي-"

یں۔
اس کے ساتھ ہی چوہدری کی مرمت شروع ہو گئی۔ چوہدری کا ذہن اور جم
دونوں شل ہو گئے۔ وہ ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلا سکا۔ اس کی مرمت ہوتی رہی اور دہ
خاموثی سے بٹتا رہا بھر مارنے والوں میں سے ایک نے کما۔ "اب بس کرو۔ کچھ پولیس
کملئے بھی چھہ ڈوو۔"

"ہاں میہ ٹھیک ہے۔ اب اسے تھانے لے چلو۔" دوسرا بولا۔

پولیس کے نام پر چوہدری بھڑک گیا۔ اب میہ ممکن نہیں تھا کہ وہ پولیس کو بھی

بھگتا۔ چنانچہ اس نے جھنکا مار کر خود کو ان کی گرفت سے چھڑایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

وہ اتن سعادت مندی سے پٹتا رہا تھا کہ مارنے والوں کو اس کے اس طرح بھاگ لینے

کی امید بھی نہیں تھی۔ ان کے سنبطتے سنبطتے وہ خاصا دور نکل گیا تھا چر بھی وہ شنوں

"بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے اسے ڈاکٹر کو دکھا دوں۔" فضل نے اپی گود والے نچ کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ عمران کو گھر لے جائیں اور ذرا سعیدہ کو بھی دیکھ لیں۔"

فضل نے بچے کو ڈاکٹر کو رکھایا' اس کے لئے دوا لی اور اس طرف چل پڑا۔ جمال سے وہ بچہ ملا تھا۔ وہاں بپنچ کروہ جیران رہ گیا۔ اس بے چارے کی پھر مرمت ہو رہی تھی۔ بس مارنے والوں کے چرے مختلف تھے۔

 \bigcirc

· وہ سب چوہدری محکوم اللہ سے معذرت کر رہے تھے۔ ''اتنا پیٹنے کے بعد تمہاری معذرت میرے کس کام کی؟'' چوہدری نے بھنا کر با۔

"آپ خود ہوچیں'اس میں کی کیا غلطی ہے؟" فضل بولا۔ "آپ میری جگہ موتے تو کیا کرتے۔"

"میں تمہاری جگہ نہیں' اپنی جگہ تھا اور میں صرف نیکی کرنا چاہتا تھا۔" چوہدری روہانیا ہو گیا۔

"معاف کر دو میرے بھائی۔ اللہ تہیں اجر دے گا۔" بچ کی مال نے بری لجاجت سے کما۔

الله کے نام پر چوہدری کا ول موم ہو گیا۔ "اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ۔" ن-"

ادھر نفنل نے بچے کی ماں کو دوا کی شیشی وی۔ ''ڈاکٹرنے کما ہے' رات تو گزر جائے گی۔ صبح بچے کو مپتال ضرور لے جانا۔''

"شکریه بھائی' تمہاری مرمانی۔"

چوہدری محکوم اللہ وہاں سے چل دیا۔ نمائش جاتے ہوئے وہ سوچتا رہا۔ ایک دن میں وہ تین بار بد چکا تھا اور اس کی اتنی مرمت ہوئی تھی کہ ساری زندگی میں مل ملا کر بھی وہ اتنا نہیں پٹا تھا۔ اس کے ذہن میں' اس کی زبان پر وہ سینکڑوں گالیاں مچل اب اس کی حالت الیی تھی کہ وہ پولیس کا نعرہ من کر بھی نہیں بھاگ سکتا تھا۔ خدا جانے وہ ایک لحمہ تھا یا صدی۔ اسے بسرحال الیا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ زمانوں سے بونمی یے جا رہا ہے۔

" ہاں۔ ہاں۔" عورت نے بے تابی سے بچے کو گود میں لے لیا اور اسے بار بارچومنے کی۔

چوہدری جھوم رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں پچھ نہیں آ رہا تھا۔

0

فضل بچ کو لے کر ڈاکٹر یا سرکے کلینک پر پنچا۔ ای وقت اس کی پڑوس زہرہ باجی ایک بچ کو کو دیم کے گئی کہ کا بیائی کی باجی ایک بچ کو گئی کے ڈسپنسری سے نکل رہی تھی۔ اس نے فضل کو دیکھا تو جرت سے کما۔ "تم کس کے بچ کو لائے ہو فضل؟"

"ميرا عران ہے۔ اس كى طبيعت بت خراب ہے۔"

«عمران! عمران تو میرے پاس ہے۔ میں نے اس کیلئے دوالی ہے۔" نین مرا اللہ ہوس سے بیما کی میداس کا عران نہیں تھا او

تب فضل نے کہلی بار اپنی محود کے بچے کو دیکھا۔ وہ اس کا عمران نہیں تھا اور عمران زہرہ باجی کی محود میں تھا۔ ''میہ سب کیا ہے باجی۔''

سرن رہرہ ہیں ہے۔۔۔ "میں تمہارے گھر گئی تھی۔ سعیدہ پر تو غفلت طاری تھی اور عمران بخار میں پینک رہا تھا۔ میں اسے یمال لے آئی۔"

، "بیه تو بت برا ہوا۔ بری زیادتی ہو گئے۔" فضل بربرایا۔

زمرہ باجی نے اسے یوں دیکھا' جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ ''کیا برا ہوا' سے کہ میں نے عمران کو ڈاکٹر کو دکھا دیا۔'' اس نے کڑے لیجے میں کما۔

ی طراح از در سال ہے۔ "شیس' میہ بات شیس باجی- اس بے جارے کی بلاوجہ مرمت ہو گئی-"

"کس بچارے کی؟ کیا کمہ رہے ہو تم؟"

وہیں تھا۔

اس وفت لال دین کے گھر میں آر کی تھی۔ چوہدری کو یاد آیا کہ جب صبح وہ گھرسے نکل رہا تھا تو لال دین اپنے بوے بیٹے سے آخری شو میں فلم دیکھنے کی بات کر رہا تھا۔ وہ سب لوگ فلم دیکھنے گئے ہول گے۔

تھے ہوئے اور مشتعل چوہدری محکوم اللہ نے سوچا کہ وہ دن بھر سرتوڑ۔۔ کوشش کے باوجود کوئی نیکی نہ کرسکا تو آخر میں ایک بدی ہی کر ما چلے۔ شاید اس میں ہی کامیابی مل جائے۔ اس وقت اسے کامیابی کی شدید ضرورت تھی۔

چنانچہ چوہدری نے دیوار پھلاگی اور لال دین کے گھر میں داخل ہو گیا۔ لال دین کا مرغی خانہ بہت بڑا تھا اور وہ پورے کا پورا لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ مرغی خانے کے وروازے بند تھے۔ مرغیاں سو رہی تھیں۔ وہال موجود مرغیوں کی تعداد بلاشبہ ہزاروں میں تھی۔

چوہدری نے ادھر ادھر سے بہت سے کاغذ اکٹھا کے اور انہیں مرفی خانے کی جالی دار دیواروں سے ملا دیا چراس نے جیب سے ماچس نکالی اور کاغذوں کو دیا سلائی دکھا دی۔ کاغذ آگ پکڑنے لگے۔ ذرا دیر میں اسے اطمینان ہو گیا کہ اب آگ یقیناً لگے گی تب وہ دیوار بھاند کر باہر آگیا۔

رحمت نے اس کی وستک پر دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ چوہدری محکوم اللہ کی حالت بہت تباہ تھی۔ وہ سوال کرتی رہی لیکن نڈھال چوہدری بات کرنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ وہ خاموثی سے جا کر بستر پر ڈھے گیا۔ وہ اسے نہ بن سکا۔ ساری رات وہ بخار میں پھنکتا رہا۔ رحمت اس کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی میں بھیگی ہوئی پٹیاں رکھتی رہی۔ وہ ہنیانی کیفیت میں نہ جانے کیا کیا بکتا رہا۔

رہی تھیں' جو آبا کے خوف سے وہ زبان پر نہیں لا سکا تھا۔

پر اے خیال آیا کہ اس آخری معاطع کا بسرحال ایک مثبت پہلو ہے۔ وہ سے
کہ بیار بچ کو بروقت دوا مل گئے۔ لینی ضائع ہونے والے وقت کی تلافی ہو گئی۔ اب
اس نے یہ بھی سوچا کہ جب بچ کی ماں اپنے بچ کو لے کر واپس آئی ہو گی اور اے
وہاں نہیں نظر آیا ہو گا تو اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اس کا ول بھیلنے لگا۔ اس عورت
کی وہ اذبت اس کی اپنی تکلیف سے بقینا کہیں بڑھ کر تھی۔ جو اسے بٹنے سے پنجی

سی۔ چوہدری کا نیکی کی آرزو سے معمور دل فورا ہی صاف ہو گیا۔ لیکن نمائش پہنچ کر جب اس نے اپنی جیب پر ہاتھ مارا تو اس کے بیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کی جیب صاف ہو چکی تھی۔ دو روپے والے دو سکے تک موجود نہیں تھے۔

اب سی نے اس مار پیك كے دوران میں اس كى جیب پر ہاتھ صاف كيا تھا يا اب سی نے اس مار پيك كے دوران میں اس كى جیب پر ہاتھ صاف كيا تھا يا بھگد ڑ میں پيے اس كى جیب سے گر گئے تھے ' يہ وہ نہيں كمہ سكتا تھا اور اس سے فرق بھى كيا پڑتا تھا۔ نمائش سے بھى كيا پڑتا تھا۔ نمائش سے گل م يك پيل ہى جانا تھا۔ نمائش سے گل م يك

C

وہ کڑھتا رہا۔ اس کا جمم فریادیں کرتا رہا اور وہ پیدل چلتا رہا۔ وہ گلبرگ پہنچا تو رات کے گیارہ نج رہے تھے۔ نیکی کا تصور بھی اس کے ذہن سے او جسل ہو چکا تھا۔ اس کے بر عکس وہ غصے اور جبنجملاہٹ میں جتلا تھا۔ وہ اس خوفناک دن کی سزا کسی کو مناحاتا تھا۔

وہ اس گلی میں داخل ہوا'جس میں اس کا مکان تھا۔ اپنے گھر کے سامنے لال
دین کے مکان اور مرفی خانے کو دیکھ کر وہ نفرت سے پاگل ہو گیا۔ اس مرفی خانے کی
بربونے اسے عاجز کر دیا تھا۔ بربو تو شاید دوسروں کو بھی آتی ہو گی لیکن بولٹا اس کے
سواکوئی شیں تھا۔ لال دین کے اثر و رسوخ سے سب خاکف تھے۔ چوہدری کی تمام
کوششیں رائیگاں ثابت ہوئی تھیں۔ غیر قانونی ہونے کے باوجود وہ مرفی خانہ وہیں کا

رجیمی دیکھو' اس کے باوجود اس نے تماری ہر نیکی قبول کر لی۔ برا اجر کما لیا ہے تم نے۔"

"مگر میں تو کچھ بھی نہیں کر سکا۔"

"اس بحزنے تمهاری نیکیوں کا مرتبہ اور بردھا دیا۔" بزرگ نے کہا۔ "شاید تم اپنی دانست میں کامیاب ہوتے تو اپنی نیکیوں پر غرور کرتے اور نیکی کا مرتبہ کم ہو جا آ۔ شاید رب نے تم پر یہ کرم فرایا کہ تمہیں اپنی نیکیاں ناکام لگیں اور اس کے نتیج میں تم ضرر سے فئ گئے۔ ویسے تم نے اللہ کے تھم پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ تم نے حق بات کی۔ چی گوائی دی۔ اللہ کے بندوں کی خدمت کی۔ ان کے کام آنے کی کوشش کی۔ ان کے کام آنے کی کوشش کی۔ ان کے کام آنے کی کوشش کی۔ ان کے کام آنے کی ناول کوشش کی۔ ان کے دکھ درد محموس کئے ان کیلئے اچھا سوچا۔ اللہ نے سب کچھ قبول کوشش کی۔ ان کے کام سب سے خوبصورت تھی ، جو تم نے ایک ضرورت مند کی جیب میں رقم ڈال کر خاموش سے کی۔ وہ اللہ کو بہت پند آئی۔"

چوہدری کھل اٹھا۔ "مجھے تو اس پر یقین ہی نہیں تھا کہ میں نے نیکی کی ہے۔"
"ای سے اس کی خوبصورتی بردھ گئ۔ تہیں بھی یقینی طور پر علم نہیں تھا کہ وہ
نیکی ہے۔ اس کا صلہ۔ انشاء اللہ بہت برا ہو گا۔ یہ بھی اس کا صلہ ہے کہ اللہ نے
تہماری بدی کو بھی خوش انجام کر دیا۔ اب تہمیں بدی کا بھی اچھا اجر طے گا۔"
بزرگ غائب ہو گئے اور چوہدری کراہتا رہا۔

 \bigcirc

صبح رحمت کے جھنجوڑنے پر چوہدری کی آگھ کھلی۔ اس کی فجر پھر تضا ہو چکی تھی۔ وہ اس پر افسوس کر رہا تھا کہ بیوی نے دھاکہ کیا۔ "وہ حشمت آیا ہے۔ دروازے پر کھڑا ہے۔ میں نے تمہاری طبیعت خراب کا بتا کراہے ٹالنے کی کوشش کی لین وہ کہتا ہے کہ تم ہے ملے بغیر نہیں جائے گا۔"

چوہدری نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس سے اٹھا نہیں گیا۔ "تم مت اٹھو۔ اب طبیعت کیسی ہے تمہاری۔"

چوہدری کے منہ کا ذا كفته كروا ہو رہا تھا۔ مجھے كيا ہوا؟"

وہ بت جیتا جاگنا خواب دیکھ رہا تھا۔ وہی بزرگ اس کے سامنے تھے جنہیں اس نے گزشتہ رات دیکھا تھا۔ وہ آئے اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلانے لگے۔ "بہت تھک گئے ہو؟" انہوں نے کما۔

''میں خود سے بیزار ہوں۔ مرجانا چاہتا ہوں۔'' ۔

"الی بری باتیں شیں کرتے۔ تکلیف کیا ہے تمہیں؟"

"تف ہے اس زندگی پر' میں سرتوڑ کوشش کے بادجود ایک نیکی بھی نہیں کر پایا۔" چوہدری نے کہا پھر بزرگ پر آئھیں نکالیں۔ "اور آپ کیوں آئے ہیں میرے پاس۔ آپ تو نیک آدمی ہیں۔ جب کہ میں بت گنگار ہوں۔"

بررگ مسرائ "میں تہیں مبارکباددیے آیا ہوں۔"

چوہدری آپے سے باہر ہو گیا۔ "کس بات کی مبار کباد؟ نیکی کی راہ میں مسلسل نیٹے کی مبار کباد۔" وہ چلایا۔

"تم چاہو تو یمی سمجھ لو۔" بزرگ اب بھی مسکرا رہے تھے۔ "مگر پچ یہ ہے کہ اتنی مست کہ مم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اتنی ممت کی نکیاں کیس کہ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ تہمیں اس عنایت پر اللہ کا شکر اوا کرنا چاہئے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے جو کوشش کی نیکی کے لئے 'وہ الث "ٹی' ناکام ہو گئی۔"

"وکیمو - نیت کا حال صرف الله جانتا ہے۔ تمهاری نیت بھی اس پر ظاہر تھی۔ اب ظاہر میں جو بھی ہو اور دنیا والے جو بھی سمجھیں میں تمہیں یہ خوشخبری دینے آیا ہوں کہ الله نے تمهاری ہرنیکی قبول فرمائی۔ بس افسوس اس بات کا ہے کہ تم تونیق کا معالمہ نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے نیکی تمهارے لئے مشکل ہو گئی گر الله کی

رات بھر بخار رہا ہے مہيں۔ بربراتے رہے۔ لينے رہو۔" رحمت نے بربی محبت سے کما۔

ووليكن حشمت."

"میں اسے اندر بلا لیتی ہوں۔ ویسے بھی باہر اس سے بات کرنا ٹھیک نہیں۔ وہ چھنے چلائے گا تو محلے میں بدنامی ہوگ۔"

چوہدری سم گیا۔ اب دیکھو کیا افاد آتی ہے۔

رحمت چلی گئ- چند لعے بعد حشمت کمرے میں داخل ہوا۔ رحمت نے اس کیلئے کری لاکر رکھ دی۔ وہ چوہدری کے پاس بیٹھ گیا۔ "کیسی طبیعت ہے چوہدری صاحب؟"

چوہدری کو گمان ہوا کہ وہ طنزیہ کہہ رہا ہے۔ "رحمت کہتی ہے، مجھے رات بھر بخار رہا ہے۔" اس نے عاجزی سے کہا۔

"وہ تو ر کھنے سے ہی پتہ چل رہا ہے۔" حشمت نے کہا۔

"تم نے کینے تکلیف کی حشمت؟"

حشت بیکیا را تھا۔ تبھی نظرین اٹھا تا مجھی جھکا لیتا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا چوہدری صاحب کہ کیا کہوں۔"

"بات كيا ہے-" چوہدرى كو الجمن ہونے لگى- "جو ہونا ہے ، فورا ہى ہو الحے-"

. حشمت اب بھی ہیکیا رہا تھا پھر اس نے ہاتھ بڑھایا' اور چوہدری کے پاؤں پکڑ لئے۔ "مجھے معاف کر دو چوہدری صاحب۔"

چوہدری طاقت نہ ہونے کے باوجود اضطراری طور پر اٹھ بیٹا۔ "ارے ارے۔۔ کیا کرتے ہو۔" اس نے پاؤل چھڑانے کی کوشش کی۔

"بس آپ مجھے معاف کر دیں۔"

"بات کیا ہے حشمت؟"

" بیں نے آپ کو غلط سمجھا۔ آپ کو برا بھلا کھا۔۔ اپنی مکار بیوی کے بہکاوے میں آکر۔ اب مجھے یاد آیا کہ آپ نے کوئی شمت نہیں لگائی تھی۔ آپ نے جو دیکھا

۔ اور جو پکھ آپ کو بتایا گیا تھا' اس کے مطابق بات کی نہیں تھی بلکہ اب میں ہما ہوں کہ آپ نے وہ میں ہما ہوں کہ آپ نے تو میری بات میری مزاج بری کرنا چاہتے تھے۔ آپ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ "
ہمت اب رونے لگا۔

چوہدری کی سمجھ میں پچھ نہیں آ رہا تھا۔ "بات کیا ہے؟ میں اب بھی نہیں تھا۔"

"آپ بہت سادہ اور معصوم آدمی ہیں چوہدری صاحب آج میں نے کام سے نی کرلی اور اپنی یوی کو نہیں بتایا۔ ہیں اوھر ادھر گھوم کر وقت گزاری کرتا رہا پھر بج میں دیوار پھاند کر اپنے گھر میں گھا تو میں نے دیکھا کہ افضل وہاں موجود تھا ر۔ "حشمت نے دونوں ہا تھوں سے اپنا چرہ چھپایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ چوہدری نے ہاتھ برھایا اور اس کے سر پر رکھ دیا۔ "اللہ حمیس سکون دے نہیں۔"

"بل آپ مجھے معاف کردیں چوہدری صاحب " وہ گر گرایا۔
"مھیک ہے حشمت۔ اگرچہ میرے ول میں تمہارے لئے کوئی شکایت نہیں تھی
مجھی تمہاری خوثی اور سکون کیلئے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔" چوہدری نے کہا۔
کمن ہو سکے تو میری ایک بات مان لو۔"

حشمت نے سر اٹھا کر احرام آمیز نظروں سے دیکھا۔ "محم کریں چوہدری ۔۔"

"دیکھو" آدمی کو اللہ نے بہت کمزور بنایا ہے اور وہ غفور الرحیم ہے۔ اسے اللہ میں درگزر کی خوبی بہت الحجی گئی ہے۔ سو بندول کے ساتھ درگزر کرنا اسے نہیند ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی بیوی کو معاف کر دو اور اسے ایک اور موقع ، اللہ تہیں اس کا برا اجر دے گا اور اگر وہ سدھر گئی تو اور زیادہ اجر طے گا ، اللہ تہیں اس کا برا اجر دے گا اور اگر وہ سدھر گئی تو اور زیادہ اجر طے گا ، "

حشمت نے چوہدری کا ہاتھ تھاما اور اسے چومنے لگا۔ "جو آپ کا تھم چوہدری نب۔ میں نے تو سوچا تھا کہ آج اس کا فیصلہ کر دوں گا لیکن آپ کی خاطر میں

اے معاف کر رہا ہوں۔ اب اے جاکر بتاؤں گاکہ جس پر اس نے اتنا رکیک الرام اسے مات رہا ہے۔ اگایا تھا' اس کی خاطراسے معانی کر رہا ہوں اور چوہدری صاحب' وہ بھی معانی مانکنے اسکانے مانک مانکے مانک مانکے ما آئے گی آپ کے پاس۔ میں خود اے لے کر آؤں گا۔"

چوہدری گھراگیا۔ "ایا نہ کرنا" اسے بتا دینا کہ میں نے بھی اسے معاف کروا ہے۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں۔"

حشمت کے جانے کے بعد رحمت کمرے میں آئی اور روتے ہوئے بول۔ "خدا

کے واسطے ، مجھے بھی معاف کر دو۔"

"كيول" تم نے كيا كيا ہے؟"

سمجھا۔ تم تو بہت اجھے ہو جی۔"

''مگر مجھے تو برا نہیں لگا۔''

"ير اس دن سے تمهاري فجر قضا مو رہي ہے۔"

ېي نهيس تھلتي-"

"بن تم مجھے معاف کر دو۔"·

"حپلوئ تهيس بھي معاف کيا۔"

"اور سنو-- رات تو يمال بهت منكامه موا-" رحمت في اجاتك كها-

"رات كى نے لال دين كے مرفى خانے كو آگ لگا دى۔"

چوہدری کے دل میں کئی دن کے بعد سی خوشی کی ایک زبردست اسرامٹی۔ انتصان پہنچانا چاہتا تھا۔ ایسا ہو جاتا تو وہ تو مومن ہی نہ رہتا۔ وہ مومن تو شیس "اچھا--- تو ساری مرغیاں روسٹ ہو گئی ہوں گی-" اس نے بظاہر بردی تثویش سے اجس کے ہاتھوں اس کے پڑوی کو نقصان پنچ- لال دین اپنی جانے لیکن اسے تو ایب نہیں دیتا۔ اس بار تو اللہ نے اسے بچا لیا۔

كما حالانكه اس كا ول جاه رباتهاكم قبق لكائه " تنیں جی اس چند ایک مرغیاں جل مریں۔" رحمت نے کما۔ "وراصل محلے

شو دمکھنے کیلئے گیا ہوا تھا۔"

"اچھا" تو تقریباً ساری مرغیاں نیج گئیں۔" چوہدری نے مرے مرے لہم میں

"ہال الیکن آگ جلانے والے نے بردی نیکی کی۔" چوہدری نیکی کے نام پر بھڑک اٹھا۔ اس کے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ "کیا

"جس وقت آگ لگائی گئ لال دین کے گھر میں ایک چور گھسا ہوا تھا۔ رمت چنارے لے کر بتا رہی تھی۔ "آگ لگنے سے سارا محلّہ جمع ہو گیا تھا۔ چور "میں نے مہیں برا بھلا کہا۔ فجر کی نماز کو منع کیا اور دل میں حمیس بہت برا ان لاکھ روپے نقد اور دس بارہ لاکھ کے زبورات لے کر نکلنے والا تھا کہ اسے پکر لیا یا۔ لال دین بہت بڑے نقصان سے پیج گیا۔ مرغی خانے میں آگ نہ لگی تو چور مال لے کر نکل لیا ہو تا۔ اچھا سنو' میں تمہارے لئے لوٹا لاتی ہوں۔ تم کلی کرو اور منہ دھو و میں نے ممارے لئے ولیا بنایا ہے۔" رحت یہ کمہ کر کمرے سے نکل گئے۔

چوہدری سننے لگا۔ ''وہ تو میری اپنی بدقتمتی ہے۔ روز تھک کر سو رہا ہوں۔ آنکھ چوہدری کے چرے پر جمنجلا ہٹ تھی۔ وہ کڑھ رہا تھا۔ نفرت اور ناکای کی آگ ں جل رہا تھا گر اگلے ہی لیے اس کے چرے کے عضلات زم پر گئے۔ اسے اپنا اب باد آیا اور جو بات وہ خواب میں بھی نہیں سمجھ سکا تھا' اس کی سمجھ میں آگئی۔ الله مرانی سے اسکی بدی خوش انجام ہو گئ تھی اور اسے خوشخبری دی گئ تھی کہ ما کا بھی بڑا ابر ملے گا۔

اب چوہدری محکوم اللہ کے چرے پر بچوں کی می معصومیت تھی۔ اس کے دل میں ندامت کی ایک امراعظی۔ وہ نیکی کا خواہش مند' اپنے پڑوی کو

وہ شرمندہ ہوا پھر اس کے وجود میں ندامت کی ایک تند لرا تھی۔ پہلے اس کی والوں نے بت تیزی سے آگ بجھا دی تھی لال دین تو بیوی بچوں کے ساتھ رات کالیس جھیکیں' چر پورا وجود بھیگ گیا۔ اس نے اپنا چرہ جھت کی طرف کیا اور گزار او الله ومیرے معبود میری غلطی کو درگزر فرما۔ میرے مالک میں شرمندہ ہوں۔"

ا پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ آنسو تھے تو اے احساس ہوا کہ جیسے اس کے وجود میں

بھری ہوئی تمام آلا تش وهل گئیں ہیں۔ اب وہ پاک ہے۔

پراے ایک بات کا خیال آیا۔ "میں تیرا شکر گزار ہوں اے رحیم و کریم۔"
اس نے عاجزی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "تو نے مجھے توفق سے اور وسائل سے
نوازا اور میں شرمندہ ہوں میرے رب کہ میں بقدر توفق نیکی نہ کر سکا۔ کا کتات کے
سب خزانے تیرے لئے ہیں اے میرے رب تو ہی سب پچھ وینے والا ہے۔ میرے
آقا مجھے ایسی نیکیوں کی توفق عطا فرما جن سے تیرے سوا سب بے خبر رہیں۔ میں خود
مجھی بے خبر رہوں۔" پھراس نے تکئے سے سر نکا کر آنکھیں موند لیں۔
رحمت کو ٹا اور تسلالے کر کمے میں آئی تو جوہدری محکوم اللہ کے جمے م

رحمت' لوٹا اور تسلالے کر کمرے میں آئی تو چوہدری محکوم اللہ کے چرے پر بھرے ہوئے رنگ د کمچھ کر جیران رہ گئی۔ دہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

